

بخاری کی ابتدا کی تقریر



حفظ القرآن بخاری

صحیح بخاری کو عملی وجہ الہدایت شروع کرنے سے
پہلے تین چیزوں کا جاننا ضروری ہے
علم حدیث . امام بخاری
کتاب بخاری

WWW.KitaboSunnat.com

تقریر
عظیم الشان
مجلس علمائے اسلامی
لاہور

تقریر
عظیم الشان
مجلس علمائے اسلامی
لاہور



تقریر
عظیم الشان
مجلس علمائے اسلامی
لاہور

تقریر
عظیم الشان
مجلس علمائے اسلامی
لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ
معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	مرآۃ البخاری
تقریر	حافظ عبدالمنان نور پوری
ترتیب و تخریج	مولانا یونس عتیق
نظر ثانی	محمد طیب محمدی
نظر ثالث	حافظ عبدالمنان نور پوری
قیمت	۱۲۰
کمپوزر	محمد شاہد گرجا کھی
کمپوزنگ سنٹر	محمدی کمپوزنگ سنٹر
گلی مرکزی جامع مسجد اہلحدیث المعروف گلی ڈاکخانہ نیوالی مین روڈ گرجا کھ گوجرانوالہ	
ناشر	دارالحسنی
گلی ماہنا گجر آبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ	
اہتمام طباعت	محمد طیب محمدی

آئینہ مضامین

۱۲	ترجمہ المؤلف	۱۲	کتابت حدیث پر منکرین حدیث
۱۵	ابتدائیہ	۱۵	کا اعتراض
۱۹	علم الحدیث	۱۹	* اعتراض کا پہلا جواب
۱۹	علم	۱۹	* دوسرا جواب
۱۹	الحدیث	۱۹	* صحابہ کرامؓ کے دور میں کتابت حدیث
۲۰	خبر	۲۰	* تدوین حدیث
۲۰	سنت	۲۰	* حجیت حدیث
۲۰	احکام	۲۰	* قرآن سے حجیت حدیث کے دلائل
۲۱	ادلہ	۲۱	* پہلی دلیل
۲۱	بمقابلہ بدعت	۲۱	* دوسری دلیل
۲۱	اثر	۲۱	* تیسری دلیل
۲۱	علم حدیث کی تعریف	۲۱	* چوتھی دلیل
۲۲	علم حدیث کی اقسام	۲۲	* پانچویں دلیل
۲۲	علم درایۃ الحدیث	۲۲	* چھٹی دلیل
۲۲	علم روایۃ الحدیث	۲۲	* ساتویں دلیل
۲۳	حدیث کا قرآن سے تعلق؟	۲۳	* آٹھویں دلیل
۲۳	کتابت حدیث اور تدوین حدیث	۲۳	* منکرین حدیث کے شبہات
۲۳	عہد نبویؐ میں کتابت حدیث کے دلائل	۲۳	اور ان کے جوابات
۲۳	پہلی دلیل	۲۳	* پہلا شبہ
۲۵	* دوسری دلیل	۲۵	* جواب نمبر ۱
۲۶	* تیسری دلیل	۲۶	* جواب نمبر ۲

۴۷	* آٹھواں شبہ	۳۶	* جواب نمبر ۳
۴۷	* رد	۳۶	* دوسرا شبہ
۴۷	* نواں شبہ	۳۶	* جواب نمبر ۱
۴۷	* جواب	۳۷	* جواب نمبر ۲
۴۷	* دسواں شبہ	۳۷	* جواب نمبر ۳
۴۸	* جواب	۳۷	* تیسرا شبہ
۴۸	* حدیث کی تحقیق کا طریقہ	۳۸	* جواب نمبر ۱
۴۸	* حدیث کے مقبول ہونے کی شرائط	۳۸	* جواب نمبر ۲
	* محدثین کی شرائط پر منکرین حدیث	۳۹	* جواب نمبر ۳
۴۹	* کا اعتراض	۴۰	* چوتھا شبہ
۴۹	* جواب	۴۰	* جواب
۵۰	* کتب حدیث کے مختلف مراتب	۴۲	* پانچواں شبہ
۵۰	* پہلا مرتبہ	۴۲	* جواب نمبر ۱
۵۰	* دوسرا مرتبہ	۴۳	* جواب نمبر ۲
۵۰	* دوسرا مرتبہ	۴۳	* جواب نمبر ۳
۵۰	* چوتھا مرتبہ	۴۴	* چھٹا شبہ
۵۰	* پانچواں مرتبہ	۴۴	* جواب
۵۰	* چھٹا مرتبہ	۴۵	* پہلا رد
۵۱	* ساتواں مرتبہ	۴۵	* دوسرا رد
۵۱	* امام ابن حزم کا طریقہ	۴۵	* تیسرا رد
۵۱	* شاہ ولی اللہ کی تقسیم	۴۶	* ساتواں شبہ
۵۱	* پہلا طبقہ	۴۶	* پہلا رد
۵۱	* دوسرا طبقہ	۴۶	* دوسرا رد

- ۶۲ ----- کتب مسانید کا تعارف * ۵۲ ----- * تیسرا طبقہ
- ۶۲ ----- * مسند امام احمد رحمہ اللہ ----- ۵۲ ----- * چوتھا طبقہ
- ۶۳ ----- * مسند امام شافعی رحمہ اللہ ----- ۵۲ ----- * پانچواں طبقہ
- ۶۳ ----- * مسند امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ ----- ۵۳ ----- * کتب احادیث کا تعارف
- ۶۳ ----- * 6- معجم ----- ۵۳ ----- * 1- جامع
- ۶۳ ----- * 1- ترتیب وفات کے اعتبار سے ----- ۵۶ ----- * 2- سنن
- ۶۳ ----- * ۲- ترتیب تقویٰ علم کے لحاظ سے ----- ۵۷ ----- * 3- مستخرج
- ۶۳ ----- * ۳- ترتیب بلحاظ حروف تہجی ----- ۵۸ ----- * مستخرج کے فوائد
- ۶۵ ----- * 7- الجزء ----- ۵۸ ----- * ۱- علو اسناد
- ۶۵ ----- * 8- کتب اطراف ----- ۵۸ ----- * ۲- نقص تدلیس کا ازالہ
- ۶۶ ----- * 9- کتب علل ----- ۵۸ ----- * ۳- وصل، انقطاع و ارسال
- ۶۷ ----- * 10- اربعین ----- ۵۹ ----- * ۴- تعیین مبہم
- ۶۷ ----- * 11- مسلسل ----- ۵۹ ----- * ۵- ایضاح مہمل
- ۶۹ ----- * تعارض حدیث کے متعلق ایک قاعدہ ----- ۵۹ ----- * ۶- شرح قصہ
- صحیحین کی احادیث کو ترجیح دینے پر * ۵۹ ----- * ۷- تتمہ حدیث
- ۷۱ ----- * ابن ہمام کا اعتراض ----- ۵۹ ----- * ۸- نقص اختلاط کا رفع
- ۷۱ ----- * دلیل نمبر ۱ ----- ۶۰ ----- * 4- متدرک
- ۷۱ ----- * دلیل نمبر ۲ ----- ۶۱ ----- * 5- مسند
- ۷۲ ----- * دلیل نمبر ۳ ----- ۶۱ ----- * ۱- ترتیب باعتبار حروف تہجی
- ۷۲ ----- * دلیل نمبر ۴ ----- ۶۱ ----- * ۲- ترتیب صحابہ کرامؓ باعتبار
- رجال صحیحین اور شروط صحیحین میں * ۶۱ ----- * سوابق اسلامیہ
- ۷۳ ----- * فرق کی وجوہات ----- ۶۱ ----- * ۳- ترتیب صحابہؓ باعتبار
- ۷۳ ----- * پہلی وجہ ----- ۶۱ ----- * شرف نسب

۸۰	* جواب نمبر ۸	۷۳	* دوسری وجہ
۸۰	* اصول نمبر 2	۷۳	* تیسری وجہ
۸۱	* جواب	۷۴	* چوتھی وجہ
۸۲	* صوفیوں کا اعتراض	۷۴	* پانچویں وجہ
۸۲	* جواب نمبر ۱	۷۴	* چھٹی وجہ
۸۲	* جواب نمبر ۲	۷۵	* ساتویں وجہ
۸۲	* اصول نمبر 3	۷۵	* ابن ہمام کے دلائل کی طرف توجہ
۸۳	* رد نمبر ۱	۷۵	* پہلی دلیل
۸۳	* رد نمبر ۲	۷۶	* جواب
۸۴	* اصول نمبر 4	۷۶	* دوسری دلیل کا جواب
۸۵	* رد نمبر ۱	۷۷	* تیسری دلیل کا جواب
۸۵	* رد نمبر ۲	۷۷	* چوتھی دلیل کا جواب نمبر ۱
۸۶	* اصول نمبر 5	۷۷	* چوتھی دلیل کا جواب نمبر ۲
۸۶	* رد		* حدیث کو رد کرنے کیلئے وضع کردہ
۸۸	* کتاب بخاری	۷۸	اصول
۸۸	* صحیح بخاری کا نام	۷۸	* اصول نمبر 1
۸۸	* صحیح بخاری کا موضوع	۷۸	* جواب نمبر ۱
۸۸	* ایک شبہ	۷۸	* جواب نمبر ۲
۸۹	* جواب نمبر ۱	۷۸	* جواب نمبر ۳
۸۹	* جواب نمبر ۲	۷۹	* جواب نمبر ۴
۸۹	* جواب نمبر ۳	۷۹	* جواب نمبر ۵
۹۰	* سبب تالیف	۷۹	* جواب نمبر ۶
۹۱	* امام بخاری کا اخلاص	۸۰	* جواب نمبر ۷

- * کتاب بخاری پر آئمہ کی تقریظ اور تائید ۹۱ * اتقان رجال میں بخاری کا مقام بلند
 * صحیح بخاری پر اعتراض ۹۲ * ہونے کی چار وجوہ ۱۰۰
 * اعتراض نمبر ۱ ۹۲ * وجہ اول ۱۰۰
 * جواب ۹۲ * وجہ ثانی ۱۰۰
 * اعتراض نمبر ۲ ۹۳ * وجہ ثالث ۱۰۱
 * جواب ۹۳ * وجہ رابع ۱۰۱
 * اعتراض نمبر ۳ ۹۳ * اعتراض نمبر ۳ ۱۰۲
 * جواب ۹۳ * جواب ۱۰۳
 * شرائط بخاری ۹۴ * تراجم بخاری ۱۰۳
 * مکثرین راوۃ کے پانچ طبقے ۹۴ * لفظ تراجم کے معانی ۱۰۳
 * طبقہ اولیٰ ۹۴ * معنی اول ۱۰۳
 * طبقہ ثانیہ ۹۴ * معنی ثانی ۱۰۳
 * طبقہ ثالثہ ۹۵ * معنی ثالث ۱۰۳
 * طبقہ رابعہ ۹۵ * تراجم بخاری کے حل کے لئے
 * طبقہ خامسہ ۹۵ * لکھی گئیں کتب ۱۰۴
 * غیر مکثرین ۹۷ * تراجم بخاری کی انواع ۱۰۵
 * صحیح بخاری پر اعتراض اور ۹۷ * النوع الاول ۱۰۵
 * اس کا جواب ۹۸ * النوع الثانی ۱۰۶
 * اعتراض نمبر ۲ ۹۸ * النوع الثالث ۱۰۶
 * جواب نمبر ۱ ۹۸ * النوع الرابع ۱۰۶
 * جواب نمبر ۲ ۹۹ * النوع الخامس ۱۰۶
 * جواب نمبر ۳ ۹۹ * النوع السادس ۱۰۶
 * جواب نمبر ۴ ۹۹ * النوع السابع ۱۰۶

- | | | | |
|-----|---|-----|-----------------------------------|
| ۱۱۲ | * تکرار حدیث | ۱۰۷ | * النوع الثامن |
| ۱۱۳ | * تکرار ظاہری کے اسباب | ۱۰۷ | * النوع التاسع |
| ۱۱۳ | * وجہ اول | ۱۰۷ | * النوع العاشر |
| ۱۱۴ | * وجہ ثانی | ۱۰۷ | * النوع الحادی عشر |
| ۱۱۴ | * وجہ ثالث | ۱۰۷ | * النوع الثاني عشر |
| ۱۱۵ | * وجہ رابع | ۱۰۷ | * النوع الثالث عشر |
| ۱۱۵ | * وجہ خامس | ۱۰۷ | * النوع الرابع عشر |
| ۱۱۵ | * وجہ سادس | ۱۰۸ | * النوع الخامس عشر |
| ۱۱۵ | * وجہ سابع | ۱۰۸ | * النوع السادس عشر |
| ۱۱۷ | * تقطیع حدیث | ۱۰۸ | * النوع السابع عشر |
| ۱۱۸ | * اختصار حدیث | ۱۰۸ | * النوع الثامن عشر |
| ۱۱۹ | * معلقات بخاری | ۱۰۹ | * النوع التاسع عشر |
| ۱۱۹ | * معلقات مرفوعہ | ۱۰۹ | * النوع العشرون |
| ۱۱۹ | * معلقات موقوفہ | ۱۰۹ | * النوع الحادی والعشرون |
| ۱۱۹ | * معلقات مرفوعہ کی اقسام | ۱۰۹ | * النوع الثاني والعشرون |
| ۱۲۰ | * دوسری قسم کی اقسام | ۱۱۰ | * النوع الثالث والعشرون |
| ۱۲۰ | * مرفوع بصیغہ جزم | ۱۱۰ | * النوع الرابع والعشرون |
| ۱۲۱ | * معلق بصیغہ ترمیض | ۱۱۰ | * النوع الخامس والعشرون |
| ۱۲۱ | * صحیح غیر ملحق بشرط البخاری | ۱۱۱ | * مترجم بہ اور مترجم لہ کی اصطلاح |
| ۱۲۲ | * حسن صالح اللججہ غیر ملحق بشرط البخاری | ۱۱۱ | * مترجم بہ |
| ۱۲۲ | * غیر ملحق بشرط البخاری لیس صحیح | ۱۱۱ | * مترجم لہ |
| ۱۲۲ | * ولا حسن ولكنه ضعيف | ۱۱۲ | * تکرار حدیث، تقطیع حدیث اور |
| ۱۲۳ | * ایک اعتراض اور اس کا جواب | ۱۱۲ | * اختصار حدیث در ابواب بخاری |

- ۱۳۶ * النوع الرابع -----
- ۱۳۷ * النوع الخامس -----
- ۱۳۷ * النوع السادس -----
- ۱۳۸ * النوع السابع -----
- * منقذ عليه رواة بخاری اور ان کے جوابات ----- ۱۳۹
- * اسباب جرح ----- ۱۴۰
- * جهالت ----- ۱۴۰
- * غلط ----- ۱۴۱
- * انقطاع بوجه تدلیس ----- ۱۴۲
- * انقطاع بوجه ارسال ----- ۱۴۲
- * بدعت ----- ۱۴۲
- * بدعت مکفرہ ----- ۱۴۲
- * بدعت مفسقہ ----- ۱۴۳
- * مخالفت ----- ۱۴۳
- * احادیث بخاری کی تعداد ----- ۱۴۴
- * فائدہ ----- ۱۴۸
- * نتیجہ ----- ۱۴۸
- * کتاب بخاری کے نسخے ----- ۱۴۹
- * نسخہ اول حافظ فربری کا نسخہ ----- ۱۴۹
- * نسخہ ثانیہ حافظ نسفی کا نسخہ ----- ۱۵۰
- * نسخہ ثالثہ حافظ نسوی کا نسخہ ----- ۱۵۰
- * نسخہ رابعہ حافظ بزدوی کا نسخہ ----- ۱۵۱
- ۱۲۴ * جواب نمبر ۱ -----
- ۱۲۵ * جواب نمبر ۲ -----
- * معلقات مرفوعہ بصیغہ ترمیض -----
- کی اقسام ----- ۱۲۵
- * النوع الاول علی شرط البخاری ----- ۱۲۶
- * النوع الثاني صحیح علی شرط غیر البخاری ----- ۱۲۷
- * النوع الثالث ----- ۱۲۷
- * النوع الرابع ----- ۱۲۸
- * النوع الخامس ----- ۱۲۹
- * معلقات مرفوعہ کی اقسام ----- ۱۲۹
- * النوع الاول ----- ۱۲۹
- * النوع الثاني ----- ۱۳۰
- * النوع الثالث ----- ۱۳۰
- * النوع الرابع ----- ۱۳۰
- * النوع الخامس ----- ۱۳۰
- * صحیح بخاری میں منقذ علیہ روایات ----- ۱۳۱
- * مسندات پر تنقید اور ان کے جوابات ----- ۱۳۱
- * اجمالی جواب ----- ۱۳۲
- * قدرے تفصیلی جواب ----- ۱۳۳
- * النوع الاول ----- ۱۳۳
- * النوع الثاني ----- ۱۳۵
- * النوع الثالث ----- ۱۳۶

* نام و نسب ----- ۱۶۹	* جامع بخاری کی کتب اور اس کے
* پورا نام بمعہ کنیت و نسب ----- ۱۶۹	ابواب کی تعداد ----- ۱۵۳
* ولادت ----- ۱۷۰	* احادیث صحیحین کے ثبوت کی
* بچپن ----- ۱۷۰	قطعیت ----- ۱۵۳
* ابتدائی زمانہ میں ذہانت ----- ۱۷۳	* فریقین کے دلائل ----- ۱۵۴
* امام بخاری کے مشائخ اور ان کے	* ایک اعتراض اور اس کا جواب ۱۵۶
طبقات ----- ۱۷۶	* فائدہ اولی ----- ۱۵۷
* طبقہ اولی ----- ۱۷۷	* فائدہ ثانیہ ----- ۱۵۹
* طبقہ ثانیہ ----- ۱۷۸	* شروحات بخاری ----- ۱۶۰
* طبقہ ثالثہ ----- ۱۷۸	* محدث و فقیہ بنانے والی چار کتب ۱۶۲
* طبقہ رابعہ ----- ۱۷۸	* جامع بخاری کے چند ایک فضائل ۱۶۳
* طبقہ خامسہ ----- ۱۸۹	* پہلی فضیلت ----- ۱۶۳
* امام بخاری کا زہد ----- ۱۸۰	* مولانا ثناء اللہ امرتسری کی کتاب ۱۶۳
* امام بخاری کی سیرت ----- ۱۸۱	* دوسری فضیلت ----- ۱۶۴
* فائدہ ----- ۱۸۵	* اعتراض ----- ۱۶۵
* امام بخاری کے ناصحانہ اشعار ۱۹۰	* جواب ----- ۱۶۵
* امام بخاری اپنے اساتذہ کی نظر میں ۱۹۱	* تیسری فضیلت ----- ۱۶۵
* قتیبہ بن سعید کے اقوال ----- ۱۹۳	* اعتراض ----- ۱۶۶
* قول اول ----- ۱۹۳	* جواب ----- ۱۶۶
* قول ثانی ----- ۱۹۳	* چوتھی فضیلت ----- ۱۶۶
* قول ثالث ----- ۱۹۴	* پانچویں فضیلت ----- ۱۶۷
* دوسرے آئمہ کے اقوال ----- ۱۹۵	* چھٹی فضیلت ----- ۱۶۸
* امام بخاری اپنے اقران اور اتباع	* امام بخاری ----- ۱۶۹

- ۲۰۷ ----- کی نظر میں
- * امام بخاری کا حافظہ اور اس کی مثالیں ۲۱۴
- * امام بخاری کی تصانیف ۲۲۳ -----
- * امام بخاری سے روایت لینے والوں کے اسماء گرامی ۲۲۸ -----
- * طبقہ اولیٰ ۲۲۸ -----
- * طبقہ ثانیہ ۲۲۸ -----
- * طبقہ ثالثہ ۲۲۸ -----
- * امام بخاری اور محمد بن یحییٰ ذہلی کے درمیان رقابت ۲۲۹ -----
- * خلق قرآن کا مسئلہ ۲۳۰ -----
- * امام بخاری کا عقیدہ ۲۳۳ -----
- * خالد بن احمد والی بخاری کی امام بخاری سے مخالفت کی وجہ ۲۳۶ -----
- * وفات امام بخاری ۲۳۸ -----
- ﴿ولله الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حافظ عبد المنان نورپوری حفظہ اللہ المنان

استاذ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

ولدیت:

عبدالحق بن عبدالوارث بن قائم الدین نورپوری

ولادت:

۱۹۴۴ء بمطابق ۲۳-۱۳-۱۹۴۳ھ نورپور چہیل، حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

تعلیم:

حافظ عبد المنان نورپوری پرائمری پاس کرنے کے بعد جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں داخل ہوئے۔ والدین نے آپ کا نام خوشی محمد رکھا تھا۔ مگر جب مولانا چراندین نورپوری نے آپ کو جامعہ محمدیہ میں داخل کرایا۔ تو کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ نے آپ کے نام خوشی محمد کو اپنے شیخ حافظ عبد المنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے نام سے تبدیل فرمادیا۔ چنانچہ شیخ سلفیؒ آپ کو مخاطب کر کے ازراہ شفقت فرمایا کرتے تھے ”میں نے اپنے شیخ کے نام پر تیرا نام رکھ دیا“

اساتذہ کرام:

حافظ عبد المنان نورپوری نے مندرجہ ذیل اساتذہ کرام کے سامنے زانویں تلمذتہ کئے۔

۱. حضرت العلام مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ

۲. شیخ الحدیث حضرت مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

۳. حافظ محمد عبد اللہ روپڑی رحمہ اللہ

۵. مولانا جمعہ خان ہزاروی

۴. مولانا عبد الحمید ہزاروی

۷. مولانا عبد الحمید گجراتی

۶. مولانا غلام رسول گجراتی

۹. مولانا عبد الرحمن لکھوی

۸. مولانا عزیز الرحمن

۱۱. خواجہ عبد المنان راز

۱۰. مولانا وزیر کشمیری

۱۳. خواجہ محمد قاسم

۱۲. علامہ حافظ احسان الہی ظہیر

۱۵. مولانا نذیر احمد طیب

۱۴. قاری ولی محمد

برتن سازی میں آپ کے استاذ آپ کے والد گرامی ہیں۔ فراغت کے بعد آپ جامعہ محمدیہ ہی میں منصب تدریس پر فائز ہوئے۔ اور تاحال یہیں خدمت دین میں مصروف ہیں۔ آپ اواخر شعبان تانصف شوال ۱۴۰۴ھ نورستان کا سفر کر چکے ہیں۔

تصانیف و تالیفات:

آپ کی تالیفات کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ۱۔ غنچہ نماز ۲۔ تحقیق التراویح ۳۔ نخبۃ الاصول ۴۔ مسئلہ رفع الیدین
- ۵۔ ادبائے سنت فجر بعد از فرض قبل از طلوع آفتاب ۶۔ رسالہ ”بیس رکعت تراویح کی شرعی حیثیت“ پر ایک نظر ۷۔ کیا تقلید واجب ہے؟ تحریری گفتگو قاضی شمس الدین
- ۸۔ اجادۃ القرئی للاثبات الجمعة فی القرئی ۹۔ ارشاد القاری الی نقد فیض الباری (یہ حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض الباری پر نوٹس کی ترتیب و تفصیل ہے)
- ۱۰۔ احکام و مسائل (سوالات کے جوابات) ۱۱۔ تحقیق التراویح (تحریری مناظرہ قاضی عصمت اللہ)
- ۱۲۔ زبدة المقترح (عربی) ۱۳۔ زبدة التفسیر لوجه التفسیر (عربی)
- ۱۴۔ دروس نور پوری ۱۵۔ حقیقت ایمان (مقالہ) ۱۶۔ تعداد رکعات (مقالہ)
- ۱۷۔ سود کی حرمت (مقالہ) ۱۸۔ قربانی کے احکام و مسائل (مقالہ)
- ۱۹۔ ضعیف روایات (مقالہ دو حصے) ۲۰۔ آئمہ اربعہ (مقالہ)
- ۲۱۔ نکاح میں ولی کی حیثیت (مقالہ) ۲۲۔ دینی امور پر اجرت لینا جائز ہے
- ۲۳۔ حقیقت تقلید (تحریری گفتگو) ۲۴۔ مضمون رد تقلید (مفتی عبدالرشید کے فتویٰ تقلید کا رد)
- ۲۵۔ تعریب اثبات توحید (از حافظ گوندلوی) ۲۶۔ تعریب ختم نبوت (از حافظ گوندلوی)
- ۲۷۔ مرآة البخاری ۲۸۔ بیج التفسیر (عربی) ۲۹۔ نماز مترجم
- ۳۰۔ تعریب اسلام کی دوسری کتاب (از حافظ گوندلوی)

حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب نے ۱۳۸۲ھ میں جامعہ محمدیہ میں کچھ اسباق پڑھانے شروع کئے۔ جبکہ اس وقت آپ ابھی جامعہ سے فارغ التحصیل نہیں ہوئے تھے۔ پھر ۱۳۸۶ھ میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ مستقل طور پر مسند تدریس پر فائز ہو گئے۔

جامعہ محمدیہ کا مختصر تعارف

جامعہ محمدیہ کا قیام ۱۹۲۱ء میں عمل میں آیا۔ گوجرانوالہ چوک نیامیں میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب نے اس کا اجراء کیا۔ محدث و محقق حضرت مولانا محمد گوندلوی نے جامعہ محمدیہ میں بطور معلم اپنی خدمات سرانجام دی۔ ۱۹۶۸ء تک شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے اپنی بھرپور توجہ لگن اور محنت شاقہ سے جامعہ محمدیہ کی آبیاری فرمائی۔ ان کی وفات کے بعد انتظامیہ جامعہ محمدیہ نے جید عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کی خدمات جامعہ محمدیہ کے لئے حاصل کیں۔ جو اس وقت جامعہ مسجد البازار میں درس و تدریس و تبلیغ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب نے جامعہ محمدیہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اور شیخ الکل حافظ محمد گوندلوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب سے علمی فیض حاصل کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ نے ۱۹۶۸ء سے اپنی وفات تک جامعہ محمدیہ کے مہتمم کے منصب کی ذمہ داری نبھائی۔ ان کے خصوصی معاونین شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی صدر مدرس، حافظ عبدالمنان نور پوری، مولانا جمعہ خاں صاحب، مولانا محمد رفیق سلفی صاحب کی ودیگر اساتذہ کرام و انتظامیہ جامعہ محمدیہ کی مشترکہ کوششوں و محنت شاقہ سے اور اپنے اپنے فرائض منصبی کو دیانت دارانہ طور پر ادا کیے۔ آج جامعہ محمدیہ بفضل تعالیٰ دنیا بھر کے مسلک اہلحدیث کے پیروکاروں کا ایک عظیم الشان مسلکی ادارہ کا مقام حاصل کر چکا ہے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کی وفات کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی نے حسب سابق اپنی عالمانہ محققانہ کوششوں سے جامعہ محمدیہ کے جملہ امور کو اعلیٰ معیار کے مطابق جاری و ساری رکھا ہوا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب کی وفات کے بعد جامع مسجد چوک اہلحدیث میں مولانا کی دوران علالت ان کی اجازت سے حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب خطابت اور درس قرآن و حدیث ارشاد فرما رہے ہیں۔ اور جامعہ محمدیہ میں بخاری شریف بھی حافظ عبدالمنان صاحب پڑھا رہے ہیں۔ جامعہ محمدیہ سے ہر سال تقریباً ۸۰ کے علماء فارغ التحصیل ہو رہے ہیں۔ آج تک ہزاروں کی تعداد میں جامعہ محمدیہ سے فارغ ہو کر علمائے کرام پوری دنیا میں تبلیغی و تدریسی، تالیفی و تصنیفی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

محمدی کمپوزنگ سنٹر: گلی مرکزی جامع مسجد اہلحدیث مین روڈ گرجا گھر گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على

رسوله الكريم..... اما بعد:

یہ مجموعہ ادراک استاد محترم حافظ عبد المنان صاحب استاذ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ کے ان دروس پر مشتمل ہے۔ جو انہوں نے کتاب بخاری پڑھانے سے قبل طلبہ کو لکھوائے تھے۔ شوال ۱۴۰۱ھ بمطابق اگست ۱۹۸۱ء کو جامعہ محمدیہ میں کتاب بخاری پڑھنے والی جماعت رائے محمد اشرف صاحب غلام رسول صاحب، عبد الجبار صاحب نذیر احمد صاحب، شبیر احمد صاحب، عطاء اللہ صاحب حافظ عبد الرحمن صاحب اور طارق محمود صاحب پر مشتمل تھی۔ میرے آنے سے قبل کچھ دروس ہو چکے تھے۔ حافظ صاحب کے پڑھانے کا انداز مشفقانہ تھا۔ ایک دن سبق کا پیوں پر لکھوادیتے۔ دوسرے دن وہی سبق طلبہ سے زبانی سنتے تھے۔ یہ طریقہ طلبہ کے لئے بہت ہی مفید تھا۔

تعلیمی میدان میں استاد اور طلبہ کے درمیان تعلق بہت گہرا اور پاکیزہ ہوتا ہے جس پر علم کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ اساتذہ دور حاضر کے فتنوں سے طلبہ کو آگاہ کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنی استعداد کے مطابق ان فتنوں کے سدباب کے لئے تیاری کریں ایک دفعہ اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں یہ بات ہوئی:

”فقال لنا بعض أصحابنا لو جمعتم كتابا مختصرا في

الصحيح لسنن رسول الله ﷺ فوق ذلك في قلبي“

تو یہ بات صحیح بخاری کی تصنیف کا سبب بن گئی۔ اور شاگرد رشید کا یہ قول

”وسألتنی أن أخصها لك في التأليف بلا تكرار“ صحیح مسلم کی تالیف

کا سبب بنا۔

ہمارے ہاں زمانہ ماضی میں جہاں فتنہ انکار حدیث پروان چڑھا۔ وہاں

اہل الرائے احناف بھی آئمہ کی تقلید کرنے اور اس کی دعوت دینے میں پیچھے نہ

رہے۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا:

”الحق والانصاف أن الترجیح للشافعی فی هذه المسئلة

ونحن مقلدون يجب علينا تقليد امامنا أبي حنيفة“

بلکہ اپنے مذہب کی تائید کے لئے یہ اصول وضع کر لئے:

”أن كل آية تخالف قول أصحابنا فانهما تحمل على النسخ

أو على الترجیح“

اور حدیث کے بارے میں یہ کہا:

”ان كل خبر یجئ بخلاف قول أصحابنا فانه یحمل على

النسخ أو انه معارض بمثله“

اور کتاب ہدایہ کے بارے میں ایسی ترجمانی کی۔

ان الهدایة كالقرآن قد نسخت ما صنفا قبلها فی الشرع من كتب

چونکہ استاد محترم حافظ عبدالمنان صاحب نے دوران تدریس ایسی چیزوں کا ذکر

کر کے اچھی طرح ان کا رد کیا تھا۔ اور صحیح بات واضح کی تھی۔ ان کے ایسے نظریات

سے پیدا ہونے والے نتائج سے بھی باخبر کیا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان دروس کو

ترتیب دے کر بعد میں آنے والے باقی بھائیوں کے لئے آسانی پیدا کی جائے۔ اگر

ہو سکے تو کتابوں کے مکمل حوالہ جات نقل کر دیئے جائیں۔ اس لئے میں نے یہ کام

اپنے ذمہ لے لیا۔

میرے جو اسباق تاخیر کی وجہ سے رہ گئے تھے۔ وہ میں نے رائے محمد اشرف

صاحب اور نذیر احمد صاحب سے لے کر پورے کر لئے۔ میرے پاس ذاتی کتابوں کا

ذخیرہ نہیں تھا۔ اور کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں تھا۔ اس لئے استاد محترم سے رہنمائی لیتا رہا

اور مختلف کتابوں کو دیکھتا رہا۔ گوجرانوالہ میں جناح لائبریری، مکرم لائبریری اور جامعہ

محمدیہ کی لائبریری کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا۔ اور لاہور میں دار الدعوة السلفیہ کی

لابریری میں کتابوں کو دیکھا۔ اور کچھ افراد نے مستعار کتابیں دے دیں۔ میں ان تمام افراد اور اداروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے میرے ساتھ تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس تعاون کو قبول کرے۔ اور ان کو بہتر جزاء دے۔ جو ان کے لئے دنیا و آخرت میں مفید ہو۔

درس کے دوران حافظ صاحب نے تمام عربی عبارتیں اور حوالہ جات بغیر کوئی کتاب سامنے رکھے اپنے حافظہ سے لکھوائے تھے۔ دوران تخریج میں نے دیکھا کہ پوری کی پوری عبارت اور حوالہ بالکل کتاب کے مطابق ہے۔ بلکہ اگر کسی جگہ انہوں نے ذاتی فیصلہ کیا ہے۔ وہ بھی محدثین کے قول کے مطابق ہے۔ جہاں عبارات میں تھوڑا بہت فرق محسوس کیا۔ اس کو درست کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے استاد محترم حافظ صاحب کو کمال حافظہ اور قوت کلام سے نوازا ہے۔ وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ علم و عمل میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ طلبہ کے لئے ان کا وجود باعث رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے علم سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین

دور حاضر کے حالات تقاضا کرتے ہیں کہ ہم پہلے سے زیادہ محنت کریں کیونکہ آنے والا زمانہ پہلے سے زیادہ پرفتن ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں یحییٰ بن ابی کثیر کا قول نقل کرتے ہیں:

”لا یستطاع العلم براحة الجسم“

اور خطیب بغدادی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق محمد بن یوسف فربری سے نقل کیا ہے:

”قال كنت عند محمد بن اسماعيل البخاري بمنزله ذات

ليلة فأحصيت عليه أنه قام وأسرج يستذكر أشياء يعلقها

في ليلة ثمانى عشرة مرة“

اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ محنت کی توفیق عطا فرمائے۔ بھولے ہوئے افراد کو اللہ
 ہدایت دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کام کرنے کی توفیق دے۔
 پڑھنے والے بھائیوں سے گزارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے۔ تو اسے میری
 طرف منسوب کرنا۔ کیونکہ میں نے پوری کوشش کی ہے کہ بات من و عن درج کی
 جائے۔ تاہم انسان ہوں بسا اوقات بات ستنے اور سمجھنے میں خطا سرزد ہو جاتی ہے اور
 اس غلطی سے مطلع کر دینا۔ اور اگر کوئی مشورہ ہو تو پہنچا دینا۔ اس بندہ فقیر الی رحمۃ اللہ
 کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرنا۔ کہ اللہ تعالیٰ خطاؤں کو معاف فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

محمد یونس عتیق

جامع مسجد اقصیٰ الفلمدیث الہ آباد

ڈاکخانہ نظام آباد تحصیل وزیر آباد گوجرانوالہ

۹ صفر ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲۵ مئی ۱۹۹۹ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بخاری شریف کو علی وجہ البصیرت شروع کرنے سے پہلے تین چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

۱. علم الحدیث ۲. کتاب بخاری ۳. امام بخاری

۱۔ علم الحدیث

علم الحدیث دو لفظوں کا مجموعہ ہے علم اور حدیث

علم:

علم کا معنی دانستن یعنی جاننا ہے۔ ایک دوسرا معنی یہ ہے۔ کہ علم ایک ایسی صفت ہے۔ جس کے ذریعے مطلوب روشن ہو۔ علم کی حقیقت میں بہت سے اقوال ہیں لیکن صحیح ترین قول یہی ہے۔ کبھی علم کا معنی ملکہ بھی ہوتا ہے۔ اگر علم کا معنی جاننا مراد لیا جائے تو علم حدیث کا معنی ہوگا حدیث کا جاننا۔ اگر علم سے مراد دوسرا معنی ہو تو علم حدیث کا معنی ہوگا ایک ایسی صفت روحانیہ جس کے ذریعے حدیث روشن ہو اگر علم کا معنی ملکہ مراد لیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ یہ ایک ملکہ ہے جس کے ذریعے حدیث کی معرفت حاصل ہو۔ علم کا اطلاق مسائل پر بھی ہوتا ہے۔

الحدیث:

دوسرا لفظ حدیث ہے لغت میں اس کا معنی بات ہے اور کسی نئی چیز کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ عرف اور اصول فقہ والوں کے نزدیک حدیث نبی ﷺ کے اقوال افعال اور تقریرات کو کہتے ہیں۔ محدثین کے نزدیک نبی ﷺ کے اقوال افعال، تقریرات صفات اور حالات کو حدیث کہتے ہیں۔ محدثین کے نزدیک حدیث کی تعریف یہ ہے۔

”ما أضيف الى النبي ﷺ من قول أو فعل أو تقرير أو صفة

أویوم أو حال“

بسا اوقات حدیث کا لفظ صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال افعال اور تقریرات پر بھی بولا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے حدیث کا مفہوم عام ہوگا۔ جو حدیث نبی ﷺ کی طرف منسوب ہوگی وہ مرفوع حدیث ہوگی۔ اور جو صحابہ کی طرف منسوب ہو وہ موقوف ہوگی۔ اور جو تابعین کی طرف منسوب ہو وہ مقطوع ہوگی حدیث کے ساتھ تین اور لفظ استعمال ہوتے ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔

۳. اثر

۲. سنت

۱. خبر

۱۔ خبر:

لغت میں خبر اس چیز کو کہتے ہیں۔ جو نقل کی جائے یا بیان کی جائے۔ خبرِ خمیرہ سے مشتق ہے۔ خمیرہ کا معنی تجربہ بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ خبر تجربہ پر بھی پیش کی جاتی ہے خواہ سچی ہو یا جھوٹی۔ اصطلاحی تعریف یہ ہے:

”قول يقصد به الحكاية عن الواقع“
کئی محدثین کے نزدیک خبر اور حدیث ہم معنی لفظ ہیں۔

۲۔ سنت:

الطريقة المسلوكة حسنة كانت أو سيئة
یہ لغوی معنی ہے عرف اور شرع کے اندر الطريقة المسلوكة المحموده
ہوتا ہے سنت کا لفظ تین مقامات پر بولا جاتا ہے۔

۳. بمقابلہ بدعت

۲. دلائل

۱. احکام

۱۔ احکام:

احکام کے اندر اگر سنت کا لفظ ہو تو جمہور علماء کے نزدیک یہ معنی ہوں گے کہ یہ چیز فرض اور واجب نہیں۔ مندوب اور مستحب ہے۔ اگر اس کو اختیار کیا جائے۔ تو ثواب ہے۔ اس کے ترک سے گناہ نہیں۔ احناف نے سنت کی یہ تعریف کی ہے۔

”ما واظب عليه النبي ﷺ مع تركه أحيانا“

۲۔ ادلہ:

ادلہ کے اندر جب سنت کا لفظ استعمال ہو تو تعریف یہ ہوگی

”ما صدر عن النبي غير القرآن من قول أو فعل أو تقرير“

۳۔ بدعت یا اہل بدعت کے مقابلہ میں ہو:

جب سنت یا اہل سنت کا لفظ بدعت یا اہل بدعت کے مقابلہ میں ہو تو معنی یہ ہوگا کہ وہ بدعت یا اہل بدعت نہیں مصطلحات سے قبل کے زمانہ میں فرض پر سنت کا لفظ بول لیتے تھے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مغرب کے دو نفلوں کے لئے حکم دیا تو فرمایا:

صلوا قبل صلاة المغرب قال في الثالثة لمن شاء

اور راوی نے وضاحت فرمائی: كراهية أن يتخذها الناس سنة (۱)

۳۔ اثر:

اثر کا معنی نقل، نشان اور نتیجہ ہے۔ ثمرہ کو بھی اثر کہہ دیتے ہیں۔ عرف میں خبر حدیث اور اثر ہم معنی لفظ ہیں۔ بعض کہتے ہیں: مرفوع احادیث کو آثار نہیں کہیں گے لیکن مرفوع حدیث پر بھی اثر کا لفظ بولا جاتا ہے۔

علم حدیث کی تعریف

علم يعرف به أقوال النبي ﷺ وأفعاله وتقاريراته وصفاته

وأحواله وأيامه.

امام سیوطی نے اعتراض کیا ہے کہ یہ تعریف مانع نہیں۔ کیونکہ یہ علم استنباط کو بھی شامل ہے لیکن یہ اعتراض ناقابل التفات ہے۔ کیونکہ علم استنباط بھی علم حدیث کی ایک قسم ہے۔ اس کو اگر یہ تعریف شامل نہ ہو۔ تو تعریف ناقص رہ جاتی ہے جاں نسیب ہوتی

(۱) باب الصلوة قبل المغرب حاشی حدیث اول ص ۱۵۷

علم حدیث کی تین قسمیں ہیں۔

۱. علم درایۃ الحدیث ۲. علم روایۃ الحدیث ۳. علم اسماء الرجال

علم درایۃ الحدیث

علم یبحث عن کیفیۃ اتصال الأحادیث بالنبی من حیث

أحوال رواتها ضبطاً وعدالة.

علم درایۃ الحدیث وہ علم ہے۔ جس کے اندر نبی ﷺ تک احادیث پہنچنے کی کیفیت پر بحث ہوتی ہے۔ اس حیثیت سے کہ ان کے راوی عادل ضابط ہیں یا نہیں سند اس کی متصل ہے یا کہ نہیں؟ وہ صحیح یا ضعیف ہیں؟

علم درایۃ الحدیث کا موضوع

الراوی و المروری عنه من حیث الرد والقبول

اس کا دوسرا نام علم المصطلح اور اصول حدیث بھی رکھتے ہیں۔

علم روایۃ الحدیث

علم ینقل أقوال النبی ﷺ وأفعاله

اس کا دوسرا نام علم متن الحدیث بھی ہے۔

موضوع:

ذات رسول اللہ ﷺ من حیث أنه رسول اللہ ﷺ

امام سیوطی نے اعتراض نقل کیا ہے کہ ذات رسول اللہ ﷺ تو علم طب کا موضوع ہے لیکن یہ اعتراض ناقابل التفات ہے کیونکہ علم طب کا موضوع ذات رسول اللہ ﷺ من حیث صحة الجسم ہے اور یہ من حیث رسول اللہ ﷺ ہے بعض نے اس اعتراض سے بچنے کے لئے اس کا موضوع نبی ﷺ کے افعال، اقوال اور تقریرات کو قرار دیا ہے۔

حدیث کا قرآن کے ساتھ کیا تعلق ہے

اکثر کا خیال ہے۔ کہ حدیث قرآن کی شرح اور بیان ہے کہ جو چیز قرآن میں مجمل یا مشکل ہے۔ اس کی توضیح اور تفصیل حدیث میں ہے۔ اس طرح حدیث کو قرآن کی شرح اور بیان بنانے کی بناء پر حدیث کی مستقل حیثیت نہ رہی۔ حالانکہ حدیث اولہ میں شمار ہے اور دلیل تب بن سکتی ہے جب مستقل حیثیت ہو۔ اب حدیث قرآن کی شرح بھی ہے اور حدیث میں مستقل احکام بھی ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ حدیث دوسرے نمبر پر ہے اس کے لئے وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی حدیث پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی حدیث منکر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین تو سنت کو قاضی کی حیثیت دیتے تھے۔ قرآن کا مطلب سمجھنا ہوتا تو سنت پر پیش کرتے۔ کیونکہ قرآن کا حکم وہی ہوگا جو سنت سے ثابت ہوگا۔

کتابت حدیث اور تدوین حدیث

کتابت حدیث کا مطلب ہے۔ حدیث کو لکھنا خواہ مرتب ہو یا غیر مرتب اور تدوین حدیث کا مطلب ہے کسی خاص ترتیب سے احادیث کو لکھنا۔ جیسے مشائخ کی ترتیب اور حروف معجم کی ترتیب۔ کتابت حدیث عام اور تدوین حدیث خاص ہے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں کتابت حدیث کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا منکرین حدیث کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں حدیث مکتوب نہیں تھی یہ لوگ تدوین حدیث سے دھوکہ کھاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کتابت حدیث تابعین کے دور میں شروع ہوئی۔ حالانکہ ان کی یہ بات درست نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کتابت حدیث کے دلائل

پہلی دلیل:

مسند احمد، دارمی اور ابوداؤد میں حدیث ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص

رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی احادیث لکھتا تھا دارمی کے لفظ یہ ہیں:

كلما سمعته أكتب

”کہ میں جو نبی ﷺ سے سنتا تھا۔ وہ لکھ لیتا تھا“

اور مسند احمد کے لفظ ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں۔ کہ ہم آپ سے حدیثیں سنتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کیا ہم لکھ لیا کریں؟ تو نبی ﷺ نے لکھنے کی اجازت دے دی مسند احمد اور ابوداؤد میں ہے کہ جس حالت میں بھی مجھ سے کوئی کلمہ صادر ہوتا ہے صحیح ہوتا ہے لکھ لیا کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما من أصحاب النبي أكثر حديثا مني الا ما كان من عبد الله

ابن عمرو رضی اللہ عنہ فانه كان يكتب ولا أكتب (۱)

”یعنی کسی صحابی کے پاس مجھ سے زیادہ ذخیرہ حدیث نہیں۔ صرف عبد اللہ بن

عمرو کے پاس ہے۔ کیونکہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا“

اس مقام پر ایک اشکال ہے کہ کتابوں میں حضرت عبد اللہ بن عمرو کی نسبت

حضرت ابو ہریرہ کی احادیث زیادہ ہیں اس اشکال کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عبد اللہ

رضی اللہ عنہ کی احادیث زیادہ تھیں۔ لیکن روایت میں کم آئی ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ کی احادیث زیادہ مروی ہیں۔ اس کی چند وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ

پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہتے تھے۔ اور حضرت

عبد اللہ رضی اللہ عنہ مصر اور طائف میں رہتے تھے۔ طالب علم مصر کی نسبت مدینہ کی

طرف زیادہ جاتے تھے۔

دوسری وجہ

(۱) قال سمعت أبا هريرة يقول ما من أصحاب النبي ﷺ أحد أكثر حديثا عن مني الا ما كان

من عبد الله بن عمرو فانه كان يكتب ولا أكتب (رواه البخاری ص ۲۲ جلد ۱)

دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تعلیم کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور خود محنتی تھے۔ لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سیاست میں تھے تو ظاہر ہے کہ ان کے پاس طالب علم کم جاتے ہوں گے۔ انہیں بھی حدیث سنانے کی فرصت کم ملتی ہوگی۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اہل کتاب کی کچھ کتابیں حاصل کر رکھی تھیں۔ اس لئے طالبین علم کا رجوع حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف زیادہ تھا یہ چند ایک وجوہات تھیں جن کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مروی احادیث کی تعداد زیادہ ہے حضرت عبداللہ نے احادیث ایک کتابچہ میں لکھ رکھی تھیں۔

زمانہ رسالت میں کتابت حدیث کی دوسری دلیل

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا هل عندکم کتاب؟ قال لا الا کتاب اللہ او فہم اعطیہ رجل مسلم او ما فی ہذہ الصحیفۃ قال قلت وما فی ہذہ الصحیفۃ قال العقل وفکاک الأسیر ولا یقتل مسلم بکافر (۱)

”کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ تو حضرت علی نے جواب دیا نہیں صرف اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے یا سمجھ ہے جو ایک مسلمان آدمی کو دی جاتی ہے یا جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے پوچھا۔ اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو حضرت علی نے جواب دیا کہ دیت کے احکام، قیدیوں کو چھڑانا اور یہ کہ کسی مسلم کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا“

(۱) عن ابی جحیفۃ قال قلت لعلی رضی اللہ عنہ هل عندکم کتاب قال لا الا کتاب اللہ او فہم اعطیہ رجل مسلم او ما فی ہذہ الصحیفۃ قال قلت وما فی ہذہ الصحیفۃ قال العقل وفکاک الأسیر ولا یقتل مسلم بکافر (رواہ البخاری ص ۲۱ ج ۱)

یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ کہ حضرت علی کے پاس لکھا ہوا ایک صحیفہ تھا۔ اس تاریخی شہادت سے معلوم ہوا۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں احادیث لکھتے تھے۔

زمانہ رسالت میں کتابت حدیث کی تیسری دلیل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو خزاعہ نے بنو لیث کا ایک آدمی فتح مکہ کے دن قتل کر دیا جب نبی ﷺ کو خبر ملی تو آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور خطبہ دیا:

فجاء رجل من أهل اليمن فقال أكتب لي يا رسول الله ﷺ

فقال أكتبوا لابي فلان الخ (۱)

”تو خطبہ کے بعد ایک آدمی آیا تو اس نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول مجھے لکھ

دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: ابو فلاں کو لکھ دو“

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث لکھنے کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں شروع ہو چکا تھا۔ صرف تدوین نہیں ہوئی تھی۔

کتابت حدیث پر منکرین حدیث کا اعتراض:

منکرین حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث کا سہارا لیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لا تكتبوا عني ومن كتب عني غير القرآن فليمحاه (۲)

”کہ تم مجھ سے کچھ نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ لکھا وہ

اسے مٹا دے“

پہلا جواب:

اس شبہ کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت ابتداء اسلام کی ہے جب قرآن

(۱) باب كتابة العلم صحيح البخاری جلد ۱ ص ۲۱

(۲) باب التثبيت في الحديث وحكم كتابة العلم صحيح مسلم جلد ۲ ص ۴۱۴

حدیث کا امتیاز نہیں تھا۔ اور اب یہ منسوخ ہو چکی ہے۔

دوسرا جواب:

یہ حدیث منسوخ نہیں۔ بلکہ آپ نے دونوں چیزوں کو ملا کر لکھنے سے منع فرمایا تھا تا کہ قرآن مجید کے الفاظ الگ محفوظ ہو جائیں۔ حدیث کے الفاظ قرآن کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں حدیث لکھی جاتی تھی جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے

عن عبد الله بن عمر قال كان رسول الله ﷺ قد كتب الصدقة ولم يخرجها الى عماله حتى توفي قال فأخرجها أبو بكر من بعده فعمل بها حتى توفي الخ (۱)

”حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کے نصاب کے متعلق لکھوایا۔ ابھی آپ اس کو صوبوں کی طرف نہیں بھیج سکے تھے کہ آپ فوت ہو گئے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے بعد اس کو بھیج دیا۔ اور خود اس پر عمل کیا“

صحابہ کرام کے دور میں کتابت حدیث:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں بھی حدیث لکھی جاتی تھی۔

أن أنسا حدثه أن أبا بكر كتب له هذا الكتاب لما وجهه الى البحرين (۲)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے یہ خط (نصاب زکوٰۃ) لکھا جب اس کو بحرین کی طرف روانہ کیا“

(۱) مقدمة تحفة الأحمدي ص ۲۰، مسند أحمد جلد ۲ ص ۱۵، سنن أبو داود كتاب

الزكاة ص ۱۵۶

(۲) باب زكاة الغنم صحيح البخاري جلد ۱ ص ۱۹۵

حضرت ابو ہریرہ کے شاگرد فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حدیث اپنے استاد ابو ہریرہ کو سنائی۔ میں نے وہ حدیث اپنے استاد سے سنی ہوئی تھی۔ آپ نے کہا کہ یہ حدیث میری نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ سے سنی ہے۔ تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ اچھا کتابیں دیکھتا ہوں اگر ان میں ہوئی تو حدیث میری ہوگی۔ جب کتابیں نکالی گئیں تو حدیث مل گئی۔ (۱) ہمام بن منبہ حضرت ابو ہریرہ کے شاگرد ہیں وہب بن منبہ ان کے بھائی ہیں انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے احادیث لکھی ہوئی تھیں وہ اپنے صحیفہ سے دیکھ کر احادیث بیان کرتے تھے صحیح مسلم میں اس صحیفہ کی بہت سی احادیث ہیں صحیح بخاری میں بھی ہیں لیکن

(۱) عن حسن بن عمرو قال حدثت عن أبي هريرة بحديث فأنكره فقلت اني سمعته منك قال ان كنت سمعته فانه مكتوب عندي فأخذ بيدي الي بيته فأراني كتابا من كتب من حديث رسول الله ﷺ فوجد ذلك الحديث فقال قد أخبرتك اني ان كنت حدثتك فهو مكتوب عندي (مقدمه تحفة الاحوذى ص ۱۹)

فائدہ نمبر ۱: فقد ذكر البخاری أنه روى عنه ثمانمائة نفس من التابعين ولم يقع هذا لغيره (مقدمه تحفة الاحوذى ص ۱۹)

امام بخاری نے یہ بات ذکر کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کے شاگردوں سے آٹھ سو افراد نے روایت نقل کی ہے۔ یہ شرف کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔ لیکن علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب نے امام بخاری کے حوالے سے روایت کیا

قال البخاری روى عنه سبعمائة نفر من أولاد المهاجرين والأنصار (مقدمه فتح الملهم ص ۱۱) علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کو غلطی لگ گئی ہے۔ آٹھ سو والی تعداد زیادہ درست ہے

فائدہ نمبر ۲: ذكر الحافظ بقى بن مخلد الأندلسى فى مسنده لأبى هريرة خمسة آلاف حديث وثلاثمائة وأربعة وسبعين حديثا وليس لأحد من الصحابة هذا القدر (مقدمه صحيح مسلم مع شرح للنووى ص ۸)

فائدہ نمبر ۳: حضرت ابو ہریرہ نے ڈیڑھ سو سے زیادہ حدیثیں ان کو املا کرائیں۔ ان کا ایک چھوٹا سا رسالہ محدثین میں صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے مشہور ہے۔ مقام لکھنؤ کے صحیفہ ہمام بن منبہ برلن اور دمشق کے کتب خانہ کے ملفوظات میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب حیدرآبادی ثم استنبولی کو خوش قسمتی سے دستیاب ہو گیا۔ ۱۹۵۵ء میں انہوں نے اس کا اردو ترجمہ عربی متن کے ساتھ شائع کر دیا ہے اس کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہ کی جو روایات مسند احمد بن حنبل میں موجود ہیں اور جو روایت صحیفہ ہمام میں موجود ہے دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے یہ مطابقت احادیث کی صحت و حفاظت پر دلیل بین ہے (صیانت الحدیث ص ۱۲۷: مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈاگری)

عن طاؤس قال أتى ابن عباس بكتاب فيه قضاء علي

فمحاها الا قدر وأشار سفيان بن عيينة بذراعه (۱)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ احادیث کتاب کی شکل

میں لائی گئیں تو حضرت ابن عباس نے ان میں سے کچھ کاٹ دیں“

ان واقعات کی روشنی میں منکرین حدیث کا یہ قول غلط ثابت ہوا کہ نبی

ﷺ کے زمانہ میں کتابت حدیث نہیں تھی بلکہ زمانہ رسالت اور صحابہ کرام کے

دور میں کتابت حدیث تھی۔ لیکن تدوین حدیث نہیں تھی۔ کتابت حدیث کے

متعلق گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ صحیفہ صادقہ مکتوبہ عبداللہ بن عمرو بن العاص

حدیث کی سب سے پہلی کتاب ہے۔ (۲)

تدوین حدیث

تدوین حدیث کا سلسلہ تابعین کے آخری دور میں شروع ہوا۔ تدوین کے لحاظ سے

سب سے پہلی کتاب ربیع بن صبیح کی ہے۔ (۳) بعض کہتے ہیں۔ امام زہری ابو بکر محمد بن

مسلم نے تدوین حدیث کے لئے سب سے پہلے کام شروع کیا۔ باقاعدہ حکومت کی

طرف سے ارشاد ہوا تھا۔ امام زہری سرکاری حکم سے کتابیں لکھتے تھے۔ (۴) بعض کا

(۱) مقدمہ صحیح مسلم ص ۱۰

(۲) عن مجاهد عن عبد الله بن عمرو قال ما يرغني في الحياة الا الصادقة والوهط فأما

الصادقة فصحيفة كتبها من رسول الله ﷺ وأما الوهط فأرض تصدق بها عمرو بن العاص

كان يقوم عليها (رواه الدارمي مقدمه تحفة الأحوذى ص ۲۰)

(۳) فأول من جمع ذلك الربيع بن صبيح وسعيد بن عروة وغيرهما (مقدمه تحفة

الأحوذى ص ۱۳)

(۴) وكتب عمر بن عبد العزيز الى أبي بكر بن حزم أنظر ما كان من حديث رسول الله ﷺ فأكتبه

(رواه البخارى ص ۲۰)

پہلے مدون سید بن ابی عمرو ہیں۔ لیکن یہ بات ^{۳۰۰} ~~پہلے مدون سید بن ابی عمرو ہیں۔ لیکن یہ بات~~ صحیح بخاری کے سب سے پہلے مدون سید بن ابی عمرو ہیں۔ لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ سعید بن ابی عمرو ۱۵۶ھ میں فوت ہوئے اور امام زہری کو عمر بن عبدالعزیز نے لکھنے کا حکم دیا تھا۔ اور عمر بن عبدالعزیز ۱۰۱ھ میں فوت ہوئے لہذا یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ کہ حدیث کے سب سے پہلے مدون امام زہری ہیں۔ (۱) ان کی تدوین میں خاص ترتیب نہیں ہوتی تھی۔ اس کے بعد وہ دور آیا جس میں فقہی ترتیب پر کتابیں لکھی گئیں۔ اس سلسلے کی سب سے پہلی کتاب مؤطا ہے جو امام مالک رحمہ اللہ نے لکھی تھی امام مالک مدینہ میں رہتے تھے۔ معمر بن راشد یمن میں تھے ابو عمرو عبدالرحمن اوزاعی شام کے علاقے میں تھے سفیان ثوری کوفہ میں تھے حماد بن سلمہ بصرہ میں تھے ان تمام نے کتابیں لکھیں۔ یہ تمام امام مالک کے ہم عصر تھے پھر ایک دور آیا جس میں مسند کتابیں لکھی گئیں۔ (۲) وہ مسانید کے انداز پر تھیں۔ اس کے بعد مسند اور ابواب دونوں طریقوں پر کتابیں لکھی گئیں۔ ان کے بعد صحاح ستہ والا دور شروع ہوا امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری لکھی۔ اور مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح تصنیف کی۔ تو اس طرح کتابت حدیث کا سلسلہ زمانہ رسالت سے لے کر آج تک جاری ہے تدوین حدیث کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ کے بعد شروع ہوا۔ اور اب تک جاری ہے۔

حجیت حدیث

کوئی مسلمان ایسا نہیں جو مسلمان بھی کہلائے اور مطلقاً حدیث کا انکار کر دے کچھ افراد بعض جزئیات کے منکر رہے ہیں۔ جیسے شیعہ، معتزلہ اور خوارج کیوں کبھی خبر

(۱) أول من دون الحديث ابن الشهاب الزهري علي راس المائة بأمر عمر بن عبد العزيز (فتح الباری، تدوین حدیث ص ۲۸۳)

(۲) فصنف المسانيد فصنف عبيد الله بن موسى العيسى مسندا ثم صنف نعيم بن حماد الخزازي نزيل مصر مسندا ثم اقتفى الأئمة أثرهم في ذلك فقل امام من الحفاظ الا وصنف حديثه في المسانيد كالامام أحمد بن حنبل واسحاق بن راهويه وعثمان بن أبي شيبة وغيرهم ومنهم من صنف على الأبواب والمسانيد معا كابي بكر بن أبي شيبة كذا في مقدمة فتح الباری، مقدمة تحفة الأحوذى ص ۱۳

واحد کہہ کر انکار کیا۔ اور کبھی حدیث کو عقل اور قرآن کے خلاف کہنے کی کوشش کی۔ آج سے اڑھائی سو سال قبل کچھ لوگ آئے۔ جنہوں نے مطلقاً حدیث کا انکار کیا اور بعض وجود حدیث کے ہی منکر ہیں۔ ان کی یہ بات بالکل باطل ہے۔ جس کے لئے چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

قرآن مجید سے حجیت حدیث کے دلائل پہلی دلیل:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (سورۃ
حشر آیت ۷)

اس آیت سے پتہ چل رہا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا امر اور نبی دونوں حجت ہیں۔ اگر دونوں حجت نہ ہوں۔ تو حکم دینے کا کوئی مطلب ہی نہیں منکرین حدیث کہتے ہیں۔ کہ یہ آیت مسئلہ فنی کے بارے میں ہے۔ ان کا یہ شبہ اس طرح دور ہوگا کہ عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے۔ خصوص شان نزول کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ورنہ قرآن مجید بھی تمام احوال، ازمہ، مقامات اور اشخاص میں حجت نہیں رہے گا۔

العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب الا بثبت.

ان کے اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیت مسئلہ فنی کے لئے ہی ہے ہم تسلیم کر لیتے ہیں۔ تو مسئلہ فنی کے لئے آپ کے جو امر و نواہی ہوں گے۔ وہ تو نافذ ہوں گے۔ تو مسئلہ فنی میں آپ کا امر و نبی کیوں نافذ کیا؟ صرف اس لئے کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ تو آپ دوسرے امور کے لئے بھی رسول اللہ اور نبی ہیں
دوسری دلیل:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ

﴿ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ (سورة الاحزاب آية ۳۶)

کسی مؤمن مرد یا عورت کو اختیار ہی نہیں۔ کہ اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دیں پھر وہ یہ سوچتا رہے۔ کہ میں عمل کروں یا نہ کروں۔ اگر ایماندار ہے تو بلا تامل آپ کا فیصلہ قبول کرے گا۔ اس سے پتہ چلا کہ نبی ﷺ کا فیصلہ حجت ہے۔ ورنہ لوگوں کا اختیار ختم نہیں کیا جاسکتا۔

تیسری دلیل:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا﴾ (سورة النساء آية ۶۵)

اس آیت سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ کا فیصلہ حجت ہے جب تک نبی ﷺ کا فیصلہ ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے تسلیم نہیں کریں گے تو اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتے اگر نبی ﷺ کا فیصلہ حجت نہ ہو تو ایمان کی نفی کیسے ہوگی؟

چوتھی دلیل

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (سورة الاحزاب آية ۲۱)

اسوہ کا معنی ہوتا ہے جس کے نقش قدم پر چلا جائے۔ اگر آپ کا امر اور نبی حجت نہیں۔ تو آپ اسوہ کیسے بنیں گے؟ حالانکہ آپ اسوہ حسنہ ہیں۔ یہ آیت بتا رہی ہے کہ آپ کے اقوال اور افعال حجت ہیں۔ اسی کو حدیث کہتے ہیں۔

پانچویں دلیل:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ
يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (سورة النور آية ۶۳)

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے امر کی مخالفت کرنے والے کو فتنہ یا درد ناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ اگر آپ کا امر حجت نہیں تو عذاب الیم کی وعید کیسے ہو سکتی ہے؟
چھٹی دلیل:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ (سورة

آل عمران آية ۳۱):

اگر تمہارے اندر اللہ کی محبت موجود ہے تو رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ایمان کا تقاضا ہے۔ جس کے بغیر آدمی ایماندار نہیں بن سکتا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رسول اللہ ﷺ کے اتباع پر موقوف ہے۔ اگر لوگ رسول اللہ ﷺ کا اتباع نہ کریں تو ایماندار نہیں ہو سکتے۔ بلکہ قرآن کے ماننے والے بھی نہیں رہتے۔ قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں۔ جن میں خاص حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَن قِبَلِهِمُ الَّذِي كَانُوا

عَلَيْهَا﴾ (سورة البقرة آية ۱۴۲)

”کہ مسلمانوں کو اپنے قبلے سے کس چیز نے پھیر دیا؟“

مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ اس کا تذکرہ قرآن مجید میں کہیں بھی موجود نہیں اس کا تذکرہ احادیث میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو حکم حدیثوں میں ہے وہ اللہ کا حکم ہے سورة التحريم آیت ۳ میں ہے:

﴿وَإِذْ أَسْرَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَأَ بِهِ

وَأظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ﴾ الخ

کہ نبی ﷺ نے اپنی بیوی کے ساتھ راز کی بات کی۔ تو اس بیوی نے راز کو فاش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر اپنے نبی کو دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے جو اطلاع اپنے

نبی کو دی ہے۔ وہ قرآن میں نہیں ہے حدیث میں ہے۔ کہ جب نبی ﷺ نے بیوی سے پوچھا تو بیوی نے کہا۔ کہ آپ کو کس نے خبر دی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا بیوی سے سوال کرنا قرآن میں مذکور نہیں لیکن جواب مذکور ہے منکرین حدیث کہتے ہیں کہ ﴿واظہرہ اللہ علیہ﴾ میں ہے لیکن یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ ﴿واظہرہ اللہ﴾ خبر ہے۔ ایک حکایت ہوتی ہے دوسرا محکی عنہ ہوتا ہے۔ حکایت محکی عنہ سے غیر ہوا کرتی ہے۔ اگر اس کو محکی عنہ مان لیں۔ تو بات غلط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ محکی عنہ پورا واقع ہے۔

ساتویں دلیل:

﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ غَصِيْتُ رَبِّي عَذَابَ

يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ (سورة یونس آیت ۱۵)

اس آیت میں نفی اور استثناء موجود ہے جو قصر کا فائدہ دیتا ہے۔ کہ میں صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں۔ وحی کے علاوہ کسی کی پیروی نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت صرف وحی کی پیروی ہوتی تھی۔ جس کی پیروی ہوتی تھی وہ آپ کی حدیث ہی تھی اور قرآن ہی تھا۔ لہذا حدیث بھی وحی ہے۔ ورنہ مذکورہ بالا آیت میں قصر درست نہیں رہتا۔

آٹھویں دلیل:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ

يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بَأْذَنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيُّ حَكِيمٌ وَكَذَلِكَ

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا﴾ (سورة شوری آیت ۵۱، ۵۲)

انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہم کلام ہونے کے تین طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ خفیہ اشارہ ہو۔ دوسرا طریقہ پس پردہ کلام کرنا ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوئے۔ اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی فرشتے کو پیغام دے کر بھیج دے

اسی طرح ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تک دین تین طریقوں سے آیا ہے۔ قرآن مجید ان تین طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ دوسرے دونوں طریقوں سے جو قوانین آئے۔ وہ کہاں ہیں؟ وہ حدیث کی شکل میں ہیں اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ

تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ (سورة النساء آية ۱۱۳)

”اور اللہ نے تجھ پر قرآن نازل کیا اور حکمت نازل کی“

کوئی حکمت نازل ہوئی؟ وہ حدیث ہے۔

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ آپ کی حدیث اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے جو شخص حدیث کا منکر ہے۔ وہ قرآن کا منکر ہے۔ اگر وہ قرآن کو مانتا ہے تو ان تمام قرآنی آیات کو بھی مانے گا۔ جب وہ قرآنی آیات کو تسلیم کرے گا۔ تو حدیث کو خود بخود حجت تسلیم کرے گا۔

اور ان کے جوابات

منکرین حدیث کے شبہات

پہلا شبہ

حدیث اور سنت وحی نہیں۔ اس لئے حجت نہیں ہو سکتی۔

جواب نمبر ۱:

اس شبہ کا پہلا جواب یہ ہے۔ کہ انہوں نے جو قاعدہ بنا لیا ہے۔ وہ قاعدہ غلط ہے مثلاً: باپ بیٹے کو ایک حکم دیتا ہے۔ بیٹا اس حکم کو مانتا ہے تو کیا وہ حکم وحی ہوتا ہے؟ پرویز صاحب اپنے شاگردوں کو حکم کریں۔ شاگرد اطاعت نہ کریں کیونکہ پرویز صاحب بذریعہ وحی نہیں بولتے۔ تو کیا یہ بات درست ہوگی؟ گویا یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو باپ یا استاد کا مرتبہ نہیں دیتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سورۃ القصص آیت ۱۹ تا ۲۱ میں ہے کہ جب ان سے ایک قبطنی مارا گیا۔ تو شہر کے باہر سے ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا۔ موسیٰ علیہ السلام بادشاہ نے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نکل جائیں۔ موسیٰ علیہ السلام ڈرتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔ اس آدمی نے یہ حکم وحی کے ذریعے سے نہیں دیا تھا تو معلوم ہوا کہ وحی کے بغیر بھی اقوال حجت ہوا کرتے ہیں۔

جواب نمبر ۲:

اس شبہ کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ حدیث بھی اللہ کی طرف سے وحی ہے۔

جواب نمبر ۳:

منکرین حدیث اپنے اس دعویٰ ”حدیث وحی نہیں“ کو قرآن سے ثابت کریں۔ وہ ثابت نہیں کر سکیں گے

﴿وَلَوْ كَانَتْ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ (سورۃ الاسراء آیت ۸۸)

دوسرا شبہ:

حدیث اس لئے حجت نہیں کہ وہ اس وقت لکھی ہوئی نہیں تھی۔

جواب نمبر ۱:

یہ قاعدہ بنا لینا کہ جو چیز لکھی ہوئی نہ ہو۔ وہ حجت نہ ہوگی یہ اصول غلط ہے اپنے اس اصول کی دلیل پیش کریں۔ قرآن مجید میں اس کے برعکس دلیل موجود ہے کہ جب وہ آدمی موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو لکھا ہوا کوئی رقعہ نہیں دکھایا۔ اگر تحریر کے بغیر کوئی چیز تسلیم نہ کی جاسکتی ہو۔ تو پھر موسیٰ علیہ السلام کی وہ تبلیغ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جو انہوں نے تورات اترنے سے پہلے فرعون کو دعوت دی تھی کیونکہ وہ لکھی ہوئی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کو

تورات کی نعمت سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد سورۃ القصص آیت ۴۳ میں موجود ہے۔

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ
الْأُولَىٰ بِصَاوِرٍ لِلنَّاسِ وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کو جو تبلیغ کرتے رہے۔ فرعون نے اس کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو غرق کیا۔ اس قانون کی رو سے قبل از کتاب موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ حجت نہیں ہو سکتی۔ اگر حجت نہ ہو۔ تو پھر فرعون کو جو غرق کرنے کی سزا دی گئی وہ کس جرم کی تھی؟ اس سے معلوم ہوا کہ حجت بننے کے لئے اس کا لکھا ہوا ہونا ضروری نہیں۔

جواب نمبر ۲:

یہ قاعدہ بنانے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت کم نبی ہیں جو لکھی ہوئی ہدایت لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ اگر یہ قانون نافذ کر دیا جائے تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ مثلاً: آج کتنے ہی کاروبار میں جو ٹیلیفون پر طے کر لئے جاتے ہیں اگر ہم یہ قاعدہ تسلیم کر لیں۔ تو پھر قرآن مجید بھی حجت نہیں رہتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جس وقت قرآن آتا تھا۔ وہ لکھا ہوا نہیں ہوتا تھا ورنہ کفار یہ اعتراض نہ کرتے۔

﴿وَلَنْ نُؤْمِنَ بِرُؤْيَاكَ حَتَّىٰ تَنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَأُ﴾ (سورۃ

بنی اسرائیل آیت ۹۳)

گو یا یہ قاعدہ تسلیم کرنا قرآن سے راہ فرار اختیار کرنا ہے۔

جواب نمبر ۳:

اس سے پہلے یہ بات ثابت کی جا چکی ہے۔ کہ زمانہ رسالت میں حدیث لکھی جاتی تھی

تیسرا شبہ:

حدیث اس لئے حجت نہیں کہ یہ بالمعنی مروی ہے۔ محدثین روایت کرتے وقت

معنی کا خیال رکھتے تھے۔ الفاظ کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ موجودہ الفاظ حدیث رسول اللہ ﷺ کے ہیں یا نہیں؟ اس وجہ سے حدیث حجت نہیں ہو سکتی

پہلا جواب:

اس شبہ کا پہلا رد یہ ہے کہ یہ جو اصول بنا لیا گیا ہے۔ کہ بالمعنی روایت حجت نہیں ہو سکتی۔ اس کا ثبوت ہونا چاہیے۔ اس قاعدہ کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقل کے اس لئے خلاف ہے۔ کہ اس کا ثبوت قرآن میں کہیں بھی موجود نہیں اور عقل کے اس لئے خلاف ہے۔ کہ جو مسائل نکالے جاتے ہیں۔ وہ معنی کے لحاظ سے نکالے جاتے ہیں مثلاً: کوئی شخص یہ کہتا ہے ”ہذا شئی حرام“ تو حرمت ثابت ہو جائے گی ”لا یحل ولا یجوز“ حرمت ہی کے معنی میں ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ معنی محفوظ ہونا چاہیے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حدیث کی حفاظت کا ذمہ بھی اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (سورة الحجر آية ۹)

دوسرا جواب:

اس کا دوسرا رد یہ ہے کہ حدیث کا اکثر حصہ روایت باللفظ پر مشتمل ہے کیونکہ محدثین نے روایت بالمعنی کے لئے کچھ شرائط لگا رکھی ہیں۔ مثلاً: جس کو الفاظ یاد نہیں وہ روایت بالمعنی کرے گا۔ جس کو الفاظ یاد ہیں وہ روایت بالمعنی کرتا ہی نہیں۔ روایت بالمعنی بہت قلیل ہے۔ پھر حدیث دو قسم کی ہے۔ ایک وہ احادیث جن کے الفاظ میں تعبد پایا جاتا ہے۔ مثلاً دعا ہے ورد ہے، ذکر اللہ ہے۔ لفظ تعبد والی جتنی احادیث ہیں۔ وہ سب کی سب باللفظ محفوظ ہیں۔ جیسے صحیح بخاری میں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

سونے کی دعائی۔

”فلما بلغت ألهم آمنت بكتابك الذي أنزلت قلت

ورسولك قال لا ونبيك الذي أرسلت (۱)

”کہ میں نے اس دعائیں ”آمنت بکتابک الذی أنزلت“ کے بعد ”ورسولک الذی أرسلت“ پڑھا۔ جو اصل میں ”ونبیک الذی أرسلت“ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فوراً فرمایا: ”ونبیک الذی أرسلت“ پڑھو۔ منکرین حدیث کو چاہیے کہ کم از کم وہ روایات جو بالمعنی روایت نہیں ان کو تسلیم کر کے عمل شروع کر دیں۔ سب احادیث کو ترک کر دینا انصاف نہیں۔

تیسرا جواب:

اگر حدیث کے حجت بننے کے لئے شرط لگائی جائے کہ وہ روایت بالمعنی نہ ہو پھر اس شرط سے تو قرآن مجید بھی حجت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید کا اکثر حصہ روایت بالمعنی پر مشتمل ہے۔ حدیث تو اس کے مقابلے میں عشر عشر بھی نہیں ہے مثلاً تورات انجیل، زبور اور صحیفے دوسری زبانوں میں نازل ہوئے تھے۔ قرآن مجید میں کئی مرتبہ ان کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ وہ قرآن کی عربی زبان میں روایت بالمعنی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان جتنے مکالمے ہوئے۔ وہ السنۃ عجمیہ میں تھے قرآن مجید میں معنی کا اعتبار کرتے ہوئے ان کو عربی میں نقل کیا گیا۔

منکرین حدیث اس کا یہ جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ روایت بالمعنی اللہ نے کی ہے۔ حدیث میں روایت بالمعنی انسانوں نے کی ہے۔ اس لئے قرآن میں تو حجت ہے۔ حدیث میں حجت نہیں ہو سکتی۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے۔ کہ روایت بالمعنی ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہیں۔ کسی چیز کے روایت بالمعنی ہونے سے اس کی حجیت کی نفی تو نہ ہوئی۔ باقی انسانوں کی روایت بالمعنی کے حجیت میں مخل ہونے کی دلیل درکار ہے۔

چوتھا شبہ:

حدیث ظنی ہے۔ جو چیز ظنی ہو۔ وہ حجت نہیں ہو سکتی۔
﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ (سورۃ یونس آیت ۳۶)

جواب:

اس اعتراض کا جواب سننے سے پہلے لفظ ظن کا معنی سمجھنا ضروری ہے (۱) قرآن مجید میں ظن کا لفظ پانچ معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

پہلا معنی یقین ہے: سورۃ البقرۃ آیت ۴۶ میں ہے۔

﴿الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾
یہاں ظن کا معنی یقین ہے۔

دوسرا معنی ظن غالب ہے: سورۃ البقرۃ آیہ ۲۳۰ میں ہے

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا
حُدُودَ اللَّهِ﴾

یہاں ظن کا معنی غالب ظن ہے۔

تیسرا معنی شک ہوتا ہے جو یقین کے مقابلہ میں ہوتا ہے جیسے کافر کہتے ہیں

﴿إِنَّ نَظْنُ الْأَظْنَاءِ وَمَا نَحْنُ بِمُستَيْقِنِينَ﴾ (سورۃ الجاثیہ آیت ۳۲)۔

ظن کا چوتھا معنی جھوٹ بولنا ہوتا ہے جیسے

﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ الْأَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا

يَظُنُّونَ﴾ (سورۃ البقرۃ آیہ ۷۸)

(۱) (۱) غیر علمی زبانوں پر متعارف اصطلاحات غیر اصطلاحی معانی استعمال ہو کر بعض سادہ لوح حضرات کے لئے

غرض کا موجب ہو رہی ہیں۔ ان ہی اصطلاحات سے ایک اصطلاح ”ظن“ کی بھی ہے۔ حدیث کے متعلق یہ شبہ

بھی پیدا کیا گیا ہے کہ یہ ظنی ہے۔ (حجیت حدیث ص ۲۹) (ب) غلطی کی اصل وجہ ظن کا پنجابی

زبان میں استعمال ہے اور ان حضرات کی عربی زبان اور اس کے محاورات سے ناواقفیت (حجیت حدیث ص ۳۳)

”یظنون“ کا معنی ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ (سورۃ

الجاثیہ آیہ ۲۴)

ظن کا پانچواں معنی سوئے ظن ہوتا ہے جیسے سورۃ الحجرات آیت ۱۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾

یہاں ظن کا معنی سوئے ظن ہے

﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ میں ظن حق کے مقابلہ میں ہے کہ حق

کے مقابلے میں ظن نہیں چل سکتا۔ لیکن اگر ظن غالب ہو حق کے مقابلے میں نہ ہو۔ تو

اس پر عمل ہوگا جیسے میاں بیوی حدود قائم کریں تو رجوع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے

یہاں ﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ میں ظن کا معنی جہالت لاعلمی ہے کہ

حق کے مقابلہ میں لاعلمی کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ حدیث حق ہے۔ اور حق کے مخالف حق

کیسے ہوگا؟ اس سے معلوم ہوا کہ ظن بھی بعض صورتوں میں معتبر ہوتا ہے۔

ظن کے معنی کے لحاظ سے ظنی حدیث کی دو صورتیں ہیں۔

ایک صورت یہ ہے۔ کہ وہ ظنی الثبوت ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ظنی الدلالة ہو۔

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی ظن نہیں ﴿ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا

رَيْبَ فِيهِ﴾ تو اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے اللہ کی طرف سے نازل ہونے

میں کوئی شک نہیں اس کا ثبوت قطعی ہے۔ دلالت کے لحاظ سے قرآن اور حدیث

دونوں برابر ہیں کچھ حدیثیں ظنی الدلالة ہیں۔ اور کچھ قطعی الدلالة ہیں۔ اسی طرح

دلالت کے اعتبار سے کئی آیات ظنی ہیں اور کچھ دوسری قطعی ہیں۔

مثلاً: ”كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ“ کہ ہر مسکر حرام ہے۔ اس کی دلالت بالاتفاق قطعی

ہے ”لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ کی دلالت بالاتفاق قطعی ہے اور کئی احادیث ظنی الدلالة ہوتی ہیں۔ مثلاً: کسی حدیث میں لفظ مشترک ہو۔ جیسے ”من لم يتغن“ کا معنی بے نیاز ہونا ہوتا ہے۔ اور دوسرا معنی سر لگانا ہوتا ہے۔

اسی طرح سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲ میں ہے ﴿وَلَا يُضَارُّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ﴾ فعل مضارع کے معلوم یا مجہول ہونے کے لحاظ سے معنی میں فرق پڑے گا کہ کاتب اور گواہ کو تکلیف نہ دی جائے۔ یا کاتب اور گواہ نقصان نہ پہنچائیں۔ ہر وہ آیت جو لفظ مشترک والی ہوگی وہ ظنی ہوگی۔ جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ

أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخْرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾ (سورۃ آل عمران آیت ۷)

جو آیات متشابہات ہیں وہ سب کی سب ظنی ہوں گی۔ لیکن قرآن مجید ثبوت اور سند کے لحاظ سے قطعی ہے۔ واقع کے لحاظ سے قرآن متواتر ہے۔ اگر ظنی ہونے کی وجہ سے حدیث حجت نہ ہو۔ تو قرآن بھی حجت نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی ظنی ہے احادیث کا وہ ذخیرہ جو تواتر سے منقول ہے وہ ظنی نہیں بلکہ قطعی ہے۔ اسے تو حجت ماننا چاہیے۔

پانچواں شبہ:

حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے۔ اس لئے حجت نہیں ہو سکتی مثلاً: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَاعْتَرِزُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ﴾

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۲)

اور حدیث میں ہے ”رَبَمَا يُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ“ (۱) اس قسم کی کچھ دوسری روایات پیش کی جاتی ہیں۔

جواب نمبر ۱:

(۱) عن عائشة... وكان يأمرني فأنزرت فياشرني وأنا حائض (رواه البخاری ص ۳۳ جلد ۱)

یہ شبہ منکرین حدیث کا اپنا نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے بھی معتزلہ اور مرجعہ یہ اعتراض بناتے رہے ہیں۔ کئی حنفی بھی اس قاعدے کے قائل ہو کر احادیث کا رد کرتے ہیں۔ خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ ایک صاحب الرائے کے پاس جب ”البیعان بالخیار“ والی حدیث پیش کی گئی۔ تو اس نے حدیث کا رد کر دیا۔ (۱) حالانکہ یہ حدیث تو اتر کا درجہ رکھتی ہے۔ (۲) منکرین حدیث اس قاعدے کے لئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میرے بعد آپ پر احادیث پیش کی جائیں گی ان کو قرآن پر رکھ لینا۔ اگر مخالف ہو تو چھوڑ دینا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ حدیث باطل ہے۔ بلکہ حدیث ہے ہی نہیں۔

جواب ۲:

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہاں بطور دلیل حدیث کو پیش کیا ہے۔ پہلے حدیث کو حجت تسلیم کریں پھر پیش کریں۔ کیونکہ آپ تو منکرین حدیث ہیں

جواب ۳:

قرآن مجید میں کوئی ایسا قانون نہیں کہ جو حدیث قرآن کے موافق ہوگی۔ وہ حجت ہوگی اور جو موافق نہ ہو۔ وہ حجت نہیں بن سکے گی۔ یہ بات انہوں نے اپنی طرف سے بنائی ہے۔ خلاف اس میں ہوتا ہے کہ ایک جگہ چیز کی نفی ہو۔ دوسری جگہ اسی کا اثبات ہو لیکن قرآن میں ایک مسئلہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے بیان کر دیں تو یہ حدیث قرآن کے خلاف کیسے ہوگی؟ جیسے وضوء کے بعض فرائض قرآن مجید میں نہیں ہیں اصل میں حدیث نے قرآن مجید کی وضاحت کی ہے یہاں ﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ﴾ (۳) میں حکم ہے کہ

(۱) وقال عليه السلام البيعان بالخيار ما لم يتفرقا وقال أبو حنيفة إذا وجب البيع فلا خيار (تاريخ

بغداد ص ۲۰۷ جلد ۳)

(۲) عن ابن عمر قال قال النبي صلى الله عليه وسلم البيعان بالخيار ما لم يتفرقا أو يقول أحدهما لصاحبه

(۳) سورة البقرة آية ۲۲۲

اختر (رواه البخاری)

جماع سے الگ رہو۔ اور ”رُبَمَا يُشِيرُنِي“ کا معنی ہے کہ جسم کو جسم کے ساتھ لگانا اسی طرح ”الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ“ (۱) والی حدیث بھی عقود کے منافی نہیں۔ یہ تخصیص ہے خلاف نہیں۔ احناف کہتے ہیں۔ کہ حدیث ظنی ہے اور قرآن قطعی ہے۔ قطعی کی تخصیص ظنی کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ کتاب و سنت میں اس قاعدہ کے اثبات کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

چھٹا شبہ:

منکرین حدیث کہتے ہیں۔ کہ حدیث عقل کے خلاف ہے اس لئے حجت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عقل نقل پر مقدم ہوتی ہے۔

جواب:

منکرین حدیث کا یہ شبہ بھی نیا نہیں بلکہ پرانا ہے۔ معتزلہ اور جہمیہ نے اسی اصول کے تحت احادیث کا انکار کیا ہے۔ اس شبہ کا سبب یہ ہے کہ جب فلسفہ عربی زبان میں آیا تو بہت سے علماء اس سے متاثر ہو گئے۔ اور عقل کو نقل پر مقدم کرنا شروع کر دیا۔ ان متاثرین میں معتزلہ بھی تھے۔ انہوں نے اسی شبہ کی بناء پر اللہ کے متکلم ہونے کا انکار کیا اہل سنت میں سے احناف بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ انہوں نے شرط لگا دی کہ حدیث قیاس کے خلاف نہ ہو تو مانی جائے گی۔

مثلاً: بیع المصراة والی احادیث ہیں۔ (۲) کہ ایک انسان ایسی گائے یا بکری خریدی جس کا دودھ روک دیا گیا ہوتا کہ قیمت زیادہ مل جائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے

(۱) عن حکیم بن حزام عن النبی ﷺ قال البيعان بالخيار ما لم يتفرقا فان صدقا وبينا بورك لهما في بيعهما وان كذبا وكتما محقت بركة بيعهما (رواه البخاری ص ۲۸۳ ج ۱)
 (۲) انه سمع ابا هريرة يقول قال رسول الله ﷺ من اشترى غنما مصراة فاحتلبها فان رضيتها أمسكها وان سخطها ففي حلبتها صاع من تمر (رواه البخاری ص ۲۸۸ جلد ۱)
 عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال لا تلتقوا الركب ان ولا يبيع بعضكم على بيع بعض ولا تناجسوا ولا يبيع حاضر لباد ولا تصروا الغنم ومن ابتاعها فهو بخير النظرين بعد أن يحلبها ان رضيتها أمسكها وان سخطها ردها وصاعا من تمر (البخاری ص ۲۸۸ جلد ۱)

فرمایا کہ خریدار ایسے جانور کو واپس کر سکتا ہے۔ ساتھ ہی ایک صاع کھجوروں کا بھی واپس کرے گا یہ صاع ترمردودھ کے بدلے ہوگا۔ بعض احناف کہتے ہیں۔ کہ یہ حدیث عقل کے خلاف ہے۔ عقل تو یہ چاہتی ہے کہ اس سے جتنا دودھ پیا ہے۔ اتنی قیمت واپس کر دے ہو سکتا ہے کہ اس نے دودھ زیادہ پیا ہو۔ اور صرف ایک صاع کھجوریں دے یہ عقل کے خلاف ہے۔ انہوں نے فلاسفہ سے متاثر ہو کر ایسی باتیں بنائی ہیں۔

پہلا رد:

ان کے اس شبہ کا پہلا رد یہ ہے۔ کہ عقلیں زیادہ ہیں یہودی اور عیسائی بھی عاقل ہیں۔ اور مسلمان بھی عقل رکھتے ہیں۔ اب یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ حدیث کون سی عقل کے خلاف ہے؟ پہلے اس عقل کا تعین کرنا چاہئے۔ کیونکہ ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ عقل کے مخالف ہے تو دوسرا کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ عقل کے موافق ہے پھر منکرین حدیث یا متاثرین حدیث کے پاس عقل کو معین کرنے کا کوئی قاعدہ بھی نہیں۔ ہاں ایک عقل ہے جس کو میزان مقرر کیا جاسکتا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی عقل ہے اب جو بھی حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو جائے وہ عقل کے خلاف نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کی عقل معیاری ہے۔ جب احادیث معیاری عقل کے مطابق ہیں تو جب کبھی وہ جس عقل کے خلاف قرار دی جائیں گی۔ وہ عقل ہی نہیں ہوگی بلکہ کم عقلی ہوگی

دوسرا رد:

تھوڑی دیر کے لئے ہم آپ کی بات تسلیم کر لیں تب بھی آپ کے پاس موافقت اور مخالفت کا کوئی ضابطہ نہیں۔ اس کے لئے بھی ہمیں رسول اللہ ﷺ کی عقل کو دیکھنا پڑے گا۔ یا قرآن کو دیکھنا ہوگا۔

تیسرا رد:

قرآن مجید کی بھی کچھ آیات عقل کے خلاف ہیں پھر تو قرآن مجید بھی حجت نہیں

ہونا چاہئے۔ مثلاً: ہدھد کا گفتگو کرنا (۱) اور چیونٹیوں کا بولنا (۲) عقل کے خلاف ہے بلکہ جتنے معجزات ہوئے ہیں۔ وہ سب عقل کے خلاف ہیں۔ منکرین حدیث آیات معجزات کی تاویل کر لیتے ہیں اسی طرح ان کو احادیث کی بھی تاویل کر لیتی چاہیے احادیث کو اس طرح حجت نہ ماننا کوئی درست طریقہ نہیں۔

ساتواں شبہ:

حدیث اس لئے حجت نہیں کیونکہ وہ سائنس کے خلاف ہے۔

پہلا رد:

سائنسی تحقیقات میں اختلاف رونما ہوئے ہیں۔ ان میں سے کس کو تسلیم کریں اور کس کو رد کریں؟ مثلاً: پہلے سائنسدان یہ کہتے تھے کہ زمیں ساکن ہے اب سائنسدان کہتے ہیں کہ زمیں متحرک ہے۔ پہلے سائنسدان کہتے تھے۔ کہ آسمان مادی ہے اب کہتے ہیں کہ حدنگاہ کا نام ہے۔

دوسرا رد:

قرآن مجید بھی سائنس کے خلاف ہے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ﴾ (سُورَةُ الْكَهْفِ آيَةُ ۸۶)

”کہ جب ذوالقرنین انہما کو پہنچ گئے۔ تو دیکھا کہ سورج کیچڑ والے گڑھے میں غروب ہو رہا ہے“

آج کے سائنسدان سورج کے غروب ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس سے معلوم

(۱) فمکث غیر بعید فقال أحطت بما لم تحط به وجئتک من مباء بنباء یقین۔ انی وجدت

امرأة تملکهم وأوتیت من کل شیء ولها عرش عظیم (سورة النمل آية ۲۲.. ۲۳)

(۲) حتی اذا اتوا علی واد النمل قالت نملة یا ایها النمل ادخلوا مسکنکم لا یحطمنکم

سلیمن وجنوده وهم لا یشعرون (سورة النمل آية ۱۸)

ہوا کہ قرآن بھی سائنس کے خلاف ہے۔ جہنم میں آگ کی شدت کے باوصف، جہنم کے درختوں کا وجود اور پھلدار ہونا کیا یہ سائنس کے مطابق ہیں؟ تو پھر قرآن کیسے حجت بنے گا؟ اصل بات یہ ہے۔ کہ سائنس کی رسائی انسانی عقل تک محدود ہے اس لئے ہمیں احادیث اس کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً: آج کل ٹیلیفون اور ٹیلیویژن پہلے سائنسدان ان کو جانا نہیں کرتے تھے۔ اصل سائنس قرآن و حدیث ہی نہیں۔ جن کی رسائی انسانی عقل تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ اللہ علیم وخبیر کے علم پر مبنی ہے۔

آٹھواں شبہ:

احادیث آپس میں متعارض ہوتی ہیں۔

رد:

احادیث میں حقیقی تعارض نہیں ہوتا۔ بغرض تسلیم قرآن مجید میں بھی ظاہری تعارض ہوتا ہے۔ تو جو جواب اس کا ہوگا وہی تعارض احادیث کا جواب ہوگا۔ تو ثابت ہوا کہ ظاہری تعارض سے شئی کا حجت نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ ورنہ قرآن بھی حجت نہیں رہے گا۔

نواں شبہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اور احادیث کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا

جواب:

اللہ تعالیٰ نے دونوں کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (سورۃ الحجر آیت ۹) اس آیت میں ذکر سے صرف قرآن مجید مراد ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

دسواں شبہ:

حدیث تاریخ کے خلاف ہے۔

جواب:

کیا تاریخی بات باسند ہے یا کہ بلاسند ہے؟ بلاسند کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر باسند ہے تو سند دیکھی جائے گی۔ کیا صحیح ہے یا ضعیف ہے؟ ضعیف ہے تو اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ صحیح ہے تو وہ حدیث کے خلاف نہیں۔ اور حدیث بھی اس کے خلاف نہیں بفرض تسلیم قرآن مجید بسا اوقات تاریخی روایات کے خلاف آتا ہے مثلاً: قرآن کہتا ہے

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزر﴾ (سورة الانعام آیت ۷۴)

اور تاریخ آزر کو چچا کہتی ہے۔ جو اس کا جواب ہوگا وہی حدیث کا تاریخ کے خلاف ہونے کا جواب ہوگا۔

حدیث کی تحقیق کا طریقہ

تحقیق حدیث کی صورتیں مختلف زمانوں میں بدلتی رہی ہیں۔ پہلے جو طریقہ رائج تھا۔ اس کا تعلق حدیث کے رواۃ اور متن کے ساتھ ہوتا تھا۔ متقدمین نے اس کے اصول کتاب و سنت سے استنباط کئے۔ ان کا پہلا استنباط کردہ اصول تو اتر ہے۔ جو حدیث متواتر ہوگی۔ وہ قطعی الحجہ اور یقینی ہوگی۔ تو اتر ایسی چیز ہے۔ جس کو تمام دنیا والے تسلیم کر لیتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ جن میں استدلال کی قوت نہیں وہ بھی یقین کر لیتے ہیں۔

محدثین نے اب حدیث مقبول ہونے کے لئے چھ شرطیں لگائی ہیں:

۱۔ عدالت رواۃ:

کہ راوی عادل ہوں۔

۲۔ ضبط رواۃ:

کہ راوی کا حافظہ قوی ہو۔

۳۔ اتصال سند ہو:

شروع سے آخر تک حدیث کی سند متصل ہو۔

۴۔ عدم شذوذ:

کہ وہ روایت شاذ نہ ہو۔

۵۔ عدم نکارت:

کہ وہ حدیث منکر نہ ہو

۶۔ عدم علت:

کہ وہ حدیث معلول نہ ہو۔

کچھ لوگوں نے مزید شرطیں لگائی ہیں۔ مثلاً: راوی فقیہ ہو حدیث قیاس کے خلاف نہ ہو ان کی ان شرائط کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ انہوں نے اپنی طرف سے بنائی ہیں۔

محدثین کی شرائط پر منکرین حدیث کا اعتراض

منکرین حدیث ان شرائط پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ یہ محدثین کی اپنی کاوش ہے اس لئے ان کا اعتبار نہیں ہو سکتا جو چیز ان کی شرائط پر پوری ہوگی اس کا اعتبار کیسے ہوگا؟

جواب:

محدثین پر یہ اعتراض قابل اعتبار نہیں کیونکہ محدثین نے یہ اصول قرآن مجید سے لئے ہیں قرآن مجید میں ہے:

﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ

تَصِيَّبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ﴾ (سورة الحجرات آية ۶)

ایماندارو: اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تم اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ اگر عادل ہو تو تحقیق کی ضرورت نہیں۔ یہاں سے عادل والی شرط لی۔ اور ضبط والی شرط ﴿جَاءَ كُمْ بِنَبَأٍ﴾ سے لی ہے۔ کیونکہ جب یاد ہوگی تب ہی لے کر آئے گا جس کا حافظہ ہی خراب ہوگا۔ وہ کیسے خبر لائے گا۔ اتصال سند والی شرط جاء کم سے لی

ہے کہ تمہارے اور اس کے درمیان اتصال ہے۔ عدم نکارت اور عدم شذوذ والی شرط ﴿فَتَبَيَّنُوا﴾ سے لی ہے۔ کہ وہ کہیں خلاف واقع تو نہیں۔ محدثین نے تحقیق کے لئے اپنی شرائط قرآن سے ہی اخذ کی ہیں۔ محدثین چوتھی صدی ہجری تک اسی طریقہ کے تحت تحقیق کرتے رہے۔ اب اگر کوئی آدمی اپنی طرف سے سند کا طریقہ جاری کرے گا تو درست نہ ہوگا۔ اب تو کتابوں میں اسانید احادیث موجود ہیں۔

کتب احادیث کے مختلف مراتب

اب محدثین نے تو اتر کے بعد صحت احادیث کے باعتبار کتب احادیث مختلف مراتب بیان کئے ہیں۔

پہلا مرتبہ:

وہ حدیث جو بخاری و مسلم میں موجود ہوگی وہ اعلیٰ درجے کی ہوگی۔

دوسرا مرتبہ:

وہ حدیث جو صرف بخاری میں موجود ہو۔

تیسرا مرتبہ:

وہ حدیث جو صرف مسلم میں موجود ہو۔

چوتھا مرتبہ:

وہ حدیث جو بخاری اور مسلم کی شرط پر ہوگی۔

پانچواں مرتبہ:

وہ حدیث جو صرف بخاری کی شرط پر ہوگی۔

چھٹا مرتبہ:

وہ حدیث جو صرف مسلم کی شرط پر ہوگی۔

ساتواں مرتبہ:

وہ حدیث جو محدثین کی مذکورہ شروط کے مطابق ہو۔ لیکن بخاری و مسلم میں نہ ہو اور نہ ان میں سے کسی کی شرط پر ہو۔

ابن حزم رحمہ اللہ کا طریقہ:

ابن حزم رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریقے سے کتب احادیث کا مرتبہ بیان کیا ہے پہلے درجہ میں صحیحین، دوسرے درجہ میں صحیح ابن اسکن، منتهی ابن الجارود اور منتهی القاسم بن اصبح ہوگی۔ تیسرے درجہ میں سنن ابوداؤد، نسائی وغیرہ کو بیان کرتے ہیں۔ الی آخر ما قال بیوطی نے شرح تقریب میں اس کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ کی تقسیم:

شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمہما اللہ نے کتب احادیث کی تقسیم کچھ اس طرح کی ہے کہ جن کتب احادیث کی صحت، شہرت اور قبولیت اعلیٰ قسم کی ہو وہ پہلے طبقہ کی کتب ہوں گی۔

پہلا طبقہ: (۱) اس طبقہ میں بخاری، مسلم اور مؤطا کو رکھا ہے۔ (۲)

دوسرا طبقہ:

اس طبقہ میں وہ کتب ہوں گی جن میں یہ تینوں صفات تو پائی جاتی ہوں لیکن طبقہ اولیٰ سے ذرا کم حیثیت میں ہوں (۳) اس طبقہ میں نسائی، ابوداؤد اور ترمذی

(۱) یکون نقاد الحدیث قبل المصنف وبعده وافقوه فی القول بها وحکموا بصحتها وارتضوا رأی المصنف فیها وتلقوا کتابہ بالمدح والثناء ویکون آئمة الفقه لا یزالون یمسکون عنہا ویمتدنون علیہا ویمتدون بہا ویکون العامة لا یخلون عن اعتقادہا وتعظیمہا وبالجملة فاذا اجتمعت ہاتان الخصلتان کملا فی کتاب کان من الطبقة الأولى (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۰)

(۲) الطبقة الأولى منحصرہ بالاستقراء فی ثلاثة کتب المؤطا وصحیح البخاری وصحیح مسلم (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۰)

(۳) الطبقة الثانية کتب لم تبلغ مبلغ المؤطا والصحیحین ولكنها تلوها کان مصنفوها معروفین بالوثوق

ہیں۔ (۱) مسند احمد بن حنبل بھی تقریباً اس طبقہ میں شامل ہے۔ (۲)

تیسرا طبقہ:

طبقہ ثالثہ میں وہ کتب ہوں گی جن میں صحت شہرت اور قبولیت ادنیٰ درجے کی پائی جاتی ہو (۳) اس طبقہ میں صحیح ابن حبان، ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم وغیرہ کو شمار کیا ہے (۴)

چوتھا طبقہ:

اس طبقہ میں وہ کتب ہوں گی جو اس سے بھی صفات میں کم ہوں گی (۵) مثلاً: کتاب الضعفاء لابن حبان اور کامل لابن عدی وغیرہ (۶)

پانچواں طبقہ:

اس طبقہ میں وہ کتب آئیں گی۔ جن کی سند ہی نہ ہو جو صوفی اور واعظ وغیرہ حضرات نے بنا رکھی ہیں (۷) شاہ ولی اللہ کا خیال ہے۔ کہ مسائل کا مدار طبقہ اولیٰ

(۱) کسنن ابی داؤد و جامع الترمذی و مجتبیٰ النسائی (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۱)

(۲) وکاد مسند احمد یكون من جملة هذه الطبقة (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۱)

(۳) لم تشتهر فی العلماء ذلك الاشتهار وان زال عنها اسم النکارة المطلقة ولم يتداول ما تفردت به الفقهاء كثير تداول ولم تفحص عن صحتها وسمها المحدثون كثير فحوص

(مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۱)

(۴) کمسند ابی علی و مصنف عبد الرزاق و مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ و مسند عبد بن

حمید و الطیالسی و کتب البیهقی و الطحاوی و الطبرانی (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۱)

(۵) و الطبقة الرابعة كتب قصد مصنفوها بعد قرون متطاولة جمع ما لم يوجد فی الطبقتين

الأوليين (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۱)

(۶) مظنة هذه الأحاديث كتاب الضعفاء لابن حبان و کامل ابن عدی و کتب الخطیب و ابی

نعیم و الجوزقانی و ابن عساکر و ابن النجار و الدیلمی و کاد مسند الخوارزمی یكون من هذه

الطبقة (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۱)

(۷) طبقه خامسه منها ما اشتهر علی السنة الفقهاء و المؤرخین و نحوهم و لیس له أصل فی

هذه الطبقات الأربع (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۱)

وٹانیہ پر ہے تیسرے طبقے کی کتب وہ آدمی پڑھے جو بقیہ عالم ہو۔ صحیح و سقیم میں تمیز کر سکتا ہو ورنہ نقصان کا خطرہ ہے۔ (۱)

لوگوں نے اپنی اپنی رائے کے مطابق مذکورہ طبقات بنائے ہیں۔ صحیح بات وہی ہے۔ جو متقدمین نے اختیار کی اور اس کے اصول بنائے۔ یعنی شروط صحت و ضعف کی روشنی میں صحیح و ضعیف کا فیصلہ کیا جائے۔

کتب احادیث کا تعارف

محدثین نے جو کتب تصنیف کیں۔ ان کے مختلف مقاصد ہیں۔ اسی طرح انہوں نے اپنی کتابوں کے نام بھی مختلف رکھے ہیں۔ ان کی مختلف اقسام درج ذیل ہیں۔

۱۔ جامع	۲۔ سنن	۳۔ مستخرج	۴۔ مستدرک
۵۔ مسند	۶۔ معجم	۷۔ الجزء	۸۔ کتب اطراف
۹۔ کتب علل	۱۰۔ اربعین	۱۱۔ مسلسل	

۱۔ جامع:

محدثین کی اصطلاح میں جامع اس کتاب کو کہا جاتا ہے۔ جس میں ہر قسم کی احادیث موجود ہوں مثلاً: عقائد احکام، الرقاق، آداب، تفسیر، شمائل، تاریخ، سیر وغیرہا، فتن، مناقب یعنی زہد و سلوک اور بدء الخلق، یعنی اس کتاب میں ہر قسم کی احادیث پائی جاتی ہوں۔ (۲)

(۱) الطبقة الأولى والثانية فعليهما اعتماد المحدثين وحوم حماهما مرتعهم ومسرعهم وأما الثالثة فلا يباشرها للعمل عليها والقول بها إلا النحارير الجهابذة الذين يحفظون أسماء الرجال وعلل الاحاديث (مقدمة تحفة الاحوذى ص ۳۱)

(۲) والجامع في اصطلاح المحدثين ما يوجد فيه جميع أقسام الحديث أي أحاديث العقائد وأحاديث الأحكام وأحاديث الرقاق وأحاديث آداب الأكل والشرب وأحاديث السفر والقيام والقعود والأحاديث المتعلقة بالتفسير والتاريخ والسير وأحاديث الفتن وأحاديث المناقب والمثالب وقد صنف أهل العلم بالحديث في كل فن من هذه الفنون الثمانية تصانيف مغزوه (مقدمة تحفة الاحوذى ص ۳۳)

صحاح ستہ میں صرف دو کتابیں ہیں جن کو جامع کہا جاتا ہے۔ صحیح بخاری اور جامع ترمذی کیونکہ ان دونوں میں ہر قسم کی احادیث پائی جاتی ہیں ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں تفسیر نہیں مسلم میں ہر طرح کی احادیث ہیں لیکن تفسیر اور قراءت کم ہے (۱) ان کے علاوہ بھی کچھ کتابیں جامع میں داخل کی جاسکتی ہیں مثلاً: جامع الاصول لابن الاثیر (۲) ان کا نام ابوالسعادات مبارک بن محمد ہے تیسیر الاصول جو جامع الاصول کا خلاصہ ہے۔ اس کی چار جلدیں ہیں۔ دوسری کتاب جمع الجوامع للسیوطی ہے۔ (۳) ان کا نام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی ہے یہ حافظ ابن حجر کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے ہرفن پر مستقل کتاب لکھی ہے۔ جلال الدین سیوطی جمع الجوامع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حدیث کی جتنی کتابیں ہیں۔ وہ سب کی سب میں نے اس میں جمع کر دی ہیں۔ کوئی حدیث باقی نہیں چھوڑی (۴) لیکن ان کا یہ دعویٰ درست نہیں۔ کچھ احادیث ایسی ہیں جو انہوں نے درج نہیں کیں۔ بعد میں ایک بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام انہوں نے الجامع الازھر من حدیث النبی الانور رکھا (۵) انہوں نے کہا کہ بہت سی ایسی احادیث ہیں جو جمع الجوامع میں نہیں

(۱) الجامع الصحیح للبخاری والجامع للترمذی وأما صحیح مسلم فانه وان كانت فيه احادیث تلك الفنون لكن ليس فيه ما يتعلق بفن التفسیر والقراءة ولهذا لا يقال له الجامع كما يقال لأختیه (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۵)

(۲) جامع الأصول لأحدیث الرسول لأبى السعادات مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۱)

(۳) جمع الجوامع لجلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۰)

(۴) ذکر فيه أنه قصد استيعاب الأحادیث النبویة (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۰)

(۵) الجامع الازھر من حدیث النبی الأنوار قال مؤلفه فی خطبة هذا الكتاب ما لفظه ومن البواعث علی تألیف هذا الكتاب أن الحافظ الكبير الجلال الدین السیوطی ادعی أنه جمع فی كتابه الجامع الكبير الأحادیث النبویة مع أنه قد فاته الثلث فأكثر (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۱)

ایک تہائی احادیث رہ گئی ہیں۔ وہ احادیث انہوں نے درج کر دیں۔ لہذا ان کی یہ کتاب بھی جامع ہو گئی۔ علامہ نور الدین کی کتاب مجمع الزوائد بھی جوامع میں داخل ہے۔ (۱) انہوں نے یہ کتاب اپنے استاد کے اشارے پر لکھی۔ (۲) انہوں نے کہا تھا کہ صحاح ستہ کے علاوہ سنن وغیرہ کی احادیث کو بھی جمع کرنا چاہیے یہ بہت مفید کتاب ہے۔ پھر ہر حدیث کے بعد آخر میں یہ فیصلہ بھی دیتے ہیں۔ کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں یا کہ ضعیف ہیں۔ مگر ہر جگہ ان کے فیصلے درست نہیں۔ اس کے بعد ابن حجر رحمہ اللہ نے کام شروع کیا کہ علامہ بیہمی صاحب کے فیصلے جہاں غلط ہیں۔ ان کی نشان دہی کر کے درست کر لئے جائیں۔ جب اس بات کا علم علامہ بیہمی صاحب کو ہوا تو وہ ناراض ہو گئے۔ اس پر ابن حجر رحمہ اللہ نے کام ہی چھوڑ دیا (۳)

”جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد“ بھی جامع میں داخل ہے۔ (۴) اس کتاب میں جامع الاصول اور مجمع الزوائد دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب اب پاکستان میں بھی چھپ چکی ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ احادیث ایک جگہ ہونے سے زیادہ ورق گردانی کی ضرورت نہیں پڑتی۔

علامہ علی متقی حنفی نے کنز العمال کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ جامع قسم کی کتاب ہے۔ اس میں امام سیوطی کی کتاب جامع کبیر اور جمع الجوامع کو یکجا کیا گیا ہے

(۱) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للشيخ الامام نور الدين علي بن ابي بكر بن سليمان الهيثمي (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۴۳)

(۲) فقال لى سىدى أبو الفضل عبد الرحيم بن الحسين بن العراقى اجمع هذه التصانيف واحذف أسانيد ها لكى يجتمع أحاديث كل باب منها فى باب واحد من هذا (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۴۳)

(۳) قال الحافظ ابن حجر انى تتبعت أوهامه فى مجمع الزوائد فبلغته فعاتبنى فتركت التبع (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۴۳)

(۴) جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد للشيخ العلامة محمد بن محمد بن سليمان بن الفاسى بن طاهر السوسى الرودانى المغربى المالكى (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۴۳)

جب مصنف کنز العمال کو لکھنے سے فارغ ہوئے تو دیکھا۔ کہ کتاب بہت طویل ہو گئی ہے۔ اس سے استفادہ مشکل ہو جائے گا۔ انہوں نے پھر خود ہی اس کا اختصار کیا۔ اس کا نام منتخب کنز العمال رکھا۔

۲۔ سنن:

سنن لغت کے لحاظ سے سنت کی جمع ہے۔ اور سنت کا ایک معنی طریقہ بھی ہوتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں سنن اس کو کہا جاتا ہے جس کتاب میں احادیث کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا جائے۔ سنن کی بہت سی کتابیں ہیں۔ صحاح ستہ کی صرف چار کتابیں سنن میں شامل ہیں۔ سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن ترمذی۔ ان کے علاوہ بھی سنن کی کتابیں ہیں۔ مثلاً: ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن داری کی کتاب سنن داری ہے اس کو مسند داری بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس کی سند میں رجال قلیل ہیں۔ جس کی وجہ سے اس میں کثرت سے ثلاثیات پائی جاتی ہیں۔ بخاری میں صرف بائیس تیس ثلاثیات ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا خیال ہے۔ (۱) کہ صحاح ستہ کے اندر ابن ماجہ کی جگہ سنن داری کو داخل کیا جائے۔ کیونکہ ابن ماجہ میں سنن داری کی نسبت ضعیف احادیث بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے سنن داری کو صحاح ستہ میں شامل کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اسی طرح سنن سعید بن منصور، (۲) سنن دارقطنی (۳) اور سنن بیہقی جس کو سنن کبری (۴) بھی کہتے ہیں۔ یہ بہت مخفی کتاب ہے امام نسائی کی ایک

(۱) قال ابن حجر رحمہ اللہ وأما کتاب السنن المسمی بمسند الدارمی فانہ لیس دون السنن فی المرتبة بل

لو ضم الی الخمسة لکان أولى من ابن ماجة فانہ أمثل منه بكثير (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۵)

(۲) منها سنن الحافظ سعید بن منصور الخراسانی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۵)

(۳) منها سنن الدارقطنی وهو الامام الحجة أبو الحسن علی بن عمر الشهير بالحافظ بغدادی (مقدمة تحفة

الأحوذی ص ۴۵)

(۴) منها السنن الکبيرة والصغيرة وهما کتابان لأبی بکر أحمد بن الحسين بن علی الخروجردي البيهقي (مقدمة

تحفة الأحوذی ص ۴۵)

اور کتاب سنن کبیر (۱) بھی ہے۔ ان کے علاوہ بھی محدثین نے بہت سی سنن کی کتابیں لکھی ہیں۔ (۲) جن کی تعداد جامعات سے بھی زیادہ ہے۔

۳۔ مستخرج:

مستخرج اس کتاب کو کہا جاتا ہے جس کا مصنف ایک مخصوص کتاب کو سامنے رکھے (۳) اور مخصوص کتاب کی احادیث اپنی سند سے بیان کرے۔ اس کی سند میں مخصوص کتاب کے مصنف کا استاد یا استاد کا استاد آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن مستخرج علیہ کتاب کا مصنف نہیں آنا چاہیے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مصنف مستخرج کو مستخرج علیہ کے مصنف کے سوا دوسری سند نہیں ملتی۔ تو وہ بواسطہ مصنف مستخرج علیہ ہی ذکر کر دیتا ہے لیکن یہ شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اگر کثرت سے مستخرج علیہ کا مصنف آجائے۔ تو وہ مستخرج نہیں ہوگی محدثین نے اس نوع کی بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں مثلاً: یعقوب بن اسحاق اسفرائینی کی کتاب مستخرج ابو عوانہ اسفرائینی ہے۔ اس کو صحیح ابو عوانہ بھی کہتے ہیں (۴) یہ کتاب صحیح مسلم پر مستخرج ہے صحیح مسلم کی احادیث کو ابو عوانہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے (۵) دوسری کتاب مستخرج اسماعیلی ہے۔ وہ صحیح بخاری پر مستخرج

(۱) السنن الکبیرة للامام النسائی نسخة كاملة منها مکتوبة بخط الامام السیوطی فی الخزنة الجرمنیة (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۱۶۶)

(۲) منها سنن ابن حبان ومنها سنن الحافظ أبی علی سعید بن عثمان بن السکن ومنها السنن الامام أبی بکر محمد بن یحیی الهمدانی الشافعی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۵)

(۳) موضوع المستخرج كما قال العراقي أن یاتی المصنف الی الكتاب فیخرج أحادیثه بأسانید لنفسه من غیر طریق صاحب الكتاب فیجتمع معه فی شیخه أو من فوقه قال شیخ الاسلام وشرطه أن لا یصل الی شیخ أبعد حتی یفقد سندا یوصله الی الأقرب الالعذر من علو أو زیاده مهمة (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۶)

(۴) هو الحافظ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۶)

(۵) ولذالك یقول أبو عوانة فی مستخرجه علی مسلم بعد أن یسوق طرق مسلم کلها من هنا لمخرجه ثم یسوق أسانید یجتمع فیها مع مسلم فی من فوق ذلك وربما قال من هنا لم یخرجه قال ولا یظن أنه یعنی البخاری ومسلما فانی استقریت صیغه فی ذلك فوجدته انما

ہے۔ (۱) بخاری کی احادیث کو اسماعیلی نے اپنی سند سے بیان کیا ہے صحیح بخاری اور مسلم کے علاوہ سنن پر بھی مستخرجات تصنیف کی گئی ہیں۔ (۲) ان مستخرجات کے بہت سے فائدے ہیں۔ مثلاً:

۱. علو اسناد ۲. نقص تدلیس کا ازالہ ۳. وصل انقطاع وارسال
۴. تعیین مبہم ۵. ایضاح مہمل ۶. شرح قصہ ۷. تتمہ حدیث
۸. نقص اختلاط کا رفع

۱۔ علو اسناد

جس سے اسناد کے واسطے کم ہو جاتے ہیں۔ (۳)

۲۔ نقص تدلیس کا ازالہ:

اس کی صورت یہ ہوتی ہے۔ کہ مستخرج علیہ کتاب میں ایک راوی مدلس ہوتا ہے جو حدیث کو عن سے روایت کرتا ہے۔ وہی راوی جب مستخرج میں آئے تو خبر نایا حدثا کے الفاظ سے سماع کی صراحت کر دے۔ تو تدلیس کا نقص دور ہو جاتا ہے۔ (۴)

۳۔ وصل انقطاع وارسال:

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مستخرج علیہ کتاب میں کسی حدیث کی سند منقطع یا

بقیة حاشیة گزشتہ: یعنی مسلما و ابا الفضل احمد بن سلمة فانه كان قرین مسلم و صنف مثل مسلم (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۶)

- (۱) فالمستخرج علی صحیح البخاری للاسماعیلی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۶)
- (۲) استخرج محمد بن عبد الملك بن ایمن علی سنن ابی داؤد و ابو علی الطوسی علی الترمذی و ابو نعیم علی التوحید لابن حزیمة (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۷)
- (۳) لأن مصنف المستخرج لو روى حديثا مثلا من طريق البخاری لوقع أنزل من طریق الذی رواه به المستخرج (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۷)

(۴) أن یروی فی الصحیح عن مدلس بالنعنة فیرویه المستخرج بالتصریح بالسماع (ایضا)

مرسل ہوتی ہے۔ مستخرج میں وہ متصل ہو جاتی ہے۔
۴۔ تعیین مبہم:

اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ مستخرج علیہ کتاب کی کسی حدیث کی سند میں راوی مبہم ہوتا ہے۔ مثلاً: حدثنی فلان تو مستخرج میں فلاں کی جگہ اس کا نام آ جاتا ہے۔ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ مبہم راوی فلاں ہے اس سے اسکی تعیین ہو جاتی ہے۔ (۱)
۵۔ ایضاح مہمل:

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مستخرج علیہ کتاب میں ایک راوی بلا نسبت ذکر کر دیا جاتا ہے (۲) مثلاً: حدثنی محمد یہاں محمد سے مراد کون ہے؟ معلوم نہیں ہوتا لیکن یہ جب مستخرج میں آئے گا تو اس کا نسب درج ہوگا جس سے اس کی وضاحت ہو جائے گی
۶۔ شرح قصہ:

مستخرج علیہ کتاب میں کوئی حدیث بیان ہوتی ہے۔ جس میں کوئی واقعہ ہوتا ہے جس کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ تو مستخرج میں پورا واقعہ ذکر ہوتا ہے جس سے اصل واقعہ کی شرح ہو جاتی ہے۔
۷۔ تتمہ حدیث:

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مستخرج علیہ کتاب میں ایک حدیث مختصر ہوتی ہے تو مستخرج حدیث پوری بیان ہو جاتی ہے۔
۸۔ نقص اختلاط کا رفع:

(۱) أن یروی عن مبہم كحدثنا فلان أو رجل أو فلان وغیرہ واحد فیعیہ المستخرج (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۷)

(۲) أن یروی عن مہمل كمحمد من غیر ذکر ما یمیّزہ من المحمدين ویكون فی مشایخ من رواہ كذالك من یشارکہ فی الاسم فیمیّزہ المستخرج (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۷)

نقص اختلاط کا رفع اس طرح ہوتا ہے کہ مستخرج علیہ کتاب میں کوئی راوی مختلط ہوتا ہے۔ مگر پتہ نہیں چلتا کہ اس کی یہ روایت کس وقت کی ہے؟ جب اس حدیث کو ہم مستخرج میں دیکھتے ہیں تو بسا اوقات اس سے پتہ چل جاتا ہے۔ کہ وہ حدیث قبل از اختلاط کی ہے۔ (۱)

۴۔ مستدرک:

مستدرک اس کتاب کو کہا جاتا ہے کہ ایک خاص کتاب میں وہ احادیث درج ہونے سے رہ گئی ہوں جو اس کتاب کے موضوع میں شامل ہیں۔ تو ایسی احادیث کو الگ جمع کر دینا۔ یا ایسی احادیث کو جمع کرنے والی کتاب کو مستدرک کہا جائے گا (۲) مثلاً: مستدرک حاکم ہے۔ اس میں بخاری و مسلم پر استدراک ہے۔ امام حاکم نے ان احادیث کو جو صحیح تو ہیں۔ لیکن بخاری و مسلم میں نہیں الگ لکھ دیا ہے چنانچہ امام حاکم فرماتے ہیں۔ کہ یہ احادیث صحیح ہیں۔ لیکن امام بخاری نے درج نہیں کیں۔ بسا اوقات ان کو غلطی لگ جاتی ہے۔ وہ حدیث بخاری و مسلم کے اندر ہوتی ہے۔ لیکن وہ کہتے ہیں۔ ولم یخرجہ

ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ کسی حدیث کا مستدرک حاکم کے اندر آجانا یہ صحت کی دلیل نہیں۔ بلکہ وہاں تحقیق کرنی پڑے گی (۳) اس لئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے مستدرک حاکم پر ایک کتاب لکھی ہے جو تلخیص مستدرک کے نام سے معروف ہے اس

(۱) أن يكون مصنف الصحيح روى عن مختلط ولم يبين هل سماع ذلك الحديث في هذه الرواية قبل الاختلاط أو بعده فيبينه المستخرج اما تصریحا أو بان يرويه عنه من طريق

من لم يسمع منه الا قبل الاختلاط (مقدمة تحفة الأحمدي ص ۳۷)

(۲) المستدرک کتاب استدراک فیہ ما فات من کتاب آخر علی شریطہ کمستدرک

الحاکم أبی عبد اللہ النیسابوری (مقدمة تحفه الأحمدي ص ۳۷)

(۳) وما ادى احتیاجہ الی تصحیحه وان لم یکن علی شرط واحد منها وهو واسع الخطو فی

شرط الصحيح (مقدمة ابن الصلاح ص ۱۱)

میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اسی طرح صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ میں کسی حدیث کے آجانے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے بلکہ تحقیق کرنی پڑے گی۔

۵۔ مسند:

اس کتاب کو مسند کہا جاتا ہے جس میں صحابہ کرام کی ترتیب سے احادیث کو جمع کیا جائے۔ پھر صحابہ کرام کی ترتیب بھی تین لحاظ سے ہوگی۔

۱۔ حروف تہجی کا اعتبار ۲۔ صحابہ کرام باعتبار سوابق اسلامیہ ۳۔ صحابہ کرام باعتبار شرف نسب (۱)
۱۔ ترتیب باعتبار حروف تہجی:

جب حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب لائی جائے گی۔ تو سب سے پہلے ابو بکر، ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی احادیث کو مرتب کیا جائے گا۔ (۲)

۲۔ ترتیب صحابہ کرام باعتبار سوابق اسلامیہ:

جب سوابق اسلامیہ کے لحاظ سے ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ تو سب سے پہلے عشرہ مبشرہ کی احادیث ہوں گی۔ اس کے بعد اصحاب بدر پھر بیعت رضوان والوں کی احادیث ہوں گی پھر اس کے بعد ان صحابہ کرام کی جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے (۳)

۳۔ ترتیب صحابہ باعتبار شرف نسب:

(۱) والمسند فی اصطلاحهم ذکر الاحادیث علی ترتیب الصحابة رضی اللہ عنہم بحیث یوافق حروف الہجاء او یوافق السوابق الاسلامیة او یوافق شرافة النسب (مقدمة تحفة الاحوذی ص ۳۵)

(۲) فان جمع علی حروف التہجی فالاحادیث المرویة عن أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ تقدم وكذا احادیث أسامة بن زید وأنس بن مالک (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۵)

(۳) وان جمع علی السوابق الاسلامیة فتقدم العشرة المبشرة بالجنة وتذكر احادیث الخلفاء الراشدين علی الترتیب ثم احادیث أهل بدر وأهل الحديبية ثم مسلمة الفتح ثم احادیث النسوة الصحابیات (ایضاً)

اس ترتیب کے لحاظ سے پہلے بنو ہاشم کی احادیث لائیں جائیں گی۔ اس کے بعد ان کی جن کا تعلق بنو ہاشم کے ساتھ ہے مثلاً: حضرت عثمان، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما وغیرہما۔ ان کے بعد وہ جو شرف نسب میں زیادہ فضیلت والے ہیں (۱)

کتب مسانید کا تعارف

کتب مسانید بہت سی ہیں۔ مثلاً: مسند ابن ابی اسامہ (۲) مسند یعقوب بن شیبہ (۳) مسند ابوبکر بن ابی شیبہ (۴) مسند بزار (۵) مسند عبد بن حمید (۶) مسند ابوداؤد طیالسی (۷) آئمہ اربعہ میں سے بھی تین آئمہ کرام کی تین مسندیں معروف ہیں جن کے نام مسند امام احمد (۸) مسند شافعی (۹) اور مسند ابی حنیفہ (۱۰) ہیں۔

مسند امام احمد:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خود امام احمد نے مسند احمد تصنیف نہیں کی بلکہ ان کے ایک لڑکے نے مسند لکھی اور امام احمد کی طرف نسبت کر دی۔ ان کی یہ بات غلط ہے بلکہ انہوں نے خود مسند احمد لکھی ہے۔ صرف بات اتنی ہے کہ مسند احمد کے اندر جو زیادات احمد

(۱) وان جمع علی القبائل والأنساب فتکتب أولا مسانید بنی ہاشم خصوصا الحسن والحسین وعلی المرتضی ثم أحادیث القبائل التي هي الأقرباء منه صلی اللہ علیہ وسلم فی النسب وحينئذ تقدم مرويات عثمان ذی النورین علی أحادیث أبی بکر الصدیق (أيضا)

(۲) مسند ابن أبی أسعة الحارث بن محمد التیمی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۶)

(۳) مسند ابن شیبہ یعقوب الحافظ وهو أبو یوسف الدوسی (أيضا)

(۴) مسند ابن أبی شیبہ الامام أبی بکر عبد الله بن محمد بن أبی شیبہ الواسطی الکوفی (أيضا)

(۵) مسند البزار وزواده علی مسند أحمد (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۷)

(۶) مسند الامام أبی محمد عبد بن حمید الکشی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۶)

(۷) مسند أبی داؤد وهو سليمان بن داؤد الطیالسی المتوفی سنة أربع ومانتین قبل وهو أول

من صنف فی المسانید (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۶)

(۸) مسند الامام أحمد بن حنبل (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۶)

(۹) مسند الشافعی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۷)

(۱۰) مسند الامام الأعظم أبی حنیفة نعمان بن ثابت الکوفی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۶)

ہیں۔ وہ ان کے لڑکے نے لکھے ہیں۔ علی الاطلاق یہ کہنا کہ یہ مسند احمد ان کے لڑکے نے لکھی ہے۔ یہ بات جھوٹ ہے۔ پہلے انہوں نے خود کتاب لکھی لیکن نظر ثانی نہ کر سکے مسند احمد بہت بڑی کتاب ہے۔ چالیس ہزار کے قریب احادیث ہیں کچھ علماء کی رائے ہے کہ جو حدیث مسند احمد میں نہیں وہ حدیث ہی نہیں ان کی یہ بات مبالغہ پوٹی ہے۔

مسند شافعی:

یہ کتاب ان کی اپنی تصنیف کردہ نہیں۔ بلکہ ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہے مسند شافعی میں حروف تہجی کی ترتیب نہیں امام بیہقی نے اپنی کتاب معرفة السنن و الآثار میں امام شافعی کی تمام احادیث کو جمع کر دیا ہے۔

مسند ابی حنیفہ:

امام ابوحنیفہ کی کتاب مسند ابی حنیفہ جسے مسند اعظم بھی کہتے ہیں۔ یہ کتاب ان کی اپنی تصنیف کردہ نہیں۔ بلکہ مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں فقہ اکبر، کتاب العالم والمتعلم، والوسیطین الصغیر والکبیر یہ سب کتب ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔ (۱) مسند ابی حنیفہ پندرہ کتابیں ہیں۔ جو لوگوں کی تصنیف کردہ ہیں۔ نام مسند ابی حنیفہ رکھ دیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک مسند حارثی ہے۔ جس میں امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کے درمیان رفع الیدین پر مناظرہ ہے۔ جس کا ذکر عام طور پر احناف اپنی کتابوں میں کرتے ہیں۔ یہ مناظرہ شرح الشرح اور تقریر ترمذی میں درج ہے۔ لیکن میزان الاعتدال میں لکھا ہوا ہے۔ کہ حارثی ضعیف ہے۔ سلیمان بن داؤد شاذ کوفی بھی ضعیف ہے۔ بلکہ بعض نے کذاب کہا ہے۔ اس لحاظ سے یہ مناظرہ وضعی ہو جاتا ہے بعد میں ایک بزرگ گزرے ہیں۔ جنہوں نے پندرہ کتب مسانید کو ایک

(۱) وأما ما نسب اليه في الفقه الاكبر.... وقد رأيت عدة نسخ للفقه فوجدتها كلها متغايرة وهكذا كتاب العالم والمتعلم والوسيطين الصغیر والکبیر كلها منسوبة الى الامام لكن الصواب انها ليست للامام (فيض الباری جلد اول ص ۵۹)

جلگہ جمع کر دیا جسے آج کل مسند اعظم کہتے ہیں۔ اس کی شرح ملا علی قاری نے لکھی ہے۔
چوتھے امام مالک ہیں جنہوں نے اپنی کتاب موطا لکھی ہے۔ جو مسند نہیں یہ ان
کی اپنی کتاب ہے۔

۶۔ معجم:

محدثین کی اصطلاح میں معجم اس کتاب کو کہتے ہیں۔ جس میں احادیث کو ترتیب
شیوخ لکھا جائے۔ (۱) شیوخ کی ترتیب میں تین قسمیں ہو سکتی ہیں۔
۱۔ ترتیب وفات کے لحاظ سے ۲۔ تقویٰ و علم کے لحاظ سے ۳۔ حروف تہجی کے اعتبار سے
۱۔ ترتیب وفات کے اعتبار سے:

جو استاد پہلے فوت ہو جائے۔ اس کی احادیث کو پہلے لکھنا اور جو استاد بعد میں
فوت ہو۔ اس کی احادیث بعد میں ذکر کرنا اسی طرح آگے وفات کا اعتبار کیا جائے۔
۲۔ ترتیب تقویٰ و علم کے لحاظ سے:

جو استاد زیادہ علم و تقویٰ والا ہو۔ اس کی احادیث کو پہلے ذکر کرنا۔ اس کے بعد علم
و تقویٰ کے لحاظ سے جو ہو اس کا خیال رکھنا۔
۳۔ ترتیب بلحاظ حروف تہجی:

جن استادوں کے نام کی ابتداء ”الف“ سے ہوتی ہے ان کی احادیث کو پہلے نقل
کیا جائے۔ پھر وہ اساتذہ جن کے نام کی ابتداء ”ب“ سے ہوتی ہے۔ اسی طرح آگے
لحاظ رکھ لیا جائے۔ حروف والی ترتیب کے مطابق تین کتابیں مشہور ہیں۔ (۲)

۱. المعجم الكبير ۲. المعجم الاوسط ۳. المعجم الصغير

(۱) المعجم فی اصطلاح المحدثین ما تذاکر فیہ الأحادیث علی ترتیب الشیوخ سواء یعتبر
تقدم وفاة الشيخ أم توافق حروف التهجي أو الفضيلة أو التقدم فی العلم والتقویٰ ولكن الغالب
هو الترتیب علی حروف الهجاء (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۵)

(۲) من هذا القسم المعاجم الثلاثة للطبرانی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۵)

ان کتابوں کے مصنف امام نسائی کے شاگرد ابو القاسم طبرانی ہیں۔ اس کی ایک نئی شکل بھی سامنے آگئی ہے۔ کہ حروف تہجی کے اعتبار سے احادیث کے ٹکڑے لکھ لئے ہیں۔ پھر ان کو بیان کرنے والی کتب حدیث کے حوالے نقل کر دیئے ہیں۔

۷۔ الجزء:

محدثین کی اصطلاح میں الجزء اس کتاب کو کہتے ہیں۔ جس میں کسی ایک شخص یا صرف ایک مسئلہ یا مضمون کی احادیث جمع کی جائیں (۱) مثلاً: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی احادیث جمع کر دی جائیں۔ اس کا نام جزء ابی بکر ہو جائے اس نوع کی بہت سی کتب لکھی گئی ہیں۔ مثلاً: امام بخاری کی جزء رفع الیدین، جزء القراة۔ امام بیہقی نے بھی کتاب القراة کے نام سے کتاب لکھی ہے وہ بھی جزء میں شامل ہوگی۔

۸۔ کتب اطراف:

محدثین کے نزدیک اطراف کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ایک مخصوص حدیث کی تمام اسانید یا کئی مخصوص احادیث کی اسانید کو جمع کر دیا جائے۔ مثلاً: ایک حدیث کا ٹکڑا نقل کر کے تمام اسانید لکھنا شروع کر دیں۔ جہاں ایک جگہ تمام اسانید جمع ہو جائیں وہاں سے آگے ایک سند نقل کر دی جائے (۲) اس نوع کی بہت سی کتب ہیں مثلاً: اطراف کتب ستہ (۳) ابن عساکر کی کتاب الاشراف علی معرفة

(۱) الجزء فی اصطلاحہم تالیف الأحادیث المرویة عن رجل واحد سواء کان ذلک الرجل فی طبقة الصحابة أو من بعدهم کجزء حدیث ابی بکر وجزء حدیث مالک (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۶)

(۲) من طرق التصنیف جمعه علی الأطراف فی ذکر طرف الحدیث الدال علی بقیته ویجمع اسانیده اما منسوعبا أو مقیدا بکتب مخصوصة (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۷)

(۳) أطراف الکتب الستة للشیخ شمس الدین محمد بن طاہر بن أحمد المقدسی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۹)

الاطراف (۱) اس میں انہوں نے سنن اربعہ کے اطراف کو جمع کیا ہے۔ انہوں نے صحیحین کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان پر پہلے ہی کافی کام ہو چکا ہے۔ حافظ جمال الدین مزنی کی کتاب تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف ہے (۲) اس کے اندر انہوں نے کتب ستہ کے اطراف کو جمع کیا ہے۔ پھر کچھ اضافہ بھی کیا ہے ایک کتاب اتحاف المہرۃ باطراف العشرۃ ہے۔ (۳) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس میں دس کتب کے اطراف جمع کئے ہیں۔ صحاح ستہ اور چاروں مسندیں مل کر دس کتابیں بن جاتی ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب اطراف المختارہ بھی ہے اسی طرح کتب اطراف سے اطراف صحیحین ہے۔ یہ کتاب ابو مسعود مشقی رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔ (۴)

۹۔ کتب علل:

محدثین کی اصطلاح میں کتب علل سے مراد وہ کتابیں ہوں گی۔ جن میں احادیث کو مع بیان علل درج کیا جائے (۵) اس نوع میں بہت سی کتابیں ہیں۔ امام ترمذی نے اس موضوع پر دو کتابیں لکھی ہیں۔ ابن جوزی نے العلل المتناہیۃ کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ دارقطنی نے بھی کتاب العلل لکھی ہے (۶) ان کے علاوہ

- (۱) الأشراف علی معرفة الأطراف للحافظ بن عساکر ذکر فیہ انہ جمع أطراف سنن أبی داؤد وجامع الترمذی والنسائی وأسانیدھا ورتب علی حروف المعجم ثم وصل الی أطراف الستة للمقدسی وقد أضاف الیہا سنن ابن ماجہ (مقدمة تحفة الأحوذی ۳۸)
- (۲) تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف للحافظ جمال الدین أبی الحجاج یوسف بن عبد الرحمن المزنی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۳۹)
- (۳) اتحاف المہرۃ باطراف العشرۃ للحافظ ابن حجر العسقلانی (مقدمة تحفة الأحوذی ۳۰)
- (۴) أطراف الصحیحین للشیخ الحافظ الامام أبی مسعود ابراہیم بن محمد بن عبید اللہ المشقی (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۴۰) (۵) ہی الکتب التي یجمع فیہا الأحادیث المعلولة مع بیان عللہا (مقدمة الأحوذی ۳۷)
- (۶) کتاب العلل للامام الدارقطنی نسخة كاملة من هذا الكتاب مکتوبة بخط الحافظ ابن حجر موجوده فی الخزانة الجرمنیة (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۱۶۶)

بھی محدثین نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً: علل ابن ابی حاتم۔

۱۰۔ اربعین:

محدثین کی اصطلاح میں اربعین اس کتاب کو کہا جائے گا۔ جس میں ایک شخص کی ایک موضوع پر یا متعدد اشخاص کی متعدد موضوعات پر چالیس احادیث کو جمع کیا جائے ایسی کتابوں کی طرف توجہ اس لئے دی گئی۔ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص چالیس احادیث یاد کر لے وہ فقیہ ہے۔ (۱) اس وجہ سے اربعین کے نام سے کئی کتابیں لکھی گئیں لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ (۲) امام نووی نے ایک کتاب اربعین لکھی ہے۔ (۳) اس کی بہت سی شروحات ہیں۔ (۴)

۱۱۔ مسلسل:

محدثین کی اصطلاح میں مسلسل اس کتاب کو کہتے ہیں جس کتاب کے اندر وہ احادیث جمع کی جائیں جن حدیثوں میں راوی یا رواۃ کی کوئی صفت، تغل یا کوئی قولی تسلسل موجود ہو (۵)

(۱) قد ورد من طرق كثيرة بروایات متنوعه أن رسول الله ﷺ قال من حفظ علي أمتي أربعين حديثاً في أمر دينها بعثه الله تعالى يوم القيمة في زمرة الفقهاء والعلماء واتفقوا على أنه حديث ضعيف وان كثرت طرقه (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۵۴)

(۲) قال الحافظ في التلخيص ص ۲۶۹ حديث من حفظ علي أمتي أربعين حديثاً كتب فقيها الخ وقد لخصت القول فيه في المجلس السادس عشر من الاملاء ثم جمعت طرقه في جزء ليس فيها طريق تسلم من علة قاذحة قال النووي واتفق الحفاظ على أنه حديث ضعيف وان كثرت طرقه (أيضاً)

(۳) أربعين النووي وهو الامام محدث الشام محي الدين يحيى بن شرف الدين النووي الشافعي (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۵۴)

(۴) جامع العلوم والحكم في شرح أربعين حديثاً من جوامع الكلم وشرح نجم الدين سليمان بن عبد القوي الطوفي الحنبلي وشرح العلامة مصلح الدين محمد سعدى العبادي وشرح ملا علي القاري المكي الهروي الحنفی وشرح الشيخ سراج الدين عمر بن علي بن الملقن الشافعي (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۵۵)

(۵) المسلسل هو ما تتابع رجال اسناده واحداً فواحداً على صفة واحدة أو حالة واحدة (مقدمة تحفة الأحوذى ص ۴۹)

مثلاً: ایک شخص نے حدیث بیان کی۔ اور ہنس دیا پھر اس کا شاگرد بھی ہنس پڑا اس طرح تمام راوی حدیث بیان کرتے ہوئے ہنسیں۔ اس قسم کی احادیث جس کتاب میں جمع کی جائیں۔ اس کا نام مسلسل بالفعل ہوگا۔ اگر کسی دوسری صفت والی احادیث جمع کی جائیں۔ تو یہ کتاب مسلسل ہوگی۔ اس سلسلے کی ایک حدیث مسلسل باولیہ ہے (۱) جس میں ہر راوی کہتا ہے اول حدیث کہ ملاقات اول میں یہ بتایا۔ ایک حدیث مسلسل تحریک الشفتین ہے۔ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی۔ تو ہونٹ ہلائے اس طرح ہر راوی حدیث بیان کرتے ہوئے ہونٹ ہلاتا ہے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ حدیث میں پختگی اور وثوق پیدا ہوتا ہے۔ کتب احادیث کی کئی دوسری انواع بھی ہیں۔ لیکن مشہور یہی گیارہ اقسام ہیں۔

(۱) قد حدثنی شیخنا العلامة محمد بن عبد العزیز المدعو بشیخ محمد الهاشمی الجعفری بالحدیث المسلسل بالأولیة من لفظه وهو أول حدیث سمعته منه قال حدثنی مسند الوقت العلامة أبو الفضل عبدالحق المحمدی بالحدیث المسلسل بالأولیة من لفظه وهو أول حدیث سمعته منه قال حدثنی امام المحدثین القاضی محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ تعالی عن شیخہ السید عبد القادر بن احمد وهو عن شیخہ محمد حیات السندی وهو عن الشیخ سالم بن الشیخ عبد اللہ بن سالم البصری المکی عن أبیہ عن الشیخ محمد بن علاؤ الدین البابلی المصری عن الشہاب أحمد بن محمد بن الشلبی عن یوسف بن زکریا الأنصاری عن ابراهیم بن علی أحمد القلقشندی عن أحمد بن محمد بن المقدسی عن محمد بن محمد بن ابراهیم المیدومی عن عبد اللطیف بن عبد المنعم الحرانی عن أبی الفرج ابن الجوزی عن اسماعیل بن أبی صالح النیسابوری عن أبیہ عن محمد بن محمش الزیادی عن أبی حامد محمد بن محمد البزار عن عبد الرحمن بن بشر بن الحكم النیسابوری عن سفیان بن عیینہ عن عمرو بن دینار عن أبی قابوس مولى عبد الله بن عمرو بن العاص عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ ﷺ قال الراحمون یرحمہم الرحمن تبارک وتعالی ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء وکل من هؤلاء یقول هو أول حدیث سمعته من شیخہ الی سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہم أجمعین والحمد لله رب العالمین (مقدمة تحفة الأحوذی ص ۵۰)

تعارض حدیث کے متعلق ایک قاعدہ

یہ ایک امر مسلم ہے کہ دو شرعی دلیلوں کے درمیان حقیقت اور واقع میں تعارض نہیں ہوتا خواہ وہ شرعی دلائل قرآنی آیات ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہوں۔ (۱) مگر بسا اوقات بظاہر دو دلیلوں کے درمیان تعارض نظر آتا ہے اور وہ غور و فکر سے رفع نہیں ہوتا۔ بسا اوقات تعارض کا دور نہ ہونا عقل کی خامی ہوتی ہے۔ جس سے اختلاف رفع نہیں ہوتا۔ اس لئے بعض علماء یہاں تساقط کا لفظ بولتے ہیں۔ (۲) اس لفظ کا استعمال درست نہیں۔ یہ بے ادبی اور توہین کا لفظ ہے۔ یہاں توقف کا لفظ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جب بظاہر احادیث میں اختلاف آجائے تو اس کے حل کی صورتوں میں اختلاف ہے۔

احناف حضرات کا نظریہ یہ ہے (۳) کہ ان دو متعارض حدیثوں میں پہلے نسخ کا طریقہ جاری کریں گے اگر دلائل کے لحاظ سے نسخ کی صورت نہ بن سکے۔ تو پھر ترجیح کا عمل جاری کریں گے۔ راجح پر عمل ہوگا مرجوح متروک ہوں گی۔ اگر ترجیح بھی نہ ہو سکے تو پھر تطبیق اور توفیق کی شکل اختیار کی جائے گی۔ تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو سکے اگر قواعد کے لحاظ سے تطبیق بھی نہ ہو سکے۔ تو پھر تساقط ہوگا۔ تساقط کا مطلب یہ ہے کہ دونوں حدیثیں معرض استدلال سے ساقط ہو جائیں گی۔

لیکن ایسے تعارض حدیث کو حل کرنے کے لئے علماء اہل حدیث کا مسلک وہ ہے جو شرح منجبة الفکر، مقدمہ ابن الصلاح، تقریب للنووی اور تدریب للسیوطی والا ہے۔ کہ تعارض حدیث کی صورت میں سب سے پہلے تطبیق والا عمل جاری کیا جائے گا تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو سکے۔ اگر تطبیق ناممکن ہو تو پھر نسخ اختیار کیا جائے گا۔ اگر نسخ

(۱) قد روينا عن محمد بن اسحاق بن خزيمة الامام انه قال لا أعرف أنه روى عن النبي ﷺ حدیثان

باسنادین صحیحین متضادین فمن كان عنده فليأتني به لاؤلف بينهما (مقدمة ابن الصلاح ص ۱۴۳)

(۲) فان أمكن فيها والا فالي التساقط (مقدمة فيض الباری ص ۵۲)

بھی ناممکن ہو تو پھر قواعد ترجیح پر عمل کیا جائے گا اگر ترجیح بھی نہ ہو سکے تو پھر توقف ہوگا
احناف اور اہلحدیث میں سے کس کی ترتیب زیادہ درست ہے؟ اس مسئلے میں
محدثین کی بات زیادہ درست ہے۔ احناف کے اپنے وضع کردہ دلائل کمزور ہیں۔

کیونکہ تطبیق کو اولیت دینے سے دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے گا۔ نسخ یا ترجیح کی
صورت میں ایک حدیث پر عمل ہوگا۔ اور توقف کی صورت میں دونوں پر عمل نہیں ہو سکتا
چونکہ تطبیق والی صورت میں دونوں پر عمل ہوگا۔ اس لئے تطبیق کو سب سے مقدم کریں
گے۔ نسخ اور ترجیح میں سے نسخ مقدم ہوگا۔ کیونکہ ترجیح میں اصول کے مطابق ایک پر
عمل ہوگا۔ لیکن نسخ میں تاریخی طور پر ایک پہلے کی ہوگی اور دوسری بعد کی ہوگی۔ اس
طرح شرع خود ہی ایک حدیث کو منسوخ کر دے گی۔ لیکن ترجیح میں ہو سکتا ہے۔ کہ وہ
تبدیلی اپنی طرف سے ہو۔ اس لئے نسخ ترجیح سے مقدم ہونا چاہیے۔

مولانا انور شاہ فرماتے ہیں: کہ ہمارے علماء نے ایک رسالے میں کہا ہے۔ کہ
نسخ تطبیق سے مقدم ہے۔ فرماتے ہیں: میرے پاس ایک دلیل ہے۔ (۱) کہ نسخ کی دو
صورتیں ہیں۔

۱۔ نسخ مصرح
۲۔ نسخ غیر مصرح

پہلی شکل نسخ مصرح کی یہ ہے کہ تاریخی لحاظ سے یقیناً یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ
حدیث پہلے کی ہے۔ یعنی صراحتاً اس میں تقدیم کے لفظ ہیں۔ اور جہاں دو ایسی
احادیث آجائیں۔ جہاں تاریخ معلوم نہ ہو تو یہ شکل غیر مصرح کہلائے گی۔

مولانا انور شاہ فرماتے ہیں: کہ ہر نسخ تطبیق سے مقدم نہیں۔ بلکہ نسخ مصرح مقدم
ہوگا۔ یہ سب مانتے ہیں اس لئے حنفی مذہب پر اشکال ختم ہو گیا۔ اس کی مثال یہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اور بعد

(۱) وما فتح الله على هو أن المراد من النسخ ما جاء مصرحاً في الحديث كقوله

عن النبي ﷺ نهيتكم عن زيارة القبور

میں اجازت دے دی۔ یہ نسخ مصرح ہے۔ ان کے درمیان تطبیق کی ضرورت نہیں بلکہ ممانعت منسوخ اور اجازت والی حدیث ناسخ بن گئی۔ یہ تسلی بخش جواب ہے۔ (۱)

درحقیقت یہ جواب ہے ہی نہیں کیونکہ تنازع غیر مصرح میں ہے نہ کہ مصرح میں حالانکہ احناف کہتے ہیں کہ تطبیق سے نسخ غیر مصرح مقدم ہے جس نسخ میں جھگڑا ہے وہ غیر مصرح ہے جس کی انہوں نے کوئی دلیل نہیں دی یہ تو ان کا اپنے دعویٰ سے فرار ہے جو اصول شرح منجیہ الفکر میں ہے وہ درست ہے کہ پہلے تطبیق پھر نسخ پھر ترجیح اور پھر توقف ہوگا۔

ترجیح کی کئی صورتیں ہیں۔ اور وجوہ ترجیح بھی بہت زیادہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اقویٰ کو قوی پر اور ضعیف پر قوی کو ترجیح دی جائے گی۔ محدثین نے اس کے لئے ایک عام قاعدہ بنایا ہے کہ صحیحین کی احادیث غیر صحیحین سے متعارض ہوں۔ تو صحیحین کو ترجیح ہوگی۔ اس طرح مرتبہ اولیٰ والی حدیث مرتبہ ثانیہ والی حدیث سے مقدم ہوگی۔

صحیحین کی احادیث کو ترجیح دینے پر ابن ہمام کا اعتراض

صحیحین کی احادیث کو ترجیح دینے پر ابن ہمام نے اعتراض کیا ہے کہ یہ تحکم اور بے انصافی ہے۔ کہ جب غیر صحیحین کی احادیث رجال صحیحین یا شرط صحیحین پر مشتمل ہوں تو صحیحین کو ترجیح ہو جائے۔ اس کے لئے انہوں نے چار دلیلیں پیش کی ہیں۔

نمبر ۱۔ راجحیت کا مدار شروط و صفات پر ہے

جس میں صفات اور شروط اعلیٰ ہوں گی وہ حدیث ترجیح پا جائے گی اگر ہم فرض کریں۔ کہ ایک حدیث میں صفات اور شروط صحیح والی ہیں۔ تو صحیحین کو ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ بلکہ دونوں کو ایک ہی مقام پر رکھنا چاہیے۔

نمبر ۲:

ایک محدث حجت کے لئے ایک چیز کو شرط قرار دیتا ہے دوسرا اسے حجت کے لئے

(۱) فعلم ان ما اختاره الحنفیة هو الترتیب العقلي وهو الحق بعد الامعان (مقلمة فیض الباری ص ۵۲)

شرط قرار نہیں دیتا۔ نہ ہی اس شرط کو تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کے بغیر بھی حدیث کو صحیح سمجھتا ہے۔ اب غیر مشروط حدیث اور شرط والی حدیث دونوں کا پلڑا برابر ہو گیا۔ اگر بخاری و مسلم نے زائد شرطیں لگائی ہوئی ہیں۔ تو دوسرے اس کو شرط ہی نہیں سمجھتے۔ یہ فرق تو تب ہو گا جب وہ بھی اس شرط کو تسلیم کر لیں۔ لہذا دونوں حدیثیں برابر ایک ہی درجہ میں ہونی چاہیے۔

نمبر ۳:

بسا اوقات ایک راوی ایک محدث کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے دوسرے کے نزدیک وہی ضعیف ہوتا ہے۔ اب جس نے اس کو ثقہ سمجھا۔ وہ اس کی حدیث کو صحیح سمجھے گا۔ اس کو اس درجہ سے نیچے کیوں آنا چاہیے؟

نمبر ۴:

بخاری و مسلم کے اندر شرطیں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ دوسروں نے اعلیٰ درجہ کی شرطیں نہیں لگائی۔ اعلیٰ درجہ کی شرطیں لگا کر یہ سمجھنا کہ یہ واقع کے مطابق ہے۔ حقیقت میں واقع کے مطابق نہ ہو۔ دوسری کتاب میں حدیث شرط کے مطابق ہو تو خطا کا امکان ہے۔ تو صحیحین کو دوسری کتابوں پر مقدم کرنے والا قاعدہ درست نہیں۔ انہوں نے یہ بات فتح القدیر میں لکھی ہے۔

مولانا عبدالحق بھی ابن الہمام کے پیچھے چل نکلے اور کہا کہ یہ بات صحیح ہے۔ (۱) مولانا عبدالحق نے مشکوٰۃ کی مشہور شرح لمعات اور تفسیر حقانی لکھی ہے۔ ابن ہمام نے اجماعی قاعدہ پر جو تنقید کی ہے۔ اس کا جواب خود حنفی بزرگ ہی دیتے ہیں۔ مولانا محمد معین صاحب حنفی کی کتاب دراسات اللیب ہے۔ جس میں وہ اس کا رد کرتے ہیں بنیادی طور پر ایک بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ایک چیز رجال صحیحین ہے۔ دوسری

(۱) وخالف هذا القول الذي أجمع عليه الشيخ ابن الهمام وقلده في ذلك الشيخ عبد

چیز شرط صحیحین ہے۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کسی سند میں راوی رجال شیخین سے ہوں تو ضروری نہیں کہ وہ شرط شیخین پر بھی ہو۔ اس کی چند وجوہات ہیں۔ (۱)

پہلی وجہ:

شیخین نے شرط میں صفات و حالات کو ملحوظ رکھا ہے۔ دوسرے محدثین نے اس کا خیال نہیں رکھا۔ مثلاً: ایک شخص اپنے استاد کے پاس زیادہ دیر رہا ہے۔ دوسرا شاگرد تھوڑی دیر رہا ہے۔ ایک شاگرد باہر سے آیا ہے۔ دوسرا اسی بستی کا رہنے والا ہے تو رواۃ میں یہ جو اعلیٰ درجہ کی صفات ہیں۔ شیخین نے ان کو ملحوظ رکھا ہے۔ جو دوسروں نے ملحوظ نہیں رکھیں۔ تو معلوم ہوا کہ رجال شیخین کے آنے سے شرط شیخین کا آنا لازم نہیں آتا۔

دوسری وجہ:

بسا اوقات شیخین کسی ایسے راوی کی حدیث لاتے ہیں۔ جو بعض مخصوص استادوں میں ضعیف ہوتا ہے۔ تو شیخین اس راوی کی وہ روایت کبھی نہیں درج کریں گے۔ جن میں وہ ان مخصوص اساتذہ کا شاگرد ہے۔ جیسے ہشیم بخاری و مسلم کا راوی ہے لیکن جب وہ زہری سے روایت کرے تو شیخین نے کبھی اس کی روایت نقل نہیں کی یعنی بخاری و مسلم میں ہشیم عن الزہری کہیں بھی موجود نہیں۔ حالانکہ زہری بھی بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ دوسرے محدثین اس بات کا خیال نہیں رکھتے۔ دوسری مثال ہمام راوی کی ہے۔ اس کے اوپر ابن جریج ہیں۔ تو ہمام اور ابن جریج دونوں بخاری و مسلم کے رواۃ سے ہیں۔ مگر ہمام جب ابن جریج سے بیان کرے تو قابل قبول نہیں۔ اب یہ دونوں رجال شیخین تو ہیں۔ لیکن شرائط بخاری و مسلم پر پورے نہیں اترتے۔

تیسری وجہ:

بسا اوقات شیخین مختلط رواۃ کی حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ اور اس بات کا خیال

رکھتے ہیں۔ کہ یہ روایات قبل از اختلاط کی ہیں۔ اگر کہیں قبل از اختلاط اور بعد اختلاط میں شک ہو جائے۔ تو روایت درج نہیں کریں گے۔ صرف قبل از اختلاط ہی کی روایت بیان کریں گے۔ بعد از اختلاط والی روایت درج نہیں کریں گے مثلاً: احمد بن عبد الرحمن مصری امام مسلم کے استاد ہیں۔ جب امام مسلم پڑھ کر آگئے تو بعد میں ان کو اختلاط ہو گیا۔ امام مسلم اختلاط کے بعد کی حدیث درج نہیں کرتے۔ (۱) دوسرے محدثین اس بات کا خیال نہیں رکھتے۔

چوتھی وجہ:

امام بخاری و مسلم مدلس کی حدیث بھی بیان کرتے ہیں۔ جیسے قتادہ اور اعمش ہیں لیکن بخاری و مسلم میں وہی حدیث ہوگی۔ جو اپنے استاد سے مسوع ہوگی۔ یعنی راوی حدیث کہے یا پھر کسی طریقہ سے سماعت کی صراحت کرے۔ دوسرے محدثین اس کا خیال نہیں رکھتے۔ اب یہ رجال شیخین تو ہیں۔ لیکن شروط شیخین کو لازم نہیں۔

پانچویں وجہ:

بسا اوقات شیخین متابعات اور شواہد میں ان رجال کی احادیث نقل کرتے ہیں جو رجال ان کی شروط کے مطابق پورے نہیں اترتے۔ متابعات اور شواہد میں ہونے کی وجہ سے یہ رواۃ بخاری و مسلم کے رجال تو ہیں لیکن شروط شیخین پر پورے نہیں کیونکہ شیخین نے اپنی شرط کی پابندی اصول و مقاصد میں کی ہے۔

چھٹی وجہ:

امام مسلم بسا اوقات علو اور خاص فنی فوائد کے تحت ایک ضعیف راوی کی حدیث اصول میں درج کر دیتے ہیں۔ مثلاً: اسباط بن نصر اور احمد بن عیسیٰ کمزور راوی ہیں امام مسلم نے اصول میں ان کی حدیث درج کی ہوئی ہے۔ تو اس پر ابو زرعہ نے امام مسلم

(۱) أحمد بن عبد الرحمن أخی عبد الله بن وهب (مقدمة تحفة الأحمدي ص ۷۱)

سے ملاقات کرتے ہوئے کہا کہ آپ ایسے آدمیوں کی روایت بیان کرتے ہیں۔ جو کہ ضعیف ہیں تو امام مسلم نے جواب دیا۔ کہ میں ان سے صرف وہ احادیث درج کرتا ہوں۔ جن کو ان کے علاوہ ثقہ راویوں نے ان کے شیوخ سے بیان کیا ہے۔ (۱) تو وہ حدیث فی نفسہ صحیح ہوگی۔ لیکن اگر یہی راوی دوسری کتابوں میں آجائیں تو وہ رجال مسلم تو ہوں گے۔ لیکن شروط مسلم پر نہیں ہوں گے۔

ساتویں وجہ:

کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی صرف بخاری کا ہے۔ مثلاً: عکرمہ مسلم میں یہ راوی نہیں اور سماک بن حرب صرف مسلم کا راوی ہے بخاری میں نہیں (۲) دوسری کتابوں میں وہ استاد و شاگرد کے لحاظ سے اکٹھے آجاتے ہیں۔ اس طرح بعض کہتے ہیں علی شروط شیخین۔ حالانکہ یہ سند نہ بخاری میں ہے اور نہ مسلم میں ہے۔ صرف رجال شیخین سے غلطی کھا جاتے ہیں۔ اس لئے رجال صحیحین اور شروط صحیحین میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ جس نے بخاری و مسلم کے راویوں کو دیکھ کر کہہ دیا کہ شرط مسلم پر ہے۔ یا شرط بخاری پر ہے تو اس نے غلطی کی اور غفلت برتی ہے۔

ابن ہمام کے دلائل کی طرف توجہ:

انہوں نے فرمایا تھا کہ اگر کسی حدیث میں رجال شیخین مذکور ہوں۔ تو اس پر صحیحین کی حدیث کو ترجیح دینا درست نہیں۔ تو ان سات وجوہ سے معلوم ہوا کہ ان کی یہ بات درست نہیں۔ بلکہ کبھی رجال شیخین والی سند ضعیف بھی ہوتی ہے۔

پہلی دلیل:

انہوں نے کہا تھا۔ ہم فرض کر لیں کہ دوسری کتاب کی حدیث شروط شیخین پر ہے

تو اس میں بھی شرط شیخین ہوں۔ تو صحیحین کو ترجیح دینا انصافی ہے۔

جواب:

فرض کر لینا الگ چیز ہے اور خارج میں وجود الگ چیز ہے۔ فرض کر لینے پر کوئی پابندی نہیں۔ ہر کوئی اپنی عقل سے فرض کر سکتا ہے۔ یہاں تو بات واقع کی ہے کہ دو حدیثیں متعارض ہوں تو صحیحین یا غیر صحیحین میں سے ترجیح کس کو ہوگی؟ غیر صحیحین میں شرط شیخین موجود ہیں۔ یا کہ موجود نہیں؟ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ فرض کر لینا کوئی درست بات نہیں۔ پوری امت کا اتفاق ہے کہ تمام کتب احادیث پر بخاری و مسلم مقدم ہیں۔ کیونکہ ان کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ پھر اگر کوئی یہ کہے کہ شرط شیخین موجود نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیحین میں شرائط کا موجود ہونا مقبول ہو چکا ہے اور اگر غیر صحیحین میں ایک شخص کہے گا کہ شرط ہیں۔ تمام علماء تو نہیں کہتے پھر ہو سکتا ہے کہ وہ شرط نہ ہوں۔ اس لئے ترجیح صحیحین ہی کو ہوگی۔

دوسری دلیل کا جواب:

ابن ہمام کی دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ شرط شیخین صحت حدیث کے لئے نہیں۔ بلکہ انہوں نے اپنی اپنی صحیح میں احادیث درج کرنے کے لئے عائد کیں ہیں مثلاً: راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو۔ پھر ان سے روایت بھی کرے۔ ایسے راوی کی حدیث امام بخاری درج کریں گے۔ یہ صحت حدیث کی شرط نہیں بلکہ علو صحت اسناد کی شرط ہے۔ اب اگر کسی دوسری کتاب میں صحیح حدیث ہے تو وہ صحت پر مبنی ہوگی لیکن بخاری کے ہم پلہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ حدیث صحیح ہے اور یہ حدیث اصح ہے دوسری بات یہ ہے کہ امام بخاری نے ایک چیز کو شرط قرار دیا ہے دوسروں نے وہ چیز شرط قرار نہیں دی۔ دوسرا یہ نہیں کہتا کہ میری حدیث بخاری کے مساوی ہے۔ اس لئے کہ وہ بھی یہ بات سمجھتا ہے کہ بخاری کی شرط علو صحت اسناد کے لئے ہے۔ مثلاً: امام

بخاری ایک راوی کی حدیث نہیں لیتے۔ حالانکہ دوسرا محدث اسے ثقہ سمجھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام بخاری اس سے اوثق کی روایت لیں گے۔

پھر یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ بخاری و مسلم نے یہ نہیں کہا کہ ہماری کتب دوسری کتب حدیث سے مقدم ہیں۔ بلکہ بعد والے محدثین نے چھان بین کر کے جب دیکھا تو فیصلہ دیا کہ بخاری و مسلم کی حدیثیں دوسری کتب سے مقدم ہیں اس میں شرط و مشروط کا سوال کرنا ہی غلط ہے۔ کیونکہ یہ فیصلہ تو بعد والوں نے کیا ہے۔

تیسری دلیل کا جواب:

دوسری دلیل کا جواب ہی تیسری دلیل کے جواب کے لئے کافی ہے۔

چوتھی دلیل کا جواب:

اس بات کا امکان تو ہو سکتا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن جب بعد کے محدثین نے جانچ پڑتال کی۔ تو انہوں نے دیکھا کہ وہ جو حدیثیں لائے ہیں۔ وہ شرط کے مطابق ہیں اب دونوں کو تلتقی بالقبول حاصل ہے۔ صرف امکان کو لے کر اعتراض کرنا درست نہیں۔ اگر احادیث واقع کے مطابق نہ ہوتیں تو ان کو تلتقی بالقبول حاصل نہ ہوتی۔

دوسرا جواب:

جس طرح یہ امکان بخاری و مسلم میں ہو سکتا ہے اسی طرح دوسری کتب حدیث میں بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دوسری کتب حدیث کو تلتقی بالقبول بھی حاصل نہیں۔ اگر بخاری میں ایک فیصد امکان ہے تو دوسری کتب حدیث میں سو فیصد امکان ہو سکتا ہے پھر بھی ترجیح بخاری و مسلم کو ہوگی۔

ابن ہمام کے دلائل بے بنیاد ہیں۔ صرف حدیث کو رد کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ تمام مسالک کا تقدیم صحیحین پر اجماع ہے۔ نیز ابن ہمام سے قبل کسی نے یہ نقطہ نہیں اٹھایا۔ ابن ہمام کے بعد عبدالحق دہلوی ان کے پیچھے چلے ہیں۔ صرف احادیث کو

رد کرنے کا یہ طریقہ وضع کیا گیا ہے۔ بلکہ اور بھی بہت سے اصول بنائے گئے ہیں۔

حدیث کو رد کرنے کے لئے وضع کردہ اصول

اصول نمبر ۱:

ہر وہ حدیث جو کسی معروف و محقق فقیہ امام کے عمل یا فتویٰ کے خلاف ہو وہ ضعیف ہے

جواب نمبر ۱:

اس قاعدہ کا پہلا رد یہ ہے کہ یہ قاعدہ اصول حدیث کے خلاف ہے۔ اصول حدیث میں تو یہ ہے:

عمل العالم أو فتیاء علی وفق الحدیث الذی رواہ لیس

حکما منه بصاحتہ (۱)

”اگر کسی عالم کا فتویٰ یا عمل کسی حدیث کے مطابق ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ

وہ حدیث اس کے نزدیک صحیح ہو“

اسی طرح کسی عالم کا عمل کسی حدیث کے خلاف ہو تو ضعف حدیث کے لئے

حجت نہیں۔ یعنی موافقت امام للحدیث صحت حدیث کی علامت نہیں۔ اور مخالفت امام

للحدیث ضعف حدیث کے لئے علامت نہیں۔

جواب ۲:

امام جس حدیث کی موافقت یا مخالفت کرے ضروری نہیں کہ وہ حدیث اس کے علم

میں بھی ہو جب وہ حدیث اس کے علم میں ہی نہیں تو موافقت یا مخالفت اس کے ہاں

صحت و ضعف کی دلیل کیسے ہوگی؟

جواب ۳:

(۱) قال السیوطی فی التدریب وعمل العالم وفتیاء علی وفق حدیث رواہ لیس حکما منه

بصاحتہ (مقدمة نحة الأحوذی ص ۱۷۱)

وہ حدیث جس کی امام صاحب موافقت یا مخالفت کر رہے ہیں۔ ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ وہ امام صاحب کے علم میں بھی ہے۔ پھر بھی صحت یا عدم صحت کے لئے حجت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ دلائل اور بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً: قرآن، اجماع اور قیاس دلائل ہی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ امام صاحب نے قیاس کے مطابق عمل کر لیا ہو۔ تو عمل حدیث کے موافق نکل آیا۔ یا کسی اور وجہ سے اس نے عمل کیا تو وہ حدیث کے مخالف ہو گیا۔ یا کسی دوسری حدیث سے مسئلہ استنباط کیا ہو۔ اس لئے ان کا عمل صحت و ضعف حدیث کے لئے میزان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ دلائل اس کے پاس ہیں۔ جن کا دوسروں کو علم نہیں۔

جواب ۴:

اس کا چوتھا رد یہ ہے کہ ہم مان لیتے ہیں کہ اس کے عمل کی دلیل حدیث ہی ہے دوسرے دلائل نہیں تو پھر بھی امام صاحب کا عمل یا ان کا فتویٰ صحت حدیث کی دلیل نہیں کیونکہ امام صاحب نے احتیاط سے عمل کیا اور فتویٰ دیا حالانکہ وہ اپنے عمل اور فتویٰ کو ضعیف سمجھتے ہیں۔

جواب ۵:

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ امام صاحب کو اس کا علم بھی نہیں۔ اور احتیاط کی صورت بھی نہیں۔ تو پھر انہوں نے ترہیب و ترغیب کی خاطر کیا ہو گا۔ کیونکہ علماء ترغیب و ترہیب میں نرمی کر لیتے ہیں۔

جواب ۶:

اوپر والی تمام صورتیں نہیں اور امام صاحب عمل کر رہے ہیں۔ تو پھر بھی صحت حدیث کے لئے حجت نہیں۔ کیونکہ ضعف کا جو سبب ہے وہ اس کو سبب ضعف سمجھتے ہی نہیں۔ مثلاً: انقطاع اور ارسال کو وہ سبب ضعف شمار ہی نہیں کرتے۔ اس لئے وہ اس پر عمل پیرا ہیں۔ ہاں امام صاحب کے نزدیک صحیح ہے واقع میں صحیح نہیں۔ لیکن یہاں تو بات واقع میں حجت کی ہے۔

جواب ۷:

اس قاعدے کا ساتھ تو اس ردیہ ہے کہ ہو سکتا ہے امام صاحب کا مذہب یہ ہو کہ ضعیف حدیث پر عمل کر لینا ٹھیک ہے۔ تو پھر یہ کیسے ثابت ہوا کہ اس کا عمل صحت حدیث کی دلیل ہے۔

جواب ۸:

اس کا آٹھواں ردیہ ہے کہ اگر اس قاعدے کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر تحقیق حدیث کا مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ ہر شخص اپنے امام کو سامنے رکھے گا۔ اگرچہ باقی اس کو ضعیف کہتے ہوں۔ اس طرح تو یہ صحت حدیث والا قاعدہ ہی ختم ہو جائے گا۔ قاعدہ وہ ہوتا ہے۔ جو سب کے نزدیک مسلم ہو۔ موافقت حدیث کے یہ آٹھ ردیہ ہیں۔ مخالفت حدیث کے بھی یہ آٹھ ردیہ بن سکتے ہیں۔

اصول نمبر ۲:

یہ قاعدہ صوفی لوگوں کا ہے کہ خواب یا الہام سے نبی ﷺ خود کہہ دیں کہ یہ بات غلط ہے یا یہ صحیح ہے۔ تو یہ معتبر ہوگا۔ کیونکہ اگر محدثین کی بات مانیں۔ تو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل نہیں ہوگا۔ ابن عربی نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: کہ مجھے نبی ﷺ سے خبر پہنچی۔

من قال لا اله الا الله سبعين الفا غفر له

”جو آدمی ستر ہزار مرتبہ لا اله الا الله پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے“

میں نے ستر ہزار مرتبہ پڑھا لیکن میں نے توثیق نہ کی۔ پھر میں ایک دعوت میں شریک ہوا۔ تو ایک نوجوان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ جب پوچھا تو اس نے بتایا۔ میری والدہ اس وقت عذاب میں ہے جو فوت ہو گئی ہے۔

ابن عربی کہتے ہیں: کہ میں نے دل ہی دل میں وہ وظیفہ اس کی ماں کو بخش دیا۔ تو

اچانک اس کا چہرہ ہشاش بشاش نظر آنے لگا۔ جب پوچھا تو اس نے بتایا کہ میری ماں ٹھیک ہو گئی ہے۔ اب ابن عربی کہتے ہیں:

عرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة

الحديث (۱)

”میں نے حدیث کا صحیح ہونا اس کے کشف سے معلوم کیا۔ اور اس کے کشف کا صحیح ہونا حدیث سے معلوم کیا“

ابن عربی نے فتوحات میں لکھا ہے کہ اگر نبی ﷺ خواب میں ملیں اور چلنے کو کہیں تو اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی ایک قاعدہ ہے کہ

رب حديث صحيح عند اهل الفن لا يثبت عندنا

”بہت سی احادیث صحیح ہمارے نزدیک ثابت نہیں“ (۲)

ابن عربی نے فصوص الحکم میں فرعون کو مومن کہا ہے۔ تو پھر قرآن بھی حجت نہیں رہے گا۔ اسی لئے تو وہ کہتے ہیں:

ورب حديث موضوع عندهم يصح بقوله ﷺ هذا حديث قلته

صوفیوں نے یہ طریقہ حدیث کو رد کرنے کے لئے بنایا ہے۔

جواب:

اس قاعدے کا رد عقائد کی کتابوں میں موجود ہے کہ نبی ﷺ کے کشف والہام کے علاوہ کسی کا کشف والہام اور خواب شریعت کے اندر حجت نہیں ہو سکتا۔ یہ بات شرح عقائد میں ہے۔

والالهام ليس من اسباب المعرفة بصحة الشيء عند اهل الحق

(۱) قال الشيخ فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث (مقدمة

تحفة الأحمدي ص ۱۵۲)

(۲) فرب حديث صحيح عند اهل الفن لا يثبت عندنا من هذا الطريق ورب موضوع عندهم

يصح بقوله ﷺ هذا حديث قلته (مقدمة تحفة الأحمدي ص ۱۵۲)

اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کے کشف والہام میں خطاء کا امکان موجود ہے۔ پھر اپنے اندر عدم ضبط کا بھی امکان ہے۔

صوفیوں کا اعتراض

صوفی لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے دیکھا "لأن الشيطان لا يتمثل بي" اب خطاء کا امکان کیسے ہو سکتا ہے؟ (۱)

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی نے نبی ﷺ کو خواب کے اندر دیکھا ہے۔ تو اس کو صحابی ہونا چاہیے۔ تب یہ لوگ اپنے آپ کو صحابی کہلائیں۔ معلوم ہوا کہ نوم و یقظہ میں دیکھنا دونوں میں فرق ہے۔ علامہ عینی سے کسی نے پوچھا۔ کہ کوئی آدمی خواب میں رسول اللہ کو دیکھے تو وہ صحابی ہو جائے گا؟ تو انہوں نے فرمایا۔ نہیں ہوگا۔

جواب ۲:

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ شیطان رسول اللہ ﷺ کی شکل میں نہیں آ سکتا مگر کسی دوسری شکل میں آ کر صوفی صاحب کو دھوکہ دے دے کہ میں رسول اللہ ﷺ ہوں مثلاً صوفی محمد عبداللہ صاحب کو کسی نے کہا کہ مجھے ہر روز صبح کے وقت علی ہجویری ملتے ہیں۔ آخر تک۔

اصول نمبر ۳:

صحیح احادیث کو رد کرنے کا تیسرا قاعدہ یہ بتایا ہے کہ ممکن ہے وہ حدیث پرانے زمانے میں صحیح ہو۔ مثلاً: ایک حدیث امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے زمانہ میں بالکل صحیح ہو۔ اس کے بعد جو سند کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کی وجہ سے حدیث موضوع یا ضعیف ہو جائے۔ اس لئے آئمہ کے نزدیک جو صحیح ہے وہ صحیح ہے۔ یہ ضعف تو بعد میں نکل آیا

(۱) أن أبا هريرة قال سمعت النبي ﷺ يقول من رآني في المنام فسي رآني في اليقظة ولا يتمثل الشيطان بي وعن

أنس قال قال رسول الله ﷺ من رآني في المنام فقد رآني فإن الشيطان لا يتمثل بي (رواهما البخاري ج ۲ ص

ہے۔ ملا علی قاری نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے کہ جنازے کے پیچھے ہی چلنا چاہیے۔ جو آگے چلے گا وہ جنازے میں شامل ہی نہیں۔ یہ حدیث امام صاحب کے نزدیک صحیح ہے۔ اور امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔ (۱) کیونکہ عبداللہ بن مسعود کے نیچے ابو ماجد ضعیف ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے ”کہ نبی ﷺ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے“ یہ حدیث امام صاحب کے نزدیک صحیح ہے۔ اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ (۲) چونکہ ضعف بعد میں پیدا ہوا ہے پہلے نہیں تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے ان پر عمل کیا ہوا ہے۔

رد نمبر ۱:

اس قاعدے کی بنیاد یہ ہے کہ امام صاحب کے عمل کو صحت حدیث یا عدم صحت کے لئے دلیل بنانا۔ کہ ابتدا میں صحت سند کا احتمال ہے۔ واقع میں ایسا نہیں۔ اگر ہے تو پیش کرو۔ اگر ایسا ہو کہ امام صاحب سے اوپر صحیح ہوں تو کوئی محدث اس حدیث کو ضعیف نہیں کہے گا۔ اگر کوئی محدث حدیث کو صحیح کہہ دے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ کسی سند کے مطابق صحیح ہے یہ مطلب نہیں کہ تمام سندیں صحیح ہیں۔ احتمال صحیح و سقیم دونوں ہو سکتے ہیں۔ اس لئے احتمال پر بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

رد نمبر ۲:

(۱) حدثنا محمود بن غیلان نا وهب بن جریر عن شعبة عن یحیی امام بنی تیمم اللہ عن ابي ماجد عن عبد الله بن مسعود قال سألنا رسول الله ﷺ عن المشي خلف الجنابة فقال ما دون الجنب فان كان خيرا عجلتموه وان كان شرا فلا يُبْعَدُ الا اهل النار. الجنابة متبوعة ولا تتبع ليس منها من تقدمها قال أبو عيسى هذا حديث لا نعرفه من حديث ابن مسعود الا من هذا الوجه وسمعت محمد بن اسماعيل يضعف حديث أبي ماجد هذا (رواه الترمذی ص ۹۶ جلد ۱).

(۲) حدثنا یحیی بن موسی نا ابو معاویة نا خالد بن ایاس وبقال خالد بن ایاس عن صالح مولى التؤمة عن ابی هريرة قال كان النبی ﷺ ينهض في الصلوة على صدور قدميه وخالد بن ایاس ضعیف عند اهل الحديث وبقال خالد بن ایاس (رواه الترمذی ص ۶۵ جلد ۱)

اس قاعدہ سے لازم آتا ہے کہ موضوع اور ضعیف احادیث بھی صحیح ہو جائیں۔ تو یہ بات باطل ہے۔ کیونکہ موضوع احادیث والے کہہ سکتے ہیں کہ بیان کرنے والے صحابہ کرام ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ ان میں ضعف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ضعف تو بعد میں آیا ہے۔ اس لئے قاعدہ کے مطابق تمام احادیث صحیح ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ امام صاحب کسی کو ضعیف قرار دیں۔ یہ بھی غلط ہے کیونکہ صحابہ کرام کے زمانہ میں تو ضعف نہیں تھا۔ اس لئے یہ قاعدہ ہی غلط ہے۔ جو صحیح احادیث کو رد کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ جس سے تمام احادیث ایک ہی صف میں شمار ہو جائیں۔ جو حدیث سند سے ضعیف ثابت ہو وہ ضعیف ہوگی۔ جو سند سے ضعیف نہ ہو دیگر شروط صحت اس میں موجود ہوں وہ صحیح ہوگی۔

اصول نمبر ۴:

احادیث کو رد کرنے کے لئے جو تھا قاعدہ یہ بنایا گیا ہے کہ اگر ایک راوی فقیہ ہے اس سے معارض حدیث والا غیر فقیہ ہے تو فقیہ کو ماننا پڑے گا۔ اور غیر فقیہ کو چھوڑ دیا جائے گا۔ بلکہ غیر فقیہ کی روایت اگر قیاس کے معارض ہو جائے تو اس کی روایت کو رد کر دیتے ہیں۔ اسکی دلیل یہ پیش کرتے ہیں۔ کہ امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ کے درمیان مناظرہ والی روایت ابن عیینہ سے ہے کہ ابوحنیفہ اور اوزاعی دارالحنطین میں جمع ہوئے۔ امام اوزاعی نے سوال کیا کہ تم نماز میں رفع الیدین کیوں نہیں کرتے؟ تو ابوحنیفہ نے جواب دیا کہ نبی ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ہی نہیں۔ تو امام اوزاعی نے جواب دیا۔ کہ مجھے زہری نے سالم سے حدیث سنائی۔ سالم عبد اللہ بن عمر سے بیان کرتے ہیں۔ عبد اللہ بن عمر رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ رفع الیدین کرتے تھے اس پر امام ابوحنیفہ بولے:

”حدثنی حماد عن ابراہیم عن علقمة عن ابن مسعود لم

یکن یرفع یدیه فی الصلوۃ“

کہ ابن مسعود نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے اوزاعی کی روایت میں واسطے بہت کم ہیں اس لئے سند عالی ہا امام صاحب کی سند میں واسطے زیادہ ہیں اس لئے نازل ہے لیکن حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہے اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہے فرماتے ہیں: اگرچہ علقمہ صحابی نہیں مگر عبداللہ بن عمر کے مقابلے میں کیا کہنا اور عبداللہ بن مسعود کا تو کہنا ہی کیا! ابن ہمام کہتے ہیں

”فرجح أبو حنیفة بفقہ الحدیث ورجح الأوزاعی بعلو الاسناد“

اس واقعہ سے یہ قاعدہ بناتے ہیں کہ فقیہ کی روایت غیر فقیہ سے افضل ہے۔

رد نمبر ۱:

اس کا پہلا رد یہ ہے کہ یہ حکایت ثابت نہیں۔ کیونکہ اس کی سند میں حارثی ہے دوسرا سلیمان بن داؤد شاذکونی ہے دونوں قابل اعتماد نہیں۔ بلکہ دونوں وضاع ہیں پھر قابل اعتماد کیسے ہو سکتے ہیں؟

ابن ہمام کی بات کا اندازہ لگائیے۔ ایک طرف بخاری و مسلم پر برس رہے ہیں اور خود بغیر سند کے ابن عیینہ سے مناظرہ نقل کرنا شروع کر دیا ہے۔ نیچے سند بیان ہی نہیں کی اس سے یہ راز ظاہر ہو جاتا تھا۔ کہ حارثی کذاب ہے۔ مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں۔ کہ اسناد حذف کر کے کسی نے یہ بہت بڑا کام کیا ہے۔

رد نمبر ۲:

اس قاعدہ کا دوسرا رد یہ ہے کہ صحیح کا مدار ضبط راوی اور عدالت راوی پر ہے۔ فقہ راوی پر نہیں ہوتا۔ نبی ﷺ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ

”خود کئی راوی ایسے ہوتے ہیں۔ جو اتنے فقیہ نہیں ہوتے جتنے ان کے بعد

والے ہوتے ہیں“ (۱)

اور وہ مسائل اخذ کر سکتے ہیں۔ ان راویوں کی بات معتبر ہوگی۔ کیونکہ صحت کا دار

(۱) باب قول النبی ﷺ رب مبلغ أوعى من سامع (رواہ البخاری ص ۱۶ جلد ۱ ص

قال سمعت عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود يحدث عن أبيه قال (۲ جلد ۲)

و مدار ضبط و عدالت پر ہے۔ دونوں صورتوں میں روایت صحیح سمجھی جائے گی۔ امام بخاری اور دیگر محدثین تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ پانچ چھ سال کا بچہ بھی حدیث بتا دے تو وہ معتبر ہوگی (۱) اس عمر میں بچہ فقیہ تو نہیں ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ بچہ دائیں بائیں کی تمیز کر سکتا ہو تو اس کی بیان کردہ حدیث معتبر ہوگی۔ حجۃ اللہ البالغة میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں اصول فقہ کے یہ اصول بعد کے بنائے ہوئے ہیں۔ امام کی طرف منسوب کر دیئے گئے ہیں۔

اصول نمبر ۵:

بعض لوگوں نے یہ اصول بنا رکھا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب اگر کسی حدیث کے مطابق ہو تو جمہور علماء کی وجہ سے اس حدیث کو معارض حدیث پر ترجیح دی جائے گی۔

رد:

جمہوریت کوئی شرعی دلیل نہیں اصول فقہ کی کتابوں میں بیان کردہ شرعی دلائل چار ہیں

۱۔ کتاب ۲۔ سنت ۳۔ اجماع ۴۔ قیاس

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ تنازع کی صورت میں قرآن و حدیث کی طرف رجوع

کرو۔ (۲) تو پھر جمہوریت کوئی چیز نہ ہوئی۔ پھر بعض لوگ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں

کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اتبعوا السواد الاعظم ”کہ بڑی جماعت کی پیروی کرو“

اس سے معلوم ہوا۔ کہ جمہوریت ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ کی انتہائی ضعیف حدیث

بقیة صفحہ گزشتہ: سمعت رسول الله ﷺ يقول نضر الله امرء سمع منا شيئاً فبلغه كما

سمعه فرب مبلغ أوعى من سامع (هذا حديث حسن صحيح رواه الترمذی ص ۹۳ ج ۲)

قال رسول الله ﷺ رب حامل فقه الى من هو أفقه منه.

(۱) باب متى يصح سماع الصغير عن محمود بن الربيع قال عقلت من النبي ﷺ جملة مجها في

وجهي وأنا ابن خمس سنين من ولو (رواه البخاری ص ۷۷ ج ۱)

(۲) فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر (النساء آية ۵۹)

ہے۔ (۱) دوسری بات یہ ہے کہ سواد اعظم کا معنی جمہوریت غلط ہے۔ اعظم اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ کثرت سے اسم تفضیل کا صیغہ اکثر آئے گا۔ اعظم کی ضد احقر آتی ہے اور اکثر کی ضد اقل آتی ہے۔ تو سواد اعظم کا معنی ہوگا زیادہ عظمت والے لوگ اعظم کا معنی اکثریت کرنا عقل و نقل کے خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق (۲)

”کہ ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت حق پر قائم رہے گی“

قرآن مجید میں ہے ”ایمان والے تھوڑے ہیں“ (۳)

پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: کہ اکثر کے پیچھے چلو۔

محدثین نے صحت حدیث کے لئے جو شرائط قائم کی ہیں ان میں اکثریت کوئی

شرط نہیں لہذا جمہوریت کا عمل کسی حدیث کے ضعف یا صحت کا سبب نہیں بن سکتا۔

(۱) باب السواد الأعظم حدثنا العباس بن عثمان الدمشقی ثنا الولید بن مسلم ثنا معان بن رفاعة السلامی حدثنی أبو خلف الأعمی قال سمعت أنس بن مالک يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول ان امتی لا تجتمع علی ضلالة فاذا رأیتم اختلافا فعلیکم بالسواد الأعظم (رواه ابن ماجة ص ۲۸۳ فی أبواب الفتن)

(۲) عن ثوبان مولى رسول الله ﷺ أن رسول الله ﷺ قال ولن تزال طائفة من امتی علی الحق منصورین لا یضرهم من خالفهم حتی یأتی امر الله عز وجل (رواه ابن ماجة ص ۲۸۳ فی الفتن) وقال سمعت معاوية خطیبا یقول سمعت النبی ﷺ یقول من یرد الله به خیرا یفقہه فی الدین وانما أنا قاسم و الله یعطى ولن تزال هذه الأمة قائمة علی أمر الله لا یضرهم من خالفهم حتی یأتی أمر الله (رواه البخاری ص ۱۶ ج ۱)

(۳) بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (سورة النساء آية ۱۵۵)

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ (سورة ص آية ۲۴)

کتاب بخاری

کتاب بخاری کا نام الجامع الصحیح المسند من حدیث

رسول اللہ ﷺ و سنتہ و آیامہ (۱)

موضوع:

کتاب بخاری کے نام سے ظاہر ہے کہ اس کا موضوع صحیح اور مسند احادیث کو جمع کرنا ہے اور امام بخاری کے فرمان سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

لم أخرج فی هذا الكتاب الا صحیحا (۲)

”کہ میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کو درج کیا ہے“

امام بخاری مزید فرماتے ہیں:

خرجت الصحیح من ستمائة ألف حدیث (۳)

”کہ میں نے صحیح بخاری چھ لاکھ احادیث سے منتخب کی ہے“

ویسے بخاری میں مسند احادیث کے علاوہ بھی کئی امور کافی تعداد میں موجود ہیں مثلاً: مسائل فقہ، عقائد، مسائل قرآن، فتاویٰ، لغوی فوائد، اصول، فنی فوائد اور دوسرے فوائد موجود ہیں۔ لیکن یہ چیزیں موضوع کتاب میں شامل نہیں۔ موضوع کتاب میں صرف صحیح اور مسند احادیث شامل ہیں۔

شبہ:

منکرین حدیث یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ میں

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۸

(۲) روی الاسماعیلی عنہ قال لم أخرج فی هذا الكتاب الا صحیحا وما ترک من الصحیح

اکثر (مقدمة فتح الباری ص ۷)

(۳) قال أبو علی الغسانی روی عنہ أنه قال خرجت الصحیح من ستمائة ألف حدیث (مقدمة

فتح الباری ص ۷، ۸۹)

نے چھ لاکھ احادیث سے صحیح کو منتخب کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی احادیث صحیح نہیں اور قابل اعتبار نہیں اگر قابل اعتبار ہوتیں تو امام بخاری ان کو کیوں چھوڑتے؟

جواب ۱:

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کیا ہے وہ یہ نہیں کہتے کہ چھ لاکھ احادیث کی ایک سند تھی۔ بلکہ ایک حدیث کی دو سو سے زائد سندیں تھیں۔ اس طرح ان چھ لاکھ اسانید سے ان کا انتخاب کیا۔ جو اسانید بخاری میں موجود ہیں۔ باقی اسانید امام بخاری کے معیار پر نہیں تھیں۔ جن کو چھوڑ دیا گیا۔ اور کچھ خوف طوالت کی وجہ سے چھوڑ دی گئی ہیں۔

جواب ۲:

امام بخاری رحمہ اللہ کے اس مقولہ کا یہ مطلب نہیں کہ باقی احادیث صحیح نہیں کیونکہ کتاب بخاری میں وہ حدیث آئی ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق ہو باقی احادیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اعلیٰ شرط کے تحت احادیث کو درج کیا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ باقی احادیث صحیح ہی نہیں۔

جواب ۳:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنے اس مقولہ کی خود ہی وضاحت فرما رہے ہیں:

وما ترک من الصحيح اکثر (۱)

”کہ صحیح احادیث جو میں نے درج نہیں کیں وہ زیادہ ہیں“

تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ متروکہ احادیث غیر مقبول ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد

ابراہیم بن معقل فرماتے ہیں: (۲) کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں

(۱) وما ترک من الصحيح اکثر (مقدمة فتح الباری ص ۷)

(۲) سمعت ابراهیم بن معقل النسفی يقول سمعت البخاری يقول ما ادخلت فی کتابی

الجامع الا ما صح وترکت من الصحيح حتی لا یطول (مقدمة فتح الباری ص ۷)

کہ میں نے سب صحیح احادیث اس لئے درج نہیں کیں کہ کتاب بہت لمبی نہ ہو جائے۔ (۱)
منکرین حدیث نے یہ مغالطہ صرف دھوکہ دینے کے لئے بنایا ہے۔

سبب تالیف:

علماء کرام سبب تالیف کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس سے پہلے جوامع مسانید میں ہر قسم کا مواد موجود تھا۔ عام لوگوں کے لئے اس میں سے صحیح کی پہچان مشکل تھی اور عمل کرنا بھی مشکل تھا۔ امام بخاری نے ارادہ کیا کہ صحیح احادیث کو الگ جمع کر دیا جائے۔ تاکہ عمل کرنا آسان ہو جائے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ امام بخاری کو اس کے متعلق خواب بھی آیا تھا۔ سند صحیح امام بخاری کے شاگرد محمد بن سلیمان کہتے ہیں: کہ امام بخاری نے فرمایا:

”رأيت النبي ﷺ واقف بين يديه وبیدی مروحة أذب

بها عنه فسألت بعض المعبرين فقال لي أنت تذب عنه الكذب

فهو الذي حملني على اخراج الجامع الصحيح“ (۲)

اس ارادہ کو عملی صورت میں ظاہر کرنے کے لئے اسحاق بن راہویہ کے ترغیب دلانے سے بھی کام لیا چنانچہ وہ فرماتے ہیں: کہ ہم ایک دن اسحاق بن راہویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے فرمایا: کوئی آدمی ہے جو صحیح احادیث کو الگ کرے؟ تو یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی پس میں نے احادیث لکھنا شروع کر دیں۔ (۳)

(۱) أخبرنا أبو سعد الماليني قال أنبأنا عبد الله بن عدي قال سمعت الحسن بن الحسين البخاري يقول سمعت ابراهيم بن معقل يقول سمعت محمد بن اسماعيل البخاري يقول ما أدخلت في كتابي الجامع الا ما صح وتركت من الصحاح لحال الطول (تاريخ بغداد ص ۹ ج ۲)

(۲) مقدمة فتح الباري ص ۷

(۳) سمعت ابراهيم بن معقل النسفي يقول قال أبو عبد الله محمد بن اسماعيل البخاري كنا عند اسحاق بن راهويه فقال: لو جمعتم كتابا مختصرا للصحيح سنة رسول الله ﷺ قال فوقع ذلك في قلبي فأخذت في جمع الجامع الصحيح (مقدمة فتح الباري ص ۷)

امام بخاری کا اخلاص

اس کتاب کے تالیف کرنے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا حسن نیت اور اخلاص اس بات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد محمد بن یوسف فربری کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

ما کتبت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک

وصلیت رکعتین (۱) وفی روایة تیقنت صحته (۲)

”میں نے اپنی صحیح میں کوئی بھی حدیث غسل کرنے اور دو رکعتیں پڑھنے کے بغیر نہیں لکھی۔ اور ایک روایت میں ہے۔ جب تک مجھے صحت کا یقین نہیں ہو گیا میں نے حدیث نہیں لکھی“

یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص کا نتیجہ ہے کہ تمام لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ صحت میں قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری کا درجہ ہے۔

کتاب بخاری پر آئمہ کی تقریظ اور تائید

امام ابو جعفر عقیلی کا بیان ہے کہ جب امام بخاری نے صحیح بخاری کو مرتب کر لیا۔

عرضہ علی أحمد بن حنبل و یحیی بن معین و علی بن المدینی

و غیرہم فاستحسنوه و شہلوا له بالصحة الا فی اربعة احادیث

(۱) سمعت محمد بن یوسف الفربری یقول قال البخاری ما کتبت فی کتاب الصحیح

حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین (فتح الباری ص ۷)

(۲) (۱) قال عمر بن محمد بن بجر البجیری سمعت محمد بن اسماعیل یقول صنف

کتابی الجامع فی المسجد الحر و ما اذحت فیہ حدیثا حتی استخرت اللہ تعالیٰ وصلیت

رکعتین و تیقنت صحته (مقدمة فتح الباری ص ۱۹۴)

(ب) سمعت الفربری یقول سمعت محمد بن اسماعیل البخاری یقول ما وضعت فی کتاب

الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین (مقدمة فتح الباری ص ۲۸۹، تاریخ

بغداد ص ۹ ج ۲)

قال العقيلي والقول فيها قول البخاري وهي صحيحة (۱)
 ”تو اس کو احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی وغیرہ پر پیش کیا۔ تو سب
 نے اس کو سراہا ہے اور اس کی صحت کی شہادت دی ہے مگر صرف چار حدیثوں
 میں۔ اور اس کے متعلق بھی عقیلی فرماتے ہیں: امام بخاری کی بات صحیح ہے
 اور وہ حدیثیں بھی صحیح ہیں“

قرآن مجید کے علاوہ تمام کتب احادیث پر کتاب بخاری کی اہمیت مسلم ہے
 مقلمة ابن الصلاح، شرح نخبة الفكر، عمدة القاری کا مقدمہ اور مقدمہ
 فتح الباری سب اس چیز کی گواہی دیتے ہیں کہ
 ”اصح الكتب بعد كتاب الله كتاب البخاري“
 تو یہ ایک قسم کا اجماع ہو گیا۔

اصحیت بخاری پر اعتراض

اعتراض نمبر ۱

بعض لوگ اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ اصح کیسے ہوئی؟ اعتراض یہ ہے کہ
 اصح کا مطلب یہ نہیں کہ بخاری کی ہر ہر حدیث اصح ہے۔ کیونکہ کل کی دو قسمیں ہیں ایک
 کل مجموعی دوسرا کل افرادی۔ دونوں قسموں میں فرق ہے کل مجموعی کا حکم مجموعہ پر ہوتا ہے
 ہر ہر فرد پر نہیں ہوتا۔ جب حکم مجموعہ پر لگ رہا ہو تو اس کا کوئی فرد اس کے خلاف بھی ہو سکتا
 ہے یہاں بخاری کے مجموعہ پر حکم ہے۔ تو بعض احادیث اصح کے خلاف بھی ہو سکتی ہیں۔

جواب:

یہ اعتراض بالکل ناقابل التفات ہے۔ کیونکہ بخاری کی کتاب کو اصح صرف اس

(۱) قال أبو جعفر محمود بن عمر العقيلي لما ألف البخاري كتاب الصحيح عرضه على أحمد بن
 حنبل ويحيى بن معين وعلي بن المديني وغيرهم فاستحسنوه وشهدوا له بالصحة الا في أربعة
 أحاديث قال العقيلي والقول فيها قول البخاري وهي صحيحة (مقلمة فتح الباری ص ۷، ۸، ۹، ۱۰)

لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی شرائط بہت سخت ہیں۔ انہوں نے ہر حدیث میں شرائط کو ملحوظ رکھا ہے۔ پھر حصر سے فرما رہے ہیں کہ ”ما ادخلت فی کتابی الجامع الا ما صح“ (۱) اگر بات مجموعہ کی ہوتی تو حصر کا کیا فائدہ؟ اس لئے یہ اعتراض بالکل بے فائدہ ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

سب لوگ مانتے ہیں کہ بخاری کے اندر کچھ مواد صحیح، کچھ حسن اور کچھ ضعیف بھی ہے۔ تو پھر یہ اصح کہنا درست نہ ہوا۔

جواب:

یہ اعتراض بھی حقیقت پر مبنی نہیں۔ کیونکہ اصح کا حکم اصول اور موضوع کے لحاظ سے ہے۔ اور وہ تمام احادیث صحیح اور مسند ہیں۔ جو موضوع میں شامل ہیں۔ باقی شواہد متابعات اور تعلقات کے بارے میں یہ حکم نہیں اور نہ ہی امام بخاری نے ان میں شرائط کو ملحوظ رکھا ہے۔ کیونکہ موضوع کتاب الصحیح المسند ہے۔

اعتراض نمبر ۳:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اس کو اپنی کتاب میں درج کر دیتے ہیں۔ یہ ایک اجتہادی بات ہے اور قاعدہ ہے المجتہد یخطئ ویصیب جب غلطی کا امکان ہے تو یہ اصح کیسے ہوئی؟

جواب:

جب محدثین نے جانچ پڑتال کے بعد فیصلہ دے دیا۔ کہ کتاب بخاری کی احادیث امام بخاری کی شروط کے عین مطابق ہیں۔ پھر اسے تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔ تو یہ احتمال ختم ہو گیا۔ اب یہ بات مسلم ہے ”اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری“

شرائط بخاری

علامہ ابو بکر حازمی فرماتے ہیں۔ کہ آئمہ ستہ میں سے کسی نے بھی صراحتہ اپنی شرائط کو بیان نہیں کیا۔ انہوں نے اپنی اپنی شرائط پر اپنی کتابوں کے اندر عمل کیا ہے۔ پھر علماء نے استنباط کیا کہ یہ ان کی شرائط ہیں۔ امام بخاری کی کتاب کے تتبع سے جو شرائط معلوم ہوئیں۔ وہ چھ ہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ وہ شرطیں اعلیٰ درجے کی ہیں امام بخاری کی شرط ہے۔ کہ اعلیٰ درجہ کی حدیث درج کریں گے۔ بخاری کے رواۃ کے طبقے کو ملحوظ رکھنا۔ پھر ان سے امام بخاری کی شروط ذہن میں آسکتی ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم کی شرطیں قریب قریب ہیں۔ تھوڑا سا فرق ہے۔ اس لئے طبقات میں دونوں کا ذکر ہوگا۔ بخاری اور مسلم کے رواۃ دو طرح کے ہیں۔ کچھ تو ایسے ہیں جن کو مکثرین کہا جاتا ہے۔ مثلاً: امام زہری، نافع، موسیٰ بن عقبہ، سلیمان بن مهران، قتادہ بن دعامہ سدوسی وغیرہم۔ اور کچھ رواۃ مقلین ہیں۔ جیسے محیی بن سعید انصاری وغیرہ۔

مکثرین رواۃ کے پانچ طبقے ہیں

طبقہ اولیٰ:

کثیر الاتقان و کثیر الملازمة

”جو رواۃ ضبط و اتقان بہت زیادہ رکھتے ہیں۔ اور اپنے استاد کے پاس بھی

بہت زیادہ دیر ٹھہرے رہے ہیں۔ سفر و حضر میں ساتھ رہے ہیں“

اس کی مثال امام زہری کے شاگردوں میں یونس بن یزید ایلی، عقیل بن خالد ایلی

امام مالک بن انس اصحی، سفیان بن عیینہ، شعیب بن ابی حمزہ یہ اصحاب زہری کثیر

الضبط اور کثیر الملازمة ہیں۔

طبقہ ثانیہ:

کثیر الضبط و الاتقان و قليل الملازمة

”ضبط و اتقان بہت زیادہ رکھتے ہیں لیکن اپنے شیخ کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرے“
 امام زہری کے شاگردوں میں اس کی مثال: ابو عمر و عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی
 شامی، لیث بن سعد مصری، عبد الرحمن بن خالد بن مسافر اور ابن ابی ذئب۔ یہ چار
 شاگردان امام زہری کثیر الضبط والافتان تو ہیں۔ لیکن زیادہ دیر امام زہری کے پاس
 نہیں رہے۔

طبقہ ثالثہ:

قلیل الضبط والافتان و کثیر الملازمة

”جن میں ضبط اور اتقان کم ہے لیکن اپنے استاد کے پاس زیادہ دیر ٹھہرے“
 امام زہری کے شاگردوں میں ان کی مثال: جعفر بن برقان، سفیان بن حسین
 اور اسحاق بن سحی الکلمی ہیں۔ یہ سب شاگرد امام زہری کے پاس کافی دیر ٹھہرے رہے
 لیکن ضبط و اتقان ان میں کم ہے۔

طبقہ رابعہ:

قلیل الضبط والافتان و قلیل الملازمة

”جن میں ضبط و اتقان کم ہے اور اپنے شیخ کے پاس بھی تھوڑی دیر ٹھہرے رہے“
 امام زہری کے شاگردوں میں ان کی مثال: زمعه بن صالح، معاویہ بن سحی
 صدنی اور ثنی بن صباح ہیں۔

طبقہ خامسہ:

قلیل الضبط والافتان و قلیل الملازمة مع غوائل الجرح

”ضبط بھی کم، ملازمہ بھی کم اور اس کے ساتھ ساتھ جرح بھی ہے“
 امام زہری کے شاگردوں میں اس کی مثال: عبد القدوس بن حبیب، محمد بن سعید
 مصلوب۔ یہ اصحاب قلیل الضبط ہیں قلیل الملازمة ہیں اور ان پر جرح بھی ہوئی ہے

بلکہ بعض نے کذاب بھی کہا ہے۔ سنن ابوداؤد میں معاذ بن جبل کی ایک روایت ہے (۱) جس کا مضمون یہ ہے کہ ”جب رسول اللہ ﷺ معاذ بن جبل کو عامل بنا کر بھیج رہے تھے تو آپ نے پوچھا اے معاذ: فیصلہ کس طرح کرے گا؟ تو انہوں نے جواب دیا۔ کتاب اللہ سے آپ نے پوچھا۔ کتاب اللہ سے نہ ملے تو؟ پھر انہوں نے جواب دیا سنت رسول اللہ ﷺ سے پھر آپ نے پوچھا کہ اگر سنت رسول اللہ بھی نہ ملے تو پھر؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اجتہاد کروں گا“ اس کی سند میں راوی مجہول ہیں یہی روایت ابن ماجہ کے اندر موجود ہے۔ (۲) اس حدیث کے متعلق حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: کہ ابوداؤد سے ابن ماجہ کی روایت صحیح ہے۔ بلکہ حافظ ابن کثیر نے اسے جید کہا ہے، مگر یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ ابن ماجہ کی سند میں محمد بن سعید مصلوب ہے۔ جس طرح امام زہری کے شاگردوں کے پانچ طبقے ہیں اسی طرح تمام مکثرین راویوں کے شاگردوں کے پانچ طبقے بن سکتے ہیں امام بخاری پہلے طبقہ کی روایت کتاب میں لاتے ہیں۔ (۳) اس طبقہ میں جو

(۱) حدثنا حفص بن عمر عن شعبة عن أبي عون عن الحارث عمرو وأخي مغيرة بن شعبة عن أناس من أهل حمص من أصحاب معاذ بن جبل رضى الله عنه أن رسول الله ﷺ لما أراد أن يبعث معاذاً إلى اليمن قال كيف تقضى إذا عرض لك القضاء قال أقضى بكتاب الله قال فان لم تجد في كتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد في سنة رسول الله ﷺ ولا في كتاب الله قال اجتهد برأى ولا آلو فضرب رسول الله ﷺ صدره فقال الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله ﷺ لما يرضى رسول الله ﷺ (رواه أبو داؤد ص ۱۴۹ جلد ۲)

(۲) حدثنا الحسن بن حماد سجادة ثنا يحيى بن سعيد الأموى عن محمد بن سعيد بن حسان عن عبادة بن نسي عن عبد الرحمن بن غنم حدثنا معاذ بن جبل قال لما بعثني رسول الله ﷺ إلى اليمن قال لا تقضين أو لا تفصلن إلا بما تعلم وان أشكل عليك أمر فقف حتى تبينه أو تكتب إلى فيه (رواه ابن ماجه ص ۶)

سنن ابی داؤد کی روایت میں اناس من اهل حمص مجہول ہیں۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں عبد الرحمن بن غنم تو آگیا ہے۔ مگر یہ سند محمد بن سعید بن حسان مصلوب کذاب کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے۔ پھر ابن ماجہ اور ابوداؤد کی روایت میں مضمون الگ الگ ہیں۔

(۳) الطبقة الأولى فهم شرط البخاری وقد يخرج من حديث أهل الطبقة الثانية ما يعتمد ه من غير استيعاب (مقدمة فتح الباری ص ۹) -

راوی موجود ہوتا ہے۔ اس کی روایت اصول میں بھی درج کر دیتے ہیں۔ اور دوسرے مقام پر بھی لاتے ہیں۔ دوسرے طبقہ سے امام بخاری انتخاب کرتے ہیں۔ پورے طبقہ کی حدیث نہیں لاتے۔ ان میں سے جس کی حدیث کو اولیٰ سمجھیں گے وہی لائیں گے اور کوشش کریں گے۔ کہ اصول میں درج نہ ہو۔ بلکہ شواہد اور متابعات میں آجائے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ طبقہ اولیٰ اور ثانیہ کے تمام راویوں کی احادیث درج کرتے ہیں اور طبقہ ثالثہ میں سے انتخاب کرتے ہیں۔ (۱) تو معلوم ہوا کہ صحت میں بخاری مسلم سے اعلیٰ ہے۔ امام ابو داؤد و طبقہ اولیٰ، ثانیہ، ثالثہ اور رابعہ کی احادیث لاتے ہیں امام ترمذی طبقہ خامسہ کی احادیث بھی لے آتے ہیں۔

امام حاکم امام بخاری کے متعلق ذکر کرتے ہیں۔ ان کی شرط ہے۔ کہ حدیث عزیز ہو اور غریب حدیث نہیں لاتے۔ لیکن یہ بات درست نہیں۔ بخاری کی پہلی اور آخری حدیث عزیز نہیں غریب ہے۔ اور درمیان میں کئی احادیث غریب ہیں۔ اس لئے عزیز لانا اور غریب نہ لانا امام بخاری کی شرط نہیں ہے۔

غیر مکثرین:

غیر مکثرین کے متعلق شیخین کا طریقہ یہ ہے۔ (۲) کہ راوی کی ثقاہت عدالت اور قلت خطا کو دیکھا جائے گا۔ پھر ان میں سے کچھ ایسے ہیں۔ جن پر قوی اعتماد ہو گیا۔ تو ان کی متفرد احادیث کو نقل کر دیا۔ اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن پر قوی اعتماد نہیں ہوا۔ تو ایسے راویوں کی وہ احادیث نقل کی ہیں۔ جن میں دوسرے راوی بھی ان کے ساتھ شریک ہیں۔

(۱) مسلم فیخرج احادیث الطبقتین علی سبیل الاستیعاب ویخرج احادیث أهل الطبقة الثالثة علی

النحو الذی یصنعه البخاری فی الثانية (مقدمة فتح الباری ص ۱۰)

(۲) غیر المسکثرین فانما اعتمد الشیخان فی تخریج احادیثهم علی الثقة والعدالة وقلة الخطاء

لکن منهم من قوی الاعتماد علیہ فأخر جا ما تفرد به کیحیی بن سعید الأنصاری ومنهم من لم

یقر الاعتماد علیہ فأخر جا له ما شار کہ فیہ غیره وهو الأكثر (مقدمة فتح الباری ص ۱۰)

صحیح بخاری پر اعتراض اور اس کا جواب

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ تمام کتب احادیث سے اصح کتاب بخاری ہے اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا۔ اس لئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما أعلم فی الارض کتابا فی العلم أكثر صوابا من کتاب مالک
 ”کہ میں زمین میں موطا امام مالک سے علم میں زیادہ صحیح کسی کتاب کو نہیں جانتا“ (۱)

جواب:

امام شافعی نے جس وقت یہ فرمایا تھا۔ اس وقت کتاب بخاری وجود میں نہیں آئی تھی۔ اس وقت ان کی یہ بات درست تھی۔ اس کا قرینہ ان کے فرمان سے ظاہر ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ امام بخاری ارسال و انقطاع کو علت قاعدہ سمجھتے ہیں کسی مرسل و منقطع حدیث کو کتاب کے موضوع میں درج نہیں کرتے۔ اس کے برعکس امام مالک ارسال و انقطاع کو علت قاعدہ نہیں سمجھتے۔ وہ ایسی احادیث کو موضوع کتاب میں درج کر دیتے ہیں۔ بلکہ بلاغات بھی درج کر دیتے ہیں۔ جن کی کوئی سند نہیں ہوتی۔ لہذا موطا امام مالک بخاری کی کتاب سے زیادہ صحیح نہیں۔

اعتراض نمبر ۲:

امام حاکم کے استاد حافظ ابوعلی نسیابوری فرماتے ہیں:

”ما تحت ایدیہ السماء کتاب اصح من کتاب مسلم بن

الحجاج“ (۲)

”کہ روئے زمین پر مسلم سے اصح کوئی کتاب نہیں“

جواب نمبر ۱:

حافظ ابوعلی نے کتاب بخاری دیکھی نہیں۔ اس لئے وہ کہہ رہے ہیں کہ مسلم سے

(۱) ما أعلم فی الارض کتابا فی العلم أكثر صوابا من کتاب مالک (مقدمة فتح الباری ص ۱۰)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۱۰

زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔ لیکن یہ جواب درست نہیں۔ کیونکہ یہ بات ناقابل تسلیم ہے کہ مسلم کا علم ہو اور بخاری کا علم نہ ہو۔

جواب نمبر ۲:

حافظ ابوعلی نيسابوری کے قول کا یہ مطلب نہیں کہ مسلم دوسری کتابوں سے اصح ہے۔ کیونکہ وہ یہ نہیں فرما رہے۔ کہ مسلم تمام سے اصح ہے لہذا اصح بخاری ہی ہوئی لیکن اس جواب میں کمزوری ہے اس لئے کہ اصحیت ہی کی تو نفی کر رہے ہیں۔ اصح نہیں کہہ سکتے۔ لیکن ہم پلہ تو کہہ سکتے ہیں۔

جواب ۳:

حافظ ابوعلی نيسابوری کے قول کا مطلب یہ ہے کہ سیاق، حسن ترتیب اور صرف مرفوع احادیث کو بیان کرنے میں مسلم کا مقام بخاری سے اعلیٰ ہے کیونکہ امام مسلم ایک حدیث بیان کر کے اس کی کئی اسانید بیان کر دیتے ہیں۔ نیز امام مسلم نے اپنی طرف سے کوئی بات درج نہیں کی۔ حتیٰ کہ ابواب بھی قائم نہیں کئے حالانکہ بخاری میں ابواب اور مسائل موجود ہیں۔ لیکن اس قول کا یہ جواب بھی موزوں نہیں۔ کیونکہ یہ توجیہ اپنی طرف سے ہو سکتی ہے۔ اگر مطلب یہ ہوتا تو اصح کے بجائے افضل کا لفظ بولتے۔

جواب نمبر ۴:

حافظ ابوعلی نيسابوری امام نسائی کے شاگرد ہیں اور امام حاکم کے استاد ہیں۔ تو امام نسائی کا بخاری کے متعلق یہ قول ہے:

ما فی هذه الكتب کلها أجود من کتاب محمد بن اسماعیل (۱)
 ”محمد بن اسماعیل کی کتاب سے عمدہ کوئی کتاب نہیں“

اجود کا تعلق اسناد کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ اس لئے بخاری اصح ٹھہری۔ اس کے

(۱) روينا بالاسناد الصحيح عن أبي عبد الرحمن النسائي وهو شيخ أبي علي النيسابوري انه

قال ما فی هذه الكتب کلها أجود من کتاب محمد بن اسماعیل (مقدمة فتح الباری ص ۱۰)

علاوہ امام نسائی کا رتبہ نقد رجال اور علل اسانید میں امام مسلم سے کم نہیں۔ چونکہ امام نسائی حافظ ابوعلی کے استاد ہیں۔ اس لئے امام نسائی کا قول معتبر ہوگا۔

یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے۔ کہ اگر واقع میں دیکھا جائے تو پھر بھی بخاری کا مقام مسلم سے بلند ہے۔ کیونکہ اصحیت کا اعتبار اتقان رجال، اتصال سند اور عدم علل پر ہے۔ یہ تینوں خوبیاں مسلم کی نسبت بخاری میں زیادہ ہیں۔ اس لئے بخاری کا مقام بلند ہوگا۔

اتقان رجال میں بخاری کا مقام بلند ہونے کی چار وجوہ

وجہ اول:

امام بخاری جن رجال میں متفرد ہیں ان کی تعداد چار سو بتیس ہے۔ (۱) جن میں متکلم فیہ صرف اسی (۸۰) ہیں۔ جبکہ وہ رجال جن میں امام مسلم متفرد ہیں۔ وہ چھ سو بیس ہیں۔ جن میں ایک سو ساٹھ متکلم فیہ رواۃ ہیں۔ تو اس تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری میں سخت شرط اتقان کی وجہ سے متکلم فیہ رواۃ کی تعداد کم ہے تو اس اعتبار سے بخاری مسلم پر فائق ہے۔

وجہ ثانی:

جن رواۃ سے امام بخاری روایت اخذ کرنے میں متفرد ہیں۔ ان کی احادیث کثرت سے نہیں لاتے (۲) اسی طرح بخاری کے متفرد فیہ رواۃ میں سے کسی کے پاس کوئی بڑا نسخہ نہیں ہے کہ وہ پورے کا پورا یا اس کا اکثر حصہ بخاری نے اپنی کتاب میں درج کر دیا ہو۔ ما

(۱) ان الذی انفرد البخاری بالاخراج لہم دون مسلم أربعمائة وبضع وثلاثون رجلا المتکلم فیہ بالضعف منهم ثمانون رجلا والذی انفرد مسلم بالاخراج لہم دون البخاری ستمائة وعشرون رجلا المتکلم فیہ بالضعف منهم مائة وستون رجلا (مقدمة فتح الباری ص ۱۱)

(۲) ان الذی انفرد بہم البخاری ممن تکلم فیہ لم یکثر من تخریح أحادیثہم ولیس لواحد منهم نسخة کبیرة أخرجها کلها أو اکثرها الا ترجمة عکرمة عن ابن عباس بخلاف مسلم فانہ أخرج أكثر تلك النسخ کأبی الزبیر عن جابر وسہیل عن أبیہ والعلاء بن عبد الرحمن عن أبیہ وحماد بن سلمة عن ثابت وغير ذلك (مقدمة فتح الباری ص ۱۱)

سوائے عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے۔ لیکن امام مسلم کے متفرد فیہ رواۃ کے پاس کچھ نسخے تھے۔ تو امام مسلم نے ان نسخوں کی اکثر احادیث ذکر کی ہیں جیسے سہیل بن ابی صالح اور حماد بن سلمہ عن ثابت وغیرہ۔ تو یہ لچک بخاری کی نسبت مسلم میں زیادہ ہے۔

وجہ ثالث:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن متکلم فیہ رواۃ کی حدیث لائے ہیں ان میں اکثر امام بخاری کے استاد ہیں جن سے امام بخاری نے روایت سنی اور حاصل کی (۱) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے متکلم فیہ رواۃ اکثر تابعین اور تبع التابعین ہیں۔ جو امام مسلم کے استاد نہیں ظاہر بات ہے کہ استاد کی احادیث میں جانچ پڑتال زیادہ ہو سکتی ہے۔ دور کے راوی کی حدیث میں اتنی تحقیق نہیں ہو سکتی۔ لہذا صحت حدیث میں کمی آجائے گی۔

وجہ رابع:

امام بخاری صرف پہلے طبقہ کی حدیث بیان کرتے ہیں۔ اور طبقہ ثانیہ میں سے انتخاب کرتے ہیں۔ (۲) امام مسلم طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کی تمام احادیث لاتے ہیں اور طبقہ ثالثہ میں سے انتخاب کرتے ہیں۔ اتصال سند میں امام بخاری کا مقام بلند ہے امام بخاری راوی اور مروی عنہ میں لقاء کی شرط لگاتے ہیں۔ لیکن امام مسلم صرف معاصرت سے اتصال سند قبول کر لیتے ہیں۔ لقاء کی شرط نہیں لگاتے (۳) اتصال سند میں امام بخاری کی شرط قوی اور سخت ہے۔ امام سیوطی نے لکھا ہے۔ کہ امام بخاری نے

(۱) ان الذی انفراد بہم البخاری ممن تکلم فیہ اکثرہم من شیوخہ الذین لقیہم وجالسہم وعرف أحوالہم واطلع علی أحادیثہم ومیز جیدہا من موہومہا بخلاف مسلم فان اکثر من تفر دبتخریج حدیثہ ممن تکلم فیہ ممن تقدم عن عصرہ من التابعین ومن بعدهم ولا شک أن المحدث أعرف بحديث شیخہ ممن تقدم منهم (مقدمة فتح الباری ص ۱۲)

(۲) ان البخاری یخرج من أحادیث أهل الطبقة الثانية انقاء ومسلم یخرجها أصولا کما تقدم ذلك (ایضا)

(۳) ان القول الشائع المتفق علیہ بین أهل العلم بالأخبار والروایات قد یما وحديثا أن کل رجل ثقة روى عن مثله حدیثا وجائز ممکن له لقاءه والسماع منه لکونہما جمیعا کانا فی

یہ شرط اپنی کتاب میں حدیث درج کرنے کے لئے لگائی ہے۔ ورنہ صحت حدیث معاصرت سے ہی ثابت ہو جاتی ہے۔

مولانا انور شاہ کشمیری نے بھی لکھا ہے کہ یہ صحت کی شرط نہیں۔ (۱) لیکن حافظ ابن حجر کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ لقاء والی شرط صحت حدیث کے لئے ہے وہ فرماتے ہیں:

”وأظهر البخاری هذا المذهب فی تاریخه وجرى علیه فی

صحیحہ“ (۲)

بہر حال چاروں صورتوں میں بخاری کی احادیث مسلم سے پختہ ہیں۔

نیز عدم علل کے لحاظ سے بھی بخاری کو مسلم پر زیادہ مقام حاصل ہے۔ کیونکہ بخاری و مسلم کی کل متفقہ علیہ روایات دوسو دس ہیں (۳) ان میں سے ۷۸ بخاری میں ہیں (۴) ان دلائل کی موجودگی میں کسی کے قول کو بلا دلیل کیسے قبول کیا جاسکتا ہے؟

اعتراض نمبر ۳:

حافظ بن حزم اور دیگر مغربی مشائخ مسلم کو بخاری سے افضل سمجھتے ہیں تو اس سے پتہ چلا کہ مسلم کو بخاری پر زیادہ مرتبہ حاصل ہے۔

بقیة حاشیة گزشتہ: عصر واحد وان لم یأت فی خبر قط انهما اجتماعا ولا تشافها بكلام فالروایة ثابتة والحجة بها لازمة (مقدمة صحیح مسلم ص ۲۲)

(۱) کیف ما كان شرطه هذا انما هو للصحیح فی كتابه خاصة لا للصحیح مطلقا (مقدمة فیض الباری ص ۳۵)

(۲) قد أظهر البخاری هذا المذهب فی تاریخه وجرى علیه فی صحیحہ (مقدمة فتح الباری ص ۱۲)

(۳) فان الأحادیث التي انتقدت علیهما بلغت مائتی حدیث وعشرة أحادیث (أیضا)

(۴) عدما اجتمع لنا من ذلك مما فی كتاب البخاری وان شارکه مسلم فی بعضه مائة وعشرة أحادیث منها ما وافق مسلم علی تخریجه وهو اثنان وثلاثون حدیثا ومنها ما انورد بتخریجه وهو ثمانية وسبعون حدیثا (مقدمة فتح الباری ص ۳۲۶)

جواب:

ایک چیز اصحیت ہے اور دوسری چیز افضلیت ہے۔ اصحیت کے لحاظ سے تو بخاری اصح ہے اور سیاق و سباق اور حسن ترتیب کے لحاظ سے مسلم افضل ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ کتب احادیث میں بخاری اصح کتاب ہے۔

تراجم بخاری

تراجم بکسر جیم ہے اگر بضمہ جیم ہو تو مصدر بن جائے گا۔ تراجم جمع ہے اس کا واحد ترجمہ ہے۔ اگر بضمہ جیم پڑھیں تو معنی ہوگا ”پتھر مارنے میں دو آدمیوں کا شریک ہونا“ لیکن یہ لفظ تراجم ہے۔ جیسے تجربہ کی جمع تجارب آتی ہے ترجمہ کے تین معانی ہوتے ہیں۔

لفظ تراجم کے معانیمعنی اول:

کسی بات کو ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کرنا۔ جیسے کہا جاتا ہے ترجمہ الکلام بالاردیة اس نے کلام کا ترجمہ اردو زبان میں کیا۔

معنی ثانی:

کسی آدمی کے نسب، اس کی سیرت اور اخلاق کو بیان کرنا جیسے ترجمة الرجال یا یہ کہا جائے ذکر البخاری فی ترجمة الاعمش، تراجم علماء حدیث ہند کتاب ہے۔

معنی ثالث:

کسی چیز کا آغاز اور ابتدائی حصہ۔ جیسے ترجمة الكتاب۔ کتاب کا ابتدائی حصہ۔ تو یہاں تراجم ابواب بخاری میں یہ آخری معنی مراد ہے۔ باب کا ابتدائی حصہ امام

بخاری نے اپنی کتاب کے تراجم ابواب میں بہت سے علمی، فقہی، اصولی اور لغوی حقائق اور دقائق کو سمودیا ہے۔ جن کے سمجھنے سے بڑے بڑے فحول علماء بھی قاصر رہے ہیں۔ اور عظیم رجال ان تک رسائی حاصل کرنے سے حیران ہیں۔ حتیٰ کہ مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں۔ کہ بخاری سے پہلے کسی مصنف نے اس قسم کے تراجم ابواب قائم نہیں کئے اور نہ ہی ان کے بعد اس قسم کے تراجم ابواب وجود میں آئے۔ گویا امام بخاری اس دروازے کو کھولنے والے تھے۔ اور خود ہی اس دروازے کو بند کر دینے والے ہیں۔

فكان هو الفاتح لذلك الباب وصار هو الخاتم (۱)

تراجم کے اندر امام بخاری نے ترجمۃ الباب سے متعلق آیات، صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ اور اہل لغت کے کلام کو درج کیا ہے۔ اور بہت سے تراجم میں مرفوع معلمات بھی لائے ہیں۔ ان تراجم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ امام بخاری کو حدیث، تفسیر، تاریخ، لغت، اصول اور علم کلام پر پورا پورا عبور حاصل ہے۔ اس لئے یہ بات مشہور ہو چکی ہے۔

فقہ البخاری فی تراجمہ

”کہ امام بخاری کی فقہ ان کے تراجم میں موجود ہے“

وہ کتب جو تراجم بخاری کے حل کے لئے لکھی گئیں

تراجم بخاری کی دقت کے پیش نظر علماء نے اس کے حل کے لئے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ نیز بخاری کے شروع میں حل تراجم کے لئے خاص توجہ دی گئی ہے۔ خطیب سکندریہ علامہ ناصر الدین احمد بن منیر نے تراجم بخاری پر ایک مستقل کتاب لکھی۔ جس کے اندر تقریباً چار سو تراجم کا حل موجود ہے۔ قاضی بدر الدین نے

(۱) ان المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ سباق غایات و صاحب آیات فی وضع التراجم لم یسبق به أحد من المتقدمین ولم یستطع أن یحاکیه أحد من المتأخرین فکان هو الفاتح لذلك الباب وصار هو الخاتم (مقدمة فیض الباری ص ۴۰)

اس کتاب کی تلخیص کی اور اس پر اپنی طرف سے کچھ اضافہ بھی کیا (۱) ایک مغربی عالم اور محدث محمد بن منصور نے ایک کتاب ”فک أغراض البخاری المبهمة فی الجمع بین الحدیث والترجمة“ لکھی۔ اس کتاب کے اندر بخاری کے سو تراجم کی تشریح موجود ہے (۲) یہ بہت مفید کتاب ہے۔ اسی طرح خطیب سکندر یہ کے بھائی علامہ زین الدین نے اپنی شرح کے اندر تراجم بخاری کے حل کی طرف کافی توجہ دی ہے (۳) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حل تراجم کے لئے دقائق اور رموز کے بیان کرنے میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ ابو عبد اللہ بن رشید سبیتی کی ایک کتاب ترجمان التراجم بھی تراجم بخاری پر تصنیف کردہ ہے۔ یہ کتاب الصیام پر جا کر ختم ہو گئی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ کتاب ناقص ہونے کے باوجود بہت مفید ہے۔ (۴) شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے۔ یہ رسالہ مطبوعہ بخاری کے شروع میں لگا ہوتا ہے۔ جو تراجم کے سلسلے میں کافی مفید ہے۔

تراجم بخاری کی انواع

نوع اول:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمۃ الباب کے اندر بعینہ وہ الفاظ نقل کر دیتے ہیں جو باب کے اندر درج شدہ حدیث کے ہوتے ہیں۔ اس مقام پر مترجم لہ حدیث اور مترجم بہ کلام کے درمیان مناسبت واضح ہوتی ہے۔

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۱۴

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۱۴

(۳) وتکلم أيضا علی ذلك زین الدین علی بن المنیر أخو العلامة ناصر الدین فی شرحه علی البخاری وأمعن فی ذلك (مقدمة فتح الباری ص ۱۴)

(۴) وقفت علی مجلدة من کتاب اسمه ترجمان التراجم لأبی عبد اللہ بن رشید السبیتی یشتمل علی هذا المقصد وصل فیہ الی کتاب الصیام ولو تم لکان فی غایة الافادة وانه لکثیر الفائدة مع نقصه (مقدمة فتح الباری ص ۱۴)

نوع ثانی:

مترجم بہ مترجم لہ کا کچھ حصہ ہوتا ہے۔ ایسے مقام پر بھی باب اور حدیث کے درمیان مناسبت واضح ہوتی ہے۔ کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

نوع ثالث:

مترجم بہ مترجم لہ کا معنی و مفہوم ہوتا ہے۔ اس نوع کے تراجم میں مناسبت واضح ہوتی ہے۔ کوئی اشکال نہیں ہوتا۔

نوع رابع:

مترجم بہ خاص ہوتا ہے۔ اور مترجم لہ حدیث عام ہوتی ہے۔ اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث کے الفاظ عام ہیں۔ لیکن مراد خاص ہے۔

نوع خامس:

مترجم بہ کے اندر عموم ہوتا ہے۔ اور مترجم لہ حدیث خاص ہوتی ہے۔ اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث تو خاص ہے لیکن اس کا خصوص مقصود نہیں مقصود عموم ہے۔

نوع سادس:

مترجم بہ کے اندر تقييد ہوتی ہے۔ اور مترجم لہ کے اندر اطلاق ہوتا ہے۔ اس مقام پر غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث گو مطلق ہے لیکن وہاں اطلاق مراد نہیں۔ بلکہ مراد تقييد ہے۔

نوع سابع:

مترجم بہ میں اطلاق اور مترجم لہ میں تقييد ایسے مقام پر غرض بخاری یہ ہوتی ہے کہ حدیث کے اندر مذکور قید استرازی نہیں۔ نہ ہی قید مراد ہے بلکہ اطلاق مراد ہے۔

نوع ثامن:

مترجم بہ میں تفصیل اور مترجم لہ میں اجمال ہوتا ہے۔ ایسے مقام پر غرض یہ ہوتی ہے کہ امام بخاری وہاں حدیث کے اجمال کی تفصیل بیان کرنا چاہتے ہیں۔

نوع ناسع:

تاویل ظاہر یعنی مترجم لہ حدیث ظاہر ہے۔ ترجمۃ الباب میں امام بخاری اس کی تاویل کر دیتے ہیں۔ اس مقام پر غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث کا ظاہر مراد نہیں۔

نوع عاشر:

ایضاح مشکل مترجم لہ حدیث کے اندر کوئی اشکال ہوتا ہے ترجمۃ الباب میں امام بخاری اس کی وضاحت فرما دیتے ہیں۔ تاکہ وہ اشکال دور ہو جائے۔

النوع الحادی عشر:

تاویل مشترک حدیث کے اندر اشتراک ہوتا ہے۔ امام بخاری ترجمۃ الباب میں ان متعدد معانی میں سے ایک معنی متعین کر دیتے ہیں۔

النوع الثانی عشر:

اثبات حکم ایک فقہی مسئلہ ترجمۃ الباب میں ذکر کرتے ہیں حدیث لا کر اس حکم کو ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے۔

النوع الثالث عشر:

کسی مذہب یا صاحب مذہب کی تردید ترجمۃ الباب میں امام بخاری کسی کا مذہب بیان کر دیتے ہیں نیچے حدیث لا کر اس کی تردید کرتے ہیں۔ کہ یہ مذہب صحیح نہیں ہے۔

النوع الرابع عشر:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمۃ الباب کے اندر ادنیٰ چیز کا ذکر کرتے ہیں۔ نیچے جو

حدیث لاتے ہیں اس میں اعلیٰ چیز کا حکم ہوتا ہے۔ ایسے مواقع پر امام صاحب کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جب اعلیٰ چیز کا حکم یہ ہے۔ تو ادنیٰ چیز کا حکم بطریق اولیٰ یہ ہونا چاہیے۔

النوع الخامس عشر:

ترجمہ الباب کے اندر اعلیٰ چیز کا ذکر ہوتا ہے اور حدیث میں ادنیٰ چیز کا ذکر ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر مقصود یہ ہوتا ہے کہ جب ادنیٰ چیز پر یہ حکم جاری ہو رہا ہے تو اعلیٰ چیز پر اس کو بطریق اولیٰ جاری ہونا چاہیے۔

النوع السادس عشر:

باب بلا ترجمہ بسا اوقات ایسے مواقع پر امام صاحب کی غرض یہ ہوتی ہے کہ نیچے میں نے حدیث بیان کر دی ہے۔ اوپر باب کا عنوان بھی دے دیا ہے۔ اب قاری خود استنباط کرے کہ اس حدیث سے کونسا ترجمہ نکلتا ہے۔ اس قسم کے ابواب کا مقصد تشہید اذہان ہوتا ہے اسی لئے علماء فرماتے ہیں۔ کہ یہ کتاب مجتہد گر ہے۔

النوع السابع عشر:

باب بلا ترجمہ کبھی متقدم باب کا حصہ ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام بخاری ایک باب منعقد فرماتے ہیں۔ اس کے نیچے بہت سی احادیث ہوتی ہیں۔ جن سے وہ باب والا مسئلہ نکل رہا ہوتا ہے۔ ان احادیث سے کوئی دوسرا مسئلہ بھی نکلتا ہے تو درمیان میں کوئی اور باب قائم کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے تراجم ایسے ہوتے ہیں۔ جیسے دوسرے مصنفین کے نزدیک فائدہ ہوتا ہے۔ اس کو باب فی باب کہتے ہیں۔

النوع الثامن عشر:

باب بلا ترجمہ بمنزلہ تحویل اسناد امام بخاری ایک باب منعقد فرماتے ہیں۔ اور نیچے کئی احادیث درج فرماتے ہیں۔ کسی حدیث پر صرف باب کا لفظ درج کر دیتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ حدیث پہلی ہی ہے صرف سند کو دوبارہ لانا مقصود ہوتا

ہے۔ جیسے امام بخاری اور دوسرے محدثین ”ح“ کا لفظ لاتے ہیں۔

النوع التاسع عشر:

ترجمہ الباب کے اندر کسی ضعیف حدیث کے لفظ درج کر دیتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ ضعیف حدیث جس کے الفاظ ترجمہ الباب میں مذکور ہیں۔ ایسی کسی سند سے جو میری شرط کے مطابق صحیح ہو ثابت نہیں۔ مگر یہ مسئلہ میری شرط کے مطابق دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

النوع العشر ون:

کسی ضعیف حدیث کے معنی کو ترجمہ الباب میں بیان کر دینا۔ ایسے مقامات پر امام بخاری کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس مسئلہ کے سلسلہ میں گواحدیث ضعیف ہیں۔ مگر قرآنی آیات اور دوسری احادیث صحیحہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے

النوع الحادی والعشر ون:

ترجمہ الباب کے اندر ایسا مسئلہ درج کر دینا جو ضعیف احادیث کے خلاف ہو ایسے مقام پر امام بخاری ان احادیث کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

النوع الثانی والعشر ون:

امام بخاری ایک باب منعقد فرماتے ہیں۔ ترجمہ بھی ذکر کرتے ہیں۔ لیکن نیچے حدیث درج نہیں کرتے۔ یعنی حدیث درج کئے بغیر ہی آگے دوسرا باب شروع کر دیتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں امام بخاری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس باب کے مطابق پہلے حدیث بیان کر چکے ہیں۔ اس باب میں تکرار سے بچنے کے لئے حدیث چھوڑ دی ہے۔ کبھی کبھار وہ حدیث بخاری میں ہوتی ہی نہیں۔ تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ ترجمہ الباب کے لئے حدیث خود تلاش کریں۔

النوع الثالث والعشرون:

امام بخاری ایک باب منعقد فرماتے ہیں۔ ترجمہ الباب بھی ذکر کرتے ہیں لیکن نیچے کوئی حدیث درج نہیں کرتے۔ اور نہ ہی کتاب میں اس قسم کی حدیث ہوتی ہے تو ایسی جگہ امام بخاری کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ میری شرائط کے مطابق کوئی حدیث ایسی نہیں جو اس باب میں درج کی جاسکے۔ لہذا اس باب کو حدیث کے بغیر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ غرض مسئلہ بتانا ہوتا ہے۔

النوع الرابع والعشرون:

امام بخاری ایک باب منعقد کرتے ہیں۔ اس میں ایک مسئلہ درج فرماتے ہیں بظاہر کم فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بنظر دقیق معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت بڑا مسئلہ ہے مثلاً: امام بخاری فرماتے ہیں:

”بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلَاةُ“ (۱)

کہ یہ لفظ بولنا جائز ہے۔ بظاہر یہ ایک معمولی مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہاں ان لوگوں کی تردید مراد ہے جو اس نظریہ کے قائل ہیں۔ شاہ ولی اللہ کہتے ہیں: کہ ایسی جگہ ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق کے بعض ابواب کا تعاقب مقصود ہوتا ہے۔

النوع الخامس والعشرون:

تاریخ و سیر کے متعلق ایک مسئلہ درج کرتے ہیں۔ فقیہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ کوئی اہم باب نہیں مقرر کیا گیا۔ مگر مورخین اور سیرت دانوں کے لئے وہ بہت بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

علماء نے ان کے علاوہ بھی تراجم بخاری کی انواع بیان کی ہیں۔ ان تمام انواع سے امام بخاری کی فقاہت، دقت علم اور وسعت نظر کا پتہ چلتا ہے۔

مترجم بہ اور مترجم لہ کی اصطلاح

مترجم بہ:

بیان کیا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لفظ باب سے لے کر مرفوع حدیث شروع کرنے سے پہلے تک جو عبارت نقل کریں گے۔ خواہ وہ قرآن مجید کی آیت ہو قول ہو، کسی صحابی کا اثر ہو۔ یہ سب مترجم بہ ہوگا۔ مترجم بہ کا مطلب ہوتا ہے۔ ترجمہ میں ذکر کی ہوئی چیز۔ لہذا یہ سب کچھ مترجم بہ ہوگا۔

مترجم لہ:

باب کے نیچے جو حدیث درج کریں گے اس کو مترجم لہ کہا جاتا ہے کیونکہ اوپر جو ترجمہ ذکر کیا گیا ہے وہ اسی حدیث کی خاطر ذکر کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ حدیث مترجم لہ ہوگی۔ مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں: کہ مترجم لہ اور مترجم بہ کی اصطلاح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ میں درج کی۔ مگر شرح کے اندر وہ اس پر قائم نہ رہے مثلاً: صحیح بخاری ص ۱۰۱ جلد (۱) میں امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔

”باب یھوی بالتکبیر حین یسجد وقال نافع کان ابن عمر

یضع یدیه قبل رکبتيه“

اس کے بعد جو حدیث لائے ہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں

”ثم یقول اللہ اکبر حین یھوی ساجدا ثم یکبر حین یرفع

رأسه من السجود“

اس حدیث میں ”یديه قبل رکبتيه“ کا ذکر ہی نہیں۔ صرف سجدہ کو جاتے ہوئے تکبیر

کہنے کا ذکر ہے۔ اب اس مقام پر اشکال پیدا ہو گیا۔ کہ حدیث کا تعلق سجدے کے ساتھ تو

(۱) ثم ذکر الحافظ رحمه الله في مقام آخر كلاما يخالفه يسيرا كما في ص ۱۱۰ باب یھوی

بالتکبیر حین یسجد (مقدمة فیض الباری ص ۴۴)

ہے لیکن عبداللہ بن عمر کا جو اثر نقل کیا ہے وہ ظاہر نہیں ہو رہا۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بہت سی باتیں لکھی ہیں۔ لیکن پیچیدگی حل نہیں ہوئی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر کے اثر کو مترجم بہ بنا دیا ہے۔ یہ مترجم لہ نہیں ہے۔ تو حافظ صاحب نے بخاری کے قول ”یہوی بالتکبیر“ کو مترجم لہ اور ان کے قول قال نافع کو مترجم بہ بنا دیا حالانکہ ان کی پہلی اصطلاح کے مطابق دونوں ہی مترجم بہ ہیں یعنی اس طرح اب ان کی اصطلاح بدل گئی۔ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اشکال سے بچنے کے لئے پہلی اصطلاح چھوڑ دی۔

مولانا انور شاہ صاحب کی یہ بات غلط ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنی اصطلاح نہیں چھوڑی۔ بلکہ دونوں کو مترجم بہ ہی بنایا ہے۔ یہ اصطلاح چھوڑنے سے اشکال حل بھی نہیں ہوتا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

”والذی ینظر أن أثر ابن عمر من جملة الترجمة فهو

مترجم به لا مترجم له“ (فتح الباری)

جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ ابن عمر کا اثر ترجمۃ الباب کا حصہ ہے۔ اور یہ مترجم بہ ہے مترجم لہ نہیں ہے۔ بخاری کا قول ”یہوی بالتکبیر“ تو سب کے نزدیک مترجم بہ ہی ہے مترجم لہ نہیں حافظ ابن حجر نے اسے مترجم لہ نہیں کہا۔ تو حافظ ابن حجر اپنی اصطلاح پر قائم ہیں مولانا شاہ صاحب کو عدم توجہ کی وجہ سے بھول ہو گئی ہے۔

تکرار حدیث، تقطیع حدیث اور اختصار حدیث در ابواب بخاری

تکرار حدیث:

تکرار حدیث کی دو صورتیں ہیں ۱۔ ظاہری تکرار ۲۔ حقیقی تکرار

ظاہری تکرار اور من وجہ تکرار تو بخاری میں بہت زیادہ ہے البتہ حقیقی اور من کل الوجوه تکرار بخاری میں بہت کم ہے (۱) بخاری کے بعض نسخوں میں کتاب الحج کے اندر باب فِضْرِ

(۱) قلما یورد حدیثا فی موضعین باسناد واحد و لفظ واحد (مقدمة فیض الباری ص ۴۳)

الْخُطْبَةُ بِعَرَفَةَ كَعِدِّ "بَابُ تَعْجِيلِ الْوُقُوفِ" پایا جاتا ہے اس میں امام بخاری فرماتے ہیں

"يزاد في الباب حديث مالك عن ابن شهاب لكنى لا أريد

أن أدخل فيه معادا" (۱)

کہ اس باب میں مالک بن انس والی حدیث درج کی جا سکتی ہے۔ لیکن میں دوبارہ نہیں لانا چاہتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری تکرار سے بچنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ جس تکرار سے امام بخاری اجتناب کی کوشش کرتے ہیں (۲) وہ حقیقی تکرار من کل الوجوه ہے۔ باقی تکرار ظاہری کی جو بات ہے اس سے امام بخاری اجتناب نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ حقیقت میں تکرار ہے ہی نہیں۔ اور تکرار ظاہری من وجہ کے معقول اسباب اور کئی وجوہات ہیں۔

تکرار ظاہری کے اسباب و وجوہ

وجہ اول:

امام بخاری ایک باب میں ایک صحابی کی حدیث درج کرتے ہیں پھر اس حدیث کو دوسرے باب میں کسی دوسرے صحابی سے بیان کرتے ہیں۔ تیسرے مقام پر کسی تیسرے صحابی سے بیان کرتے ہیں۔ تو ایسے مقامات پر امام بخاری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث غریب نہیں بلکہ متعدد طرق سے آتی ہے۔ یعنی اس کا مقصد ان يخرج الحديث عن حد الغرابة (۳) ہوتا ہے۔ جس طرح ایک حدیث متعدد صحابہ سے بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح متعدد تابعین سے بھی بیان کرتے ہیں۔ یہاں مقصد یہ ہوتا

(۱) قد حكي بعض شراح البخاری أنه وقع في أثناء الحج في بعض النسخ بعد باب قصر الخطبة بعرفة باب تعجيل الوقوف قال أبو عبد الله يزاد في هذا الباب حديث مالك عن ابن شهاب ولكنى لا أريد أن أدخل فيه معادا (مقدمة فتح الباری ص ۱۶)

(۲) وهو يقتضى أنه لا يعتمد أن يخرج في كتابه معادا بجميع اسناده ومنتنه (مقدمة فتح

(۳) مقدمة فتح الباری ۱۵

الباری ص ۱۶)

ہے کہ یہ حدیث تابعین کے طبقہ میں بھی غریب نہیں۔ حتیٰ کہ امام بخاری اپنے استاد تک ایسا کرتے ہیں کہ ایک حدیث ایک استاد سے بیان کی پھر دوسرے استاد سے پھر تیسرے استاد سے بیان کرتے ہیں (۱) تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرے اساتذہ کے لحاظ سے بھی حدیث میں غرابت نہیں ایسے مقامات پر تکرار ظاہری ہوتا ہے یہ حقیقی تکرار نہیں اس کا بہت فائدہ ہوتا ہے کیونکہ سند بدل کر آتی ہے تو ایک حدیث کی متعدد سندیں جمع ہو جاتی ہیں۔

وجہ ثانی:

ایک حدیث میں بہت سے مسائل ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں امام بخاری ہر مسئلہ کے لئے مستقل باب قائم کرتے ہیں۔ (۲) مثلاً: ایک حدیث سے چار مسائل اخذ ہوتے ہیں تو چار ابواب الگ الگ قائم ہوں گے۔ ان چاروں بابوں میں وہی حدیث لائیں گے۔ ایسے مقامات پر امام بخاری اس چیز کا خیال رکھتے ہیں۔ کہ سند بدل کر آئے۔ تاکہ من کل الوجوه تکرار نہ آئے۔

وجہ ثالث:

ایک حدیث کو بعض راوی مختصر بیان کرتے ہیں۔ کچھ حصہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور دوسرے راوی اس حدیث کو مکمل بیان کرتے ہیں تو امام بخاری ان رواۃ کی روایت کو من وعن اسی طرح بیان کریں گے۔ کہ یہ حدیث ایک جگہ مختصر ہے دوسری جگہ مکمل ہے ایسے مقامات پر امام بخاری کی غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ محدثین جس طرح حدیث سنتے ہیں اسی طرح بیان کرنے کی حفاظت کرتے ہیں۔ کسی طرح کی تبدیلی نہیں کرتے۔ (۳)

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۱۵

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۱۵

(۳) احادیث یروہا بعض الرواۃ تامة ویروہا بعضهم مختصرة فیوردھا کما جاءت لیزیل

الشبهة عن ناقلیہا (مقدمة فتح الباری ص ۱۵)

وجہ رابع:

بسا اوقات ایک حدیث کو بیان کرنے والے متعدد راوی ہوتے ہیں۔ ایک راوی ایک لفظ سے بیان کرتا ہے۔ دوسرا اس کو دوسرے لفظ سے بیان کرتا ہے دونوں لفظوں کے معنوں میں فرق ہوتا ہے ایک لفظ سے ایک مسئلہ نکلتا ہے۔ دوسرے لفظ سے دوسرا مسئلہ اخذ ہوتا ہے۔ ایسے مقامات پر امام بخاری الگ الگ باب قائم کرتے ہیں۔ احادیث کے الفاظ باب کے مطابق لاتے ہیں۔ (۱)

وجہ خامس:

ایک حدیث کو بیان کرنے والے کئی راوی ہوتے ہیں۔ ایک راوی کی سند میں رجال کم ہوتے ہیں۔ دوسری سند میں رجال زیادہ ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں امام بخاری زیادہ رجال والی سند بھی بیان کرتے ہیں اور کم رجال والی سند بھی درج کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث راوی نے اپنے شیخ سے سنی اور شیخ کے شیخ سے بھی سنی اس طرح واسطے کم ہو گئے۔ (۲)

وجہ ساوئس:

ایک حدیث کی دو سندیں ہوتی ہیں۔ ایک متصل دوسری مرسل یا منقطع ہوتی ہے تو امام بخاری دونوں کو ہی بیان کرتے ہیں۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ اس مقام پر ارسال یا انقطاع مضر نہیں واقع میں سند متصل ہے اور حدیث ثابت ہے۔ (۳)

وجہ سابع:

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۱۵

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۱۵

(۳) أحادیث تعارض فیها الوصل والارسال ورجح عنده الوصل فاعتمده وأورد الارسال

منها علی أنه لا تأثیر له عنده فی الوصل (مقدمة فتح الباری ص ۱۵)

ایک راوی حدیث کو مرفوع بیان کرتا ہے۔ دوسرا موقوف بیان کرتا ہے۔ (۱) دونوں کی حدیث درج کر دیتے ہیں۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ حدیث واقع میں مرفوع ہی ہے۔ اگر کسی صحابی نے عمل کیا ہے تو یہ حدیث کے مطابق ہے یہ اضطراب نہیں ہے جیسے رفع الیدین کے سلسلے میں عبداللہ بن عمر کی حدیث ہے۔ سالم مرفوع بیان کرتے ہیں اور نافع کے بعض شاگرد موقوف اور بعض مرفوع بیان کرتے ہیں۔ (۲) امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ بعض شاگردوں کا موقوف بیان کرنا مرفوع کے خلاف نہیں۔ بلکہ عبداللہ بن عمر کا عمل حدیث کے مطابق ہے ابوداؤد نے اس کو اضطراب کہا ہے۔ (۳) امام ابوداؤد کو سہو ہو گیا ہے۔ (۴) تو امام بخاری یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اس میں کوئی اضطراب نہیں ورنہ اس جیسی کوئی حدیث بھی اضطراب سے خالی نہیں رہے گی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث بیان کی تو صحابہ اس پر عمل کرتے تھے۔ اس لئے ایسی صورت کو اضطراب کہنا درست نہیں۔

(۱) حدثنا عیاش ابن الولید قال حدثنا عبد الاعلی قال حدثنا عبید اللہ عن نافع أن ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوة کبر ورفع یدیه واذ رکع رفع یدیه واذ قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیه واذ قام من الرکعتین رفع یدیه ورفع ذالک ابن عمر الی النبی ﷺ (رواه البخاری ص ۱۰۲)

(۲) حدثنا أبو الیمان قال أخبرنا شعیب عن الزہری قال أخبرنی سالم بن عبد اللہ بن عمر أن عبد اللہ بن عمر قال رأیت النبی ﷺ افتتح التکبیر فی الصلوة فرفع یدیه حین یکبر حتی یجعلهما حدو منکیبہ واذ کبر للركوع فعل مثله واذ قال سمع اللہ لمن حمدہ فعل مثله وقال ربنا ولك الحمد ولا یفعل ذلک حین یسجد ولا حین یرفع رأسه من السجود (رواه البخاری ص ۱۰۲ جلد ۱)

(۳) أبو داؤد ۱۰۸ جلد ۱

(۴) اس کی تفصیل اور صحیح بات کی تحقیق فتح الباری جلد دوم ص ۲۲۲ پر دیکھی جاسکتی ہے

وجہ ثامن:

امام بخاری ایک حدیث کو ایک سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں اس میں کوئی راوی مدلس ہوتا ہے۔ وہ حدیث عن کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ امام بخاری دوسری سند بیان کرتے ہیں۔ جس میں مدلس راوی اپنے سماع کی تصریح کر رہا ہوتا ہے ایسے مقامات پر امام بخاری کی غرض یہ ہوتی ہے کہ تدلیس والے نقص کو دور کر دیا جائے

تکرار ظاہری کی ان آٹھ وجوہ سے یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ حقیقتاً اور من کل الوجوہ تکرار بہت کم ہے۔ کہ سند اور متن بار بار ایک ہی آجائیں۔ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

تقطیع حدیث

تقطیع حدیث سے مراد یہ ہے کہ امام بخاری ایک حدیث کو کئی ابواب میں متفرق طور پر بیان کرتے ہیں۔ حدیث کا کچھ حصہ ایک باب میں بیان کیا۔ کچھ حصہ دوسرے باب میں بیان کیا۔ ایسا بخاری کے اندر موجود ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے حدیث کی تین صورتیں ذہن نشین ہونی چاہئیں۔

۱۔ حدیث قصیر ہو یعنی متن بہت چھوٹا ہو۔

۲۔ حدیث کا متن لمبا ہو جو کئی جملوں پر مشتمل ہے۔ وہ جملے آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ جن کو جدا کرنے سے معنی اور مفہوم میں بگاڑ پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

۳۔ حدیث کا متن لمبا ہے جو متعدد جملوں پر مشتمل ہے۔ مگر وہ جملے ایک دوسرے کے ساتھ اتنا گہرا ربط نہیں رکھتے۔ جن کو الگ الگ کرنے سے مفہوم اور معنی میں خرابی پیدا ہوتی ہو۔

پہلی اور دوسری صورت میں اگر حدیث سے زیادہ مسائل استنباط ہوتے ہیں تو امام بخاری اس حدیث کو متعدد ابواب میں درج کریں گے۔ اور متعدد مسائل اخذ کریں گے۔ اور بعض اوقات لمبی حدیث کو مختصر بھی کر لیں گے۔ جہاں اختصار سے کسی

خرابی کا خدشہ نہ ہو کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ ایک مقام پر حدیث کو معلق ذکر کیا دوسرے مقام پر متصل بیان کر دیا۔ یہ عمل اس جگہ کرتے ہیں۔ جہاں سند ایک ہو تو اس سے تکرار ختم ہو گیا۔ (۱) تیسری صورت میں امام بخاری ایک حدیث کے جملوں کو الگ الگ کر لیتے ہیں ہر ایک جملے پر باب قائم کریں گے۔ (۲) اسی طرح باب قائم کرتے اور مسائل استنباط کرتے جائیں گے۔ اس عمل کو تقطیع حدیث کہتے ہیں۔

اختصار حدیث

امام بخاری اپنی کتاب کے اندر کسی مقام پر حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کریں۔ تو عام طور پر وہ دوسرے مقام پر مکمل حدیث بیان کر دیتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کر دیا ہے۔ اور پوری بخاری میں مکمل حدیث نہیں ہوتی۔ یہ طریقہ امام بخاری وہاں اختیار کرتے ہیں۔ جہاں اصل حدیث موقوف ہو اور مذکورہ ٹکڑا حکما مرفوع ہو۔ ایسے مقام پر صرف ایک جملہ بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود کی روایت موقوف ہے ”ان اهل الاسلام لا یسیبون“ (۳) کہ اہل اسلام سائبہ نہیں بناتے۔ یہ ٹکڑا حکما مرفوع ہے اور باقی حدیث موقوف ہے۔ (۴) وہ کہیں بھی نقل نہیں کی۔ تو اختصار حدیث میں یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے۔ کہ امام بخاری اگر حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کریں۔ تو دوسرے مقام پر پوری حدیث ذکر کریں

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۱۵

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۱۵

(۳) فی حدیث ہزیل بن شرجبیل عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: ان اهل الاسلام لا یسیبون وان اهل الجاهلیة کانوا یسیبون (مقدمة فتح الباری ص ۱۶)

(۴) جاء رجل الی عبد اللہ بن مسعود فقال انی اعتقت عبدا لی سائبہ فمات وترک مالا ولم یدع وارثا فقال عبد اللہ ان اهل الاسلام لا یسیبون وان اهل الجاهلیة کانوا یسیبون فانت ولی نعمته فلک میراثہ فان تائمت وتخرجت فی شیء فنحن نقبلہ منک ونجعلہ فی بیت المال (مقدمة فتح الباری ص ۱۶)

گے۔ اگر مکمل حدیث کہیں بھی ذکر نہ کی ہو تو وہاں اصل حدیث موقوف ہوگی۔ (۱)

معلقات بخاری

تعلیق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ابتدائے سند یعنی مصنف کی جانب سے سند کا کچھ حصہ یا پوری سند کو حذف کر دینا۔ اس کو تعلیق کہتے ہیں۔ اور اس حدیث کو معلق کہیں گے۔ حافظ ابن حجر نے معلقات بخاری پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام ”تغلیق التعلیق“ ہے۔ اس میں انہوں نے اکثر معلقات بخاری کی سندیں متصل بیان کر دی ہیں۔ حافظ ابن حجر سے پہلے معلقات بخاری پر کسی نے مستقل کتاب نہیں لکھی معلقات بخاری کے متعلق مشہور ہے کہ وہ سب کی سب صحیح ہیں۔ لیکن کچھ ضعیف بھی ہیں۔ ہاں اتنی بات کہی جاسکتی ہے کہ دوسرے محدثین کی معلقات سے بخاری کی معلقات اصح ہیں معلقات بخاری کی دو قسمیں ہیں

۲. معلقات موقوفہ

۱. معلقات مرفوعہ

۱. معلقات مرفوعہ:

ایسی معلقات ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہیں۔

۲. معلقات موقوفہ:

ایسی معلقات ہیں جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منسوب ہیں۔

معلقات مرفوعہ کی اقسام:

معلقات مرفوعہ پھر دو قسم کی ہیں۔ کچھ ایسی ہیں جو بخاری کے اندر ہی دوسرے مقام پر موصولاً ذکر ہیں۔ مثلاً: حدیث کی سند ایک ہی ہوتی ہے۔ ایک جگہ معلق اور دوسری جگہ باسند ذکر کر دیتے ہیں۔ تاکہ تکرار سے بچا جائے معلقات مرفوعہ کی دوسری قسم یہ ہے۔ کہ

(۱) اقتصارہ علی بعض المتن ثم لا يذكر الباقي في موضع آخر فإنه لا يقع له ذلك في

الغالب الا حيث يكون المحذوف موقوفاً على الصحابي (مقدمة فتح الباري ص ۱۶)

حدیث ایک جگہ معلق بیان کی ہے۔ اور پوری سند بخاری میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں۔

دوسری قسم کی اقسام:

معلقات مرفوعہ کی دوسری قسم جو بخاری میں موصولاً ذکر نہیں۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔

۱. مرفوع بصیغہ جزم

۲. مرفوع بصیغہ تریض

۱۔ مرفوع بصیغہ جزم:

ایسی احادیث جن کو امام بخاری نے بصیغہ جزم ذکر کیا ہے جیسے قال وغیرہ بصیغہ جزم معلقات کے بارے میں یہ بات مسلم ہے کہ جس راوی کے نیچے کی سند امام بخاری نے حذف کی ہے۔ اس راوی تک سند بالکل صحیح ہے۔ جس پر جزم کا صیغہ دلالت کر رہا ہے۔ جیسے قال وغیرہ۔ اس سے اوپر والی سند جو رسول اللہ ﷺ تک ہے۔ وہ کبھی محل نظر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے پھر اس کی دو صورتیں بن جاتی ہیں۔ ایسی معلقات جو صحیح ہیں۔ اور علی شرط بخاری ہیں۔ اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ حدیث صحیح بھی ہے۔ تو امام بخاری اس کو معلق کیوں بیان کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو تکرار سے بچنا مقصود ہوتا ہے۔ اور کبھی مسموع نہیں ہوتیں۔ اور کبھی سماع میں شک ہوتا ہے۔ اور کبھی وہ حدیث مذاکرۃً سنی ہوئی ہوتی ہے اس لئے اس کو معلق بیان کر دیتے ہیں۔ جیسے

قال عثمان بن الہیثم حدثنا عوف قال حدثنا محمد بن سیرین عن

أبي هريرة قال وكنى رسول الله ﷺ بحفظ زكوة رمضان (۱)

امام بخاری صحیح میں ہر جگہ قال عثمان بن الہیثم کہتے ہیں۔ (۲) حدثنا

(۱) وقال عثمان بن الہیثم أبو عمرو و ثنا عوف عن محمد بن سیرین عن أبي هريرة قال

وكنى رسول الله ﷺ بحفظ زكوة رمضان (بخاری ص ۳۱۰)

(۲) باب صفة ابليس و جنوده بخاری ص ۲۶۳، فضل البقرة بخاری ص ۷۹ جلد ۲

نہیں کہتے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام بخاری نے اس کو ان سے نہیں سنا۔ یا واسطہ کیساتھ سنا ہے۔ تو کبھی امام بخاری قال سے بیان کرتے ہیں کبھی وہ واسطہ ذکر کر دیتے ہیں کبھی حذف کر دیتے ہیں۔ وہاں وہ واسطہ ثقہ ہوتا ہے۔ اس مقام پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام بخاری مدلس ہیں۔ یہ اعتراض ناقابل التفات ہے ورنہ سب معلقات بیان کرنے والے مدلس ہو جائیں گے حالانکہ یہ تدلیس کی صورت نہیں ہوتی۔ تعلق کی صورت ہوتی ہے۔

۲۔ معلق بصیغہ تمریض:

وہ معلقات مرفوعہ جو بخاری میں دوسرے مقام پر موصولاً ذکر نہیں۔ لیکن امام بخاری نے ان کو بصیغہ تمریض ذکر کیا ہے جیسے رُوِيَ اور يُذَكَّرُ وغیرہ۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱. معلق بصیغہ تمریض ملحق بشرط البخاری

۲. معلق بصیغہ تمریض غیر ملحق بشرط البخاری

معلق غیر ملحق بشرط البخاری کی تین قسمیں ہیں۔

۱. صحیح غیر ملحق بشرط البخاری

۲. حسن صالح للحجة غیر ملحق بشرط البخاری

۳. غیر ملحق بشرط البخاری لیس بصحیح ولا حسن ولكنه ضعیف.

۱۔ صحیح غیر ملحق بشرط البخاری:

یعنی حدیث صحیح ہے۔ لیکن علی غیر شرط البخاری ہے۔ اس کی مثال (۱)

(۱) وقالت عائشة كان النبي ﷺ يذكر الله على كل أحيانه (بخاری ص ۸۸ باب هل يتبع

المؤذن فاه ههنا الخ وفي باب تقضى الحائض المناسك كلها الا الطواف بالبيت

(ص ۴۴ بخاری جلد ۱)

قالت عائشة كان النبي ﷺ يذكر الله على كل أحيانه (۱)

یہ حدیث بخاری کی شرط پر نہیں۔ اور جزم کے ساتھ مذکور ہے۔ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۲۔ حسن صالح للحجة غير ملحق بشرط البخاری

کہ حدیث حسن ہے حجت کے قابل ہے۔ لیکن علی غیر شرط البخاری ہے۔ اس کی مثال (۲)

”قال بهز عن أبيه عن جده عن النبي ﷺ أله أحق يستحي

منه من الناس“ (۳)

یہ حدیث معلق ہے۔ بخاری میں موجود ہے۔ دوسرے مقام پر موصولاً ذکر نہیں شرط بخاری پر بھی نہیں لیکن حسن ہے قابل حجت ہے۔

۳۔ غير ملحق بشرط البخاری ليس بصحيح ولا حسن

ولكنه ضعيف

یہ ضعف رواۃ کی وجہ سے نہیں بلکہ انقطاع سیر کی وجہ سے آیا ہے۔ اس کی مثال

”قال طاؤس قال معاذ بن جبل لأهل اليمن ايتوني بعرض

(۱) حدثنا أبو كريب محمد بن العلاء وابراهيم بن موسى قالوا أنا ابن أبي زائدة عن أبيه عن

خالد بن سلمة عن البهي عن عروة عن عائشة قالت كان النبي ﷺ يذكر الله على كل

أحيانه (رواه مسلم ص ۱۶۲ جلد ۱ فی کتاب الحيض، تغليق التعليق ص ۱۷۲ ج ۲)

(۲) وقال بهز عن أبيه عن جده عن النبي ﷺ أله أحق أن يستحي منه من الناس (رواه

البخاری ص ۴۲ جلد ۱) (۳) باب ما جاء في حفظ العورة حدثنا أحمد بن

منيع نا معاذ ويزيد بن هارون قالوا نا بهز بن حكيم عن أبيه عن جده قال قلت يا نبی الله عوراتنا ما نأتی

منها وما نذر قال احفظ عورتك الا من زوجتك أو ما ملكت يمينك قلت يا رسول الله اذا كان

القوم بعضهم في بعض قال إن استطعت أن لا يراها أحد فلا ترينها قال قلت يا نبی الله اذا كان أحدنا

خاليا قال فالله أحق أن يستحي منه من الناس (هذا حديث حسن، رواه الترمذی ص ۱۰۷ جلد ۲)

ثياب خميص أو لبيس في الصدقة الخ (۱)

”کہ میرے پاس سامان کپڑے چادر یا پہننے کے قابل کپڑے صدقہ میں لاؤ“
 اب یہ حدیث معلق بصیغہ جزم ہے موصول بھی نہیں۔ شرط بخاری پر بھی نہیں۔ صحیح
 اور حسن بھی نہیں بلکہ اس میں ضعف ہے۔ (۲) اور یہ ضعف انقطاع یسیر کی وجہ سے
 ہے کہ طاؤس کا سماع معاذ سے ثابت نہیں۔ (۳) یہ انقطاع یسیر والا لفظ حافظ ابن حجر
 نے استعمال کیا ہے۔ اس سے مولانا انور شاہ صاحب نے سمجھا کہ انقطاع کوئی اہم
 علت نہیں۔ بلکہ معمولی سی علت ہے۔ (۴) حالانکہ ابن حجر کے قول سے یہ بات نہیں
 نکلتی (۵) ایک لفظ ہے کہ انقطاع علت یسیرہ ہے۔ دوسرا لفظ انقطاع یسیرہ ہے۔ حافظ
 ابن حجر انقطاع یسیر فرماتے ہیں۔ علت یسیرہ نہیں فرماتے۔ انقطاع کثیر ہو یا یسیر ہو
 دونوں شکلوں میں علت ہے۔

اعتراض اور اس کا جواب:

بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ قاعدہ بنا لینا کہ امام بخاری بصیغہ جزم بیان
 کریں۔ تو حدیث صحیح ہوگی۔ ایسی جگہیں بخاری کے اندر موجود ہیں کہ حدیث بصیغہ

(۱) باب العرض فی الزکاة وقال طاؤس قال معاذ لأهل اليمن ایتونی بعرض ثياب خميص أو
 لبيس في الصدقة مكان الشعير والذرة أهون عليكم وخير لأصحاب النبي ﷺ بالمدينة
 (رواه البخاری ص ۹۴ جلد ۱)

(۲) حدثنا يحيى بن آدم بن سليمان الكوفي في كتاب الخراج له (كتاب الزكاة باب
 الرخصة في ذلك) ثنا سفيان بن عيينة عن ابراهيم بن ميسرة عن طاؤس قال قال معاذ باليمن
 ایتونی بخميص أو لبيس آخذہ منکم مكان الصدقة فانه أهون عليكم وخير للمهاجرين
 بالمدينة (تغليق التعليق ص ۱۳ ج ۳)

(۳) قلت هو الى طاؤس اسناد صحيح لكنه لم يسمع من معاذ فهو منقطع (ايضا)

(۴) ومن هنا علم أن علة الانقطاع عند البخاری أيضا يسيرة ولا يتأتى منه السقوط (مقدمة
 فيض الباری ص ۴۱)

(۵) وقد يكون ضعيفا لا من جهة قدح في رجاله بل من جهة انقطاع يسير في اسناده (مقدمة
 فتح الباری ص ۱۸)

جزم بیان ہوئی ہے۔ لیکن صحیح نہیں۔ اس کی مثال یہ ہے۔

”روی عبد الله بن الفضل عن أبي سلمة عن أبي هريرة أن

النبي ﷺ قال لا تفاضلوا بين الأنبياء“ (۱)

یہ حدیث امام بخاری بصیغہ جزم بیان کر رہے ہیں۔ لیکن حدیث صحیح نہیں۔ کیونکہ عبد اللہ بن الفضل اور ابو ہریرہ کے درمیان ابوسلمہ کا واسطہ نہیں۔ ابوسلمہ کی جگہ اعرج کا نام ہے امام بخاری نے دوسری جگہ اعرج کا نام ذکر کیا ہے۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ بصیغہ جزم والی حدیث صحیح ہوگی۔ یہ قانون یہاں ختم ہو گیا۔ یہ اعتراض ابوسعود دمشقی نے کیا ہے۔

جواب نمبر ۱:

اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کے دوسری جگہ اعرج کا واسطہ ذکر کرنے سے لازم نہیں آتا۔ کہ ابوسلمہ کا واسطہ موجود ہی نہیں کیونکہ ایک راوی کے دو استاد ہو سکتے ہیں۔ دوسری روایات سے ابوسلمہ کا واسطہ صحیح سند سے ثابت ہے۔ دونوں ابو ہریرہ کے شاگرد ہیں اور عبد اللہ بن فضل دونوں سے بیان کرتے ہیں۔

(۱) وقال الماجشون عن عبد الله بن الفضل عن أبي سلمة عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال فأكون أول من بعث فاذا موسى أخذ بالعرش (رواه البخاری ص ۱۱۰۴ ج ۲)

(۲) حدثنا يحيى بن بكير عن الليث عن عبد العزيز بن أبي سلمة عن عبد الله بن الفضل عن الأعرج عن أبي هريرة قال بينما يهودى يعرض سلعته أعطى بها شينا كرهه فقال لا والذي اصطفى موسى على البشر فسمعه رجل من الأنصار فقام فلطم وجهه وقال تقول والذي اصطفى موسى على البشر والنبي ﷺ بين أظهرنا فذهب اليه فقال يا أبا القاسم ان لى ذمة وعهد فما بال فلان لطم وجهى فقال لم لطمت وجهه فذكره فغضب النبي ﷺ حتى روى فى وجهه ثم قال لا تفاضلوا بين أنبياء الله فانه ينفخ فى الصور فيصعق من فى السموات ومن فى الارض الا من شاء الله ثم ينفخ فيه أخرى فأكون أول من بعث فاذا موسى أخذ بالعرش فلا أدري أحوسب بصعقته يوم الطور أم بعث قبلى ولا أقول ان أحدا أفضل من يونس بن متى (بخاری ص ۴۸۵ ج ۱)

جواب نمبر ۲:

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ قاعدہ یہ بنایا جا رہا ہے۔ کہ جس حدیث کی سند کو امام بخاری صیغہ جزم سے بیان کریں گے۔ اور جہاں تک بیان کریں گے حذف شدہ سند صحیح ثابت ہوگی۔ تو اس قاعدے کے مطابق عبد اللہ بن فضل سے پہلے والا حصہ حذف ہے۔ بعد والی سند حذف نہیں۔ آپ کا اعتراض بعد والی مذکورہ سند میں ہے۔ لہذا اعتراض اوپر والی سند میں ہونے کی وجہ سے قاعدہ کے خلاف نہ ہوا۔ قاعدہ نیچے والی سند کے متعلق ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صیغہ تمریض اور صیغہ جزم میں فرق ہے۔ ثابت شدہ چیز کو صیغہ جزم سے بیان کرتے ہیں۔ اور غیر ثابت شدہ کو صیغہ تمریض سے بیان کرتے ہیں۔ جیسے امام ترمذی نے فرمایا ہے:

رُوی عن علی وعمر وغيرهما من اصحاب
النبي ﷺ عشرين ركعة (۱)

کہ حضرت علی اور حضرت عمر وغیرہما بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ اصل میں یہ بات ثابت نہیں اس لئے اس کو صیغہ تمریض سے بیان کر رہے ہیں۔ محدثین غیر ثابت شدہ چیز کو صیغہ تمریض سے بیان کرتے ہیں۔ فقہاء اس چیز کا خیال نہیں رکھتے دارقطنی نے فقہاء کے اس طریقہ پر کڑی تنقید کی ہے۔ مگر بعض مواضع میں محدثین بھی اس چیز کی پابندی چھوڑ دیتے ہیں۔

معلقات مرفوعہ بصیغہ تمریض:

معلقات مرفوعہ بصیغہ تمریض ہیں ایسی معلقات کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) ماروی عن علی وعمر وغيرهما من اصحاب النبي ﷺ عشرين ركعة (رواه

الترمذی ص ۱۶۶ ج ۱)

النوع الاول على شرط البخاری:

اس کی مثال بخاری کتاب الطب میں ہے۔

”و یذکر عن ابن عباس عن النبی ﷺ“ (۱)

تو یہ معلق مرفوع صحیح بصیغہ ترمیض ہے اور بخاری کی شرط پر ہے۔ بلکہ بخاری کے اندر دوسرے مقام پر باسند موجود ہے۔ (۲) تو صحیح علی شرط البخاری ہو گئی۔ امام بخاری نے اس حدیث کو بصیغہ ترمیض ذکر کیا ہے۔ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کو بصیغہ جزم بیان کرنا چاہیے تھا یعنی قال ابن عباس عن النبی ﷺ ہونا چاہیے تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کے قاعدہ کے مطابق اس کو بصیغہ جزم ہی ہونا چاہیے تھا لیکن امام بخاری یہاں روایت بالمعنی ذکر کر رہے ہیں کہ یہ الفاظ دوسری حدیث میں نہیں اس کا معنی حدیث سے ملتا ہے۔ اگر بصیغہ جزم بیان کرتے تو الفاظ بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو جاتے (۳) اس قسم کی جتنی احادیث ہیں وہ سب بصیغہ ترمیض ہیں ورنہ صیغہ ترمیض کے ساتھ آنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کس قدر دقیق نظر تھے اور کس قدر محتاط تھے۔

(۱) باب الرقی بفتح الکتاب و یذکر عن ابن عباس عن النبی ﷺ (رواہ البخاری ص ۸۵۴ ج ۲)

(۲) باب الشرط فی الرقیة بقطع من الغنم حدثنا سیدان بن مضارب أبو محمد الباهلی قال حدثنا أبو معشر یوسف بن یزید البراء قال حدثنی عبید اللہ بن الأحنس أبو مالک عن ابن ابی ملیکة عن ابن عباس أن نفراً من أصحاب رسول اللہ ﷺ مروا بماء فیهم لدیغ أو سلیم فعرض لهم رجل من أهل الماء فقال هل فیکم من راق أن فی الماء رجلاً لدیغاً أو سلیماً فانطلق رجل منهم فقرأ بفتح الکتاب علی شاء فبرأ فجاء بالشاء الی أصحابه فکروا ذلك وقالوا أخذت علی کتاب اللہ أجراً حتی قدموا المدينة فقالوا یا رسول اللہ ﷺ أخذ علی کتاب اللہ أجراً فقال رسول اللہ ﷺ ان أحق ما أخذتم علیه أجراً کتاب اللہ (رواہ البخاری ص ۸۵۴ جلد ۲)

(۳) باب ما یعطی فی الرقیة علی أحياء العرب بفتح الکتاب وقال ابن عباس عن النبی ﷺ (رواہ البخاری ص ۳۰۳ جلد ۱ کتاب الاجارات)

النوع الثاني صحیح علی شرط غیر البخاری:

حدیث معلق مذکور بصیغہ تمریض مرفوع صحیح بھی ہو۔ لیکن بخاری کی شرط پر نہ ہو۔ اس کی مثال:

” یذکر عن عبد الله بن السائب قرأ النبي ﷺ المؤمنون

فی الصبح حتی اذا جاء ذکر موسى وهارون أو ذکر عیسی

أخذته سعة فرکع“ (۱)

یہ حدیث معلق ہے مرفوع ہے بصیغہ تمریض مذکور ہے صحیح ہے لیکن بخاری کی شرط

پر نہیں۔ بلکہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (۲)

النوع الثالث:

حدیث معلق مذکور بصیغہ تمریض مرفوع حسن ہو۔ اس کی مثال (۳)

”ویذکر عن عثمان بن عفان أن النبي ﷺ قال له اذا بعث

فکل واذا ابتعت فاکتل“ (۳)

(۱) باب الجمع بین السورین فی رکعة. ویذکر عن عبد الله بن السائب قرأ النبي ﷺ المؤمنون فی الصبح حتی اذا جاء ذکر موسى وهارون أو ذکر عیسی أخذته سعة فرکع (رواه البخاری ص ۱۰۶ جلد ۱)

(۲) حدثنی هارون بن عبد الله قال نا حجاج بن محمد عن ابن جریح ح وحدثنی محمد بن رافع وتقربا فی اللفظ قال نا عبد الرزاق قال أنا ابن جریح قال سمعت محمد بن عباد بن جعفر یقول أخبرنی أبو سلمة بن سفیان وعبد الله بن عمرو ابن العاص وعبد الله بن المسیب العابدی عن عبد الله بن السائب قال صلی لنا النبي ﷺ الصبح بمكة فاستفتح سورة المؤمنین حتی جاء ذکر موسى وهارون علیهما السلام أو ذکر عیسی محمد بن عباد یشک أو اختلفوا علیه أخذت النبي ﷺ سعة فرکع وعبد الله بن السائب حاضر ذلك (رواه مسلم ص ۱۸۶ جلد ۱ باب القراءة فی الصبح)

(۳) باب الکیل علی البائع والمعطی الخ. ویذکر عن عثمان أن النبي ﷺ قال له اذا بعث فکل واذا ابتعت فاکتل (رواه البخاری ص ۲۸۵ جلد ۱)

(۴) حدثنا عبد الله حدثنی أبی ثنا أبو سعید ثنا ابن لهیعة أخبرنا موسى بن وردان قال سمعت سعید بن المسیب یقول سمعت عثمان یخطب علی المنبر وهو یقول کت أبتاع التمر من

تو یہ حدیث معلق مرفوع بصیغہ ترمیض ہے۔ لیکن حسن ہے۔ دارقطنی اور مصنف ابن ابی شیبہ کے اندر موجود ہے۔ (۱)

النوع الرابع:

حدیث معلق مرفوع مذکور بصیغہ ترمیض ضعیف مگر جو مسئلہ اس میں مذکور ہے وہ اجماعی ہے۔ اس کی مثال (۲)

”عن أبي اسحق الهمداني عن الحارث عن علي عن النبي ﷺ

انه قضى بالدين قبل الوصية (۳)

امام ترمذی نے اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں حارث اور کذاب راوی ہے صحیح مسلم کے مقدمہ میں اس کی وضاحت موجود ہے (۴) اسی طرح ابوالحسن سیمی ثقہ راوی ہے لیکن آخر میں بقول بعض اس کو اختلاف ہو گیا تھا۔ امام بخاری نے یہ بصیغہ ترمیض بیان کی ہے مرفوع ہے لیکن ضعیف ہے۔ تمام امت کا عمل یہی ہے کہ قرض وصیت سے مقدم ہے (۵)

بقية حاشية كزشتة: بطن من اليهود يقال لهم بنو قينقاع فأبيعه بريح الأصع فبلغ ذلك النبي ﷺ فقال

يا عثمان إذا اشتريت فاكل واذا بعت فكل (رواه احمد ص ۷۸ جلد ۱۱ ابن ماجه ص ۱۶۱)

(۱) أخرجه الدار قطنی عن ابراهيم بن حماد عن أحمد بن منصور وغيره عن أبي صالح

(تغليق التعليق ص ۲۳۹ جلد ۳ وقال الهيثمي في مجمع الزوائد اسناده حسن)

(۲) ويذكر أن النبي ﷺ قضى بالدين قبل الوصية (باب تاويل قوله من بعد وصية يوصي

بها أو دين رواه البخاری ص ۳۸۲ جلد ۱)

(۳) باب ما جاء يبدء بالدين قبل الوصية: حدثنا ابن أبي عمر ناسفیان بن عيينة عن أبي

اسحق الهمداني عن الحارث عن علي أن النبي ﷺ قضى بالدين قبل الوصية (أبواب

الوصايا رواه الترمذی ص ۳۳ جلد ۲)

(۴) حدثنا قتيبة بن سعيد قال نا جرير عن مغيرة عن الشعبي قال حدثني الحارث الأعور

الهمداني وكان كذابا (رواه مسلم ص ۱۴ جلد ۱)

(۵) أنتم تقرءون الوصية قبل الدين والعمل على هذا عند أهل العلم أنه يبدء بالدين قبل

الوصية (رواه الترمذی ص ۳۳ جلد ۲)

النوع الخامس:

معلق مرفوع مذکور بصیغہ تمریض ضعیف۔ اس سے جو مسئلہ ثابت ہو اس پر اجماع بھی نہ ہو اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی قرینہ ملے کہ سند کا ضعف ختم ہو جائے۔ اس کی مثال (۱) و یذکر عن ابی ہریرة رفعه لا يتطوع الامام في مكانه ولم يصح یہ حدیث بصیغہ تمریض مذکور ہے ضعیف ہے۔ ابو داؤد میں اس کی سند یہ ہے (۲) ”عن لیث بن ابی سلیم عن حجاج بن عبید عن ابراهیم بن اسمعیل عن ابی ہریرة“

اس میں لیث بن ابی سلیم سخت ضعیف راوی ہے۔ اسی طرح ابراہیم مجہول ہے یہ حدیث ضعیف ہے۔ مذکورہ مسئلہ پر اجماع بھی نہیں اور کوئی ایسا قرینہ بھی نہیں ملتا جس سے یہ ضعف ختم ہو جائے۔ تو یہ پانچوں قسم کی ضعیف احادیث جہاں بھی بخاری میں آئیں گی۔ امام بخاری خود اس کے ضعف کی وضاحت کریں گے۔ تعلقات مرفوعہ بصیغہ جزم اور بصیغہ تمریض کی اقسام ختم ہو گئیں۔

معلقات موقوفہ: معلقات موقوفہ بھی پانچ انواع پر مشتمل ہیں۔

النوع الاول:

معلق موقوف صحیح علی شرط البخاری (۳)

- (۱) و یذکر عن ابی ہریرة رفعه لا يتطوع الامام في مكانه ولم يصح (باب مكث الامام في مصلاه بعد السلام رواه البخاری ص ۱۷۷ جلد ۱ کتاب الاذان)
- (۲) باب في الرجل يتطوع في مكانه الذي صلى فيه المكتوبة حدثنا مسددنا حماد وعبد الوارث عن لیث عن الحجاج بن عبید عن ابراهیم بن اسمعیل عن ابی ہریرة قال قال رسول الله أيعجز أحدكم قال عن عبد الوارث أن يتقدم أو يتأخر أو عن يمينه أو عن شماله. زاد في حديث حماد في الصلوة يعني في السبحة (رواه أبو داؤد ص ۱۳۳ جلد ۱)
- (۳) وقال معاذ اجلس بنا نومن ساعة في باب قول النبي ﷺ بني الاسلام على خمس (رواه البخاری ص ۶ جلد ۱)

النوع الثانی:

معلق موقوف صحیح لیس علی شرط البخاری (۱)

النوع الثالث:

معلق موقوف حسن (۲)

النوع الرابع:

معلق موقوف ضعیف منجر الضعف (۳) یعنی ایسی حدیث جس کی سند کا ضعف دوسرے قرینہ کی وجہ سے ختم ہو گیا یا اس کا قول لوگوں میں مشہور ہو گیا اور ضعف ختم ہو گیا

النوع الخامس:

معلق موقوف ضعیف لیکن اس کا ضعف منجر نہیں ہے۔ (۴)

(۱) باب کفارات الایمان و یذکر عن ابن عباس وعطاء وعکرمة ما کان فی القرآن أو أو فصاحبه بالخیار وقد خیر النبی ﷺ کعبا فی الفدیة (رواه البخاری ص ۹۹۲ جلد ۲)

(۲) باب قول اللہ تعالیٰ وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ و یذکر عن ابن عباس یعتق من زکوٰۃ ماله و یعطى فی الحج (رواه البخاری ص ۹۸ جلد ۱) قول ابن عباس فقال أبو عبيد فی کتاب الأموال حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن حسان (بن) أبي الأشرس (عن ابن أبي نجیح) عن مجاهد عن ابن عباس (رضی اللہ عنہما) أنه کان لا یرى بأسا أن یعطى الرجل من زکوٰۃ ماله فی الحج وأن یعتق منه الرقبة. وقال أبو عبيد أيضا حدثنا أبو بکر بن عیاش عن الأعمش عن ابن أبي نجیح عن مجاهد عن ابن عباس قال أعتق من زکوٰۃ مالک. الاسناد الأول صحیح وفی الثانی أبو الأشرس وهو ضعیف (تغلیق التعلیق ص ۲۴ جلد ۳)

(۳) باب اذا حاضت فی شهر ثلاث حیض و یذکر عن علی وشریح ان جاءت ببینة من بطانة أهلها ممن یرضی دینه أنها حاضت لثنا فی شهر صدقت وقال عطاء اقراءها علی ما كانت الخ (رواه البخاری ص ۴۷ جلد ۱)

(۴) باب قول اللہ عز وجل من بعد وصیة یوصی بها أو دین و یذکر أن شریحا وعمر بن عبد العزیز وطاؤسا وابن اذینة أجازوا اقرار المریض بدین (رواه البخاری ص ۳۸۴ جلد ۱)

صحیح بخاری میں منقہ علیہ روایات

یہ بات مشہور ہے۔ کہ بخاری و مسلم کو علماء کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہے لیکن تلقی ان روایات کو حاصل ہے۔ جن پر کسی نے تنقید نہیں کی۔ اس لئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ جہاں تلقی بالقبول کا مسئلہ ذکر کرتے ہیں تو وہاں استثنائی صورت بھی بیان کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم کی روایات پر تنقید کرنے والوں میں ابو مسعود دمشقی، ابو علی غسانی اور ابو الحسن دارقطنی ہیں (۱) بخاری و مسلم کے اندر کل منقہ علیہ روایات ۲۱۰ ہیں (۲) صرف بخاری میں منقہ علیہ روایات کی تعداد ۱۱۰ ہے۔ جن میں سے ۳۲ احادیث مسلم میں موجود ہیں۔ تو صرف اور صرف بخاری میں منقہ علیہ روایات کی تعداد ۷۸ ہوئی (۳) یہ منقہ علیہ روایات معلقات سے ہوں گی یا مسندات سے ہوں گی۔ معلقات تو کتاب کے موضوع سے ہی خارج ہیں۔ اس لئے معلقات پر اعتراض درست نہیں ہوگا۔ اسی لئے دارقطنی نے اعتراض کرتے ہوئے معلقات پر کوئی تنقید نہیں کی۔ (۴)

مسندات احادیث پر تنقیدات اور ان کے جوابات

احادیث کی دوسری قسم جن پر تنقید کی گئی ہے وہ مسندات ہیں ایسی منقہ علیہ مسندات نہیں پائی جاتیں۔ جن کا جواب نہ ہو۔ بلکہ ان کے معقول جواب موجود ہیں

(۱) وقد ألف الدارقطني في ذلك ولأبي مسعود الدمشقي أيضا عليها استدراك ولأبي

علي الغساني في جزء العلل من التقييد استدراك عليهما (مقدمة فتح الباري ص ۳۲۶)

(۲) فان الأحاديث التي انتقلت عليهما بلغت مائتي حديث وعشرة أحاديث (مقدمة فتح الباري ص ۱۲)

(۳) وعدة ما اجتمع لنا من ذلك مما في كتاب البخاري وان شاركه مسلم في بعضه مائة وعشرة

أحاديث منها ما وافقه مسلم علي تخريجه وهو اثنان وثلاثون حديثا ومنها ما انفرد بتخريجه وهو

ثمانية وسبعون حديثا (مقدمة فتح الباري ص ۳۲۶).

(۴) لأن موضوع الكتابين انما هو المسندات والمعلق ليس بمسند ولهذا لم يتعرض الدارقطني

فيما تبعه علي الصحيحين الي الأحاديث المعلقة (مقدمة فتح الباري ص ۳۲۶)

تفہیم بر مسندات کے تین قسم کے جواب ہیں۔

۲۔ قدرے تفصیلی جواب

۱۔ اجمالی جواب

۳۔ مکمل تفصیلی جواب

۱۔ اجمالی جواب:

اس بات میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ امام بخاری اپنے تمام معاصرین سے مقدم ہیں۔ ان کے بعد پھر امام مسلم کا مقام ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ جن مشائخ سے شیخین کو استفادہ کا موقع ملا ہے وہ اپنے معاصرین سے بڑھ کر خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ مثلاً: امام بخاری نے علی بن مدینی سے فائدہ حاصل کیا ہے۔ اور علی بن مدینی اپنے تمام اقران سے بڑھ کر علل حدیث کو جاننے والے تھے علل حدیث میں جو مقام ان کو حاصل ہے وہ ان کے معاصرین میں سے کسی کو حاصل نہیں۔ امام بخاری ان کے متعلق فرماتے ہیں:

ما استصغرت نفسی عند أحد الا عند علی بن المدینی

”کہ میں نے صرف علی بن المدینی کے پاس اپنے آپ کو چھوٹا سمجھا“

اس بات سے علی بن المدینی کے مرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔ یہ بات جب علی بن المدینی کو پہنچی۔ تو انہوں نے فرمایا ”دعوا قولہ“ اس کی بات کو چھوڑو وہ کسر نفسی سے کام لیتے ہیں۔ اس نے اپنی مثل کو نہیں دیکھا۔ اس قول سے امام بخاری کا مقام عظیم ظاہر ہوتا ہے۔ (۱) امام بخاری کے دوسرے استاد محمد بن یحییٰ ذہلی ہیں۔ ان کے متعلق

(۱) لا ریب فی تقدیم البخاری ثم مسلم علی اهل عصرهما ومن بعده من آئمة هذا الفن فی معرفة الصحيح والمعلل فانهم لا یختلفون فی أن علی بن المدینی کان أعلم أقرانه بعلم الحدیث وعنه أخذ البخاری ذلك حتی کان یقول ما استصغرت نفسی عند أحد الا عند علی بن المدینی ومع ذلك فکان علی بن المدینی اذا بلغه ذلك عن البخاری یقول دعوا قولہ فانه ماری مثل نفسه (مقدمة فتح الباری ص ۳۷۷)

یہ مشہور ہے کہ یہ امام زہری کی احادیث کے مخصوص تھے۔ (۱) یہ مقام باقی کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ زہری امام مالک کے بھی استاد ہیں۔ اسی طرح امام مسلم نے بھی محمد بن یحییٰ ذہلی سے استفادہ کیا ہے۔

علل حدیث میں شیخین کا مرتبہ بعد میں آنے والوں سے بہت بلند ہے۔ یہ ان کا اپنا علمی مقام ہے۔ جس کو انہوں نے ملحوظ بھی رکھا۔ اسی لئے انہوں نے روایت حدیث میں اتنی کڑی شرائط لگائی ہیں۔ پھر ان دو اماموں نے اپنی کتابوں میں صحت احادیث کا خاص خیال رکھا ہے۔ امام بخاری کے شاگرد فربری کہتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا:

ما أدخلت في الصحيح حديثا الا بعد أن استخرت الله

وتيقنت صحته

”کہ میں نے استخارہ اور یقین صحت کے بعد صحیح بخاری میں احادیث

درج کی ہیں“ (۲)

امام مسلم فرماتے ہیں: کہ میں نے ابو زرعہ رازی پر کتاب لکھ کر پیش کی۔ تو انہوں نے کچھ احادیث میں علت نکالی۔ تو میں نے ان کو نکال دیا اس طرح صحیح مسلم کو امام ابو زرعہ رازی کی تصدیق حاصل ہو گئی۔ (۳)

امام بخاری اور مسلم کے علمی مقام، صحت احادیث کے یقین اور ان کی شرائط کو ایک طرف رکھیں۔ دوسری طرف تنقید کرنے والوں کو رکھیں۔ جو شیخین کے مرتبہ کے نہیں جب دونوں کی رائے میں تعارض آئے گا۔ تو مقدم بات شیخین کی ہوگی کیونکہ فن میں ان

(۱) و كان محمد بن يحيى الذهلي أعلم أهل عصره بعلل حديث الزهري وقد استفاد منه ذلك الشيخان جميعا (مقدمة فتح الباري ص ۳۲۷)

(۲) روى الفربرى عن البخارى قال ما أدخلت في الصحيح حديثا الا بعد ان استخرت الله تعالى وتيقنت صحته (مقدمة فتح الباري ص ۳۲۷).

(۳) قال مكى بن عبد الله سمعت مسلم الحجاج يقول عرضت كتابى هذا على ابى زرعة الرازى فكل ما اشار ان له علة تركته (مقدمة فتح الباري ص ۳۲۷)

کا مقام بلند ہے۔ (۱) شرائط سخت ہیں۔ اس طرح تمام منقذ علیہ روایات کی تنقید ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ ابو مسعود مشقی، ابو علی غسانی اور دارقطنی ان کے مرتبہ کے نہیں۔

قدرے تفصیلی جواب:

جتنے احادیث پر اعتراضات ہوئے ان کو سات حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

النوع الاول:

ایک سند کے رجال ایک مقام پر زیادہ ہیں اسی سند کے رجال دوسرے مقام پر کم ہیں۔ اس صورت میں ناقدین حضرات تنقید کرتے ہیں۔ کہ بخاری جس سند کے رجال زیادہ ہیں۔ ان کو بیان کیا ہے۔ (۲) لیکن جس سند میں رجال کم ہیں۔ ان کو امام بخاری نے بیان ہی نہیں کیا۔ یا ایک مقام پر کمال رجال کو بیان کیا دوسرے مقام پر ان کو ذکر نہیں کیا۔ اب ناقد اعتراض کرتا ہے کہ دوسری سند میں رجال کم ہیں۔ اور بخاری کی روایت میں رجال زیادہ ہیں۔ لہذا کچھ نہ کچھ کمی ضرور ہے یہ اعتراض ناقابل التفات ہے کیونکہ ایک آدمی ایک استاد سے حدیث سنتا ہے۔ پھر وہ اپنے شیخ کے شیخ سے بلا واسطہ حدیث سن لیتا ہے۔ تو اس طرح سند میں رجال کی کمی ہوئی اور پہلی صورت میں رجال کی زیادتی ہوئی۔ یہ جواب اس صورت میں ہے جب اس نے بالواسطہ اور بلا واسطہ سنا ہے لیکن

(۱) ولا ريب في تقديمهما في ذلك على غيرهما فيندفع الاعتراض من حيث الجملة (مقدمة فتح الباری ص ۳۴۷)

(۲) حد ثنا سليمان بن حرب ثنا محمد بن طلحة عن طلحة عن مصعب بن سعد قال رأى سعد أن له فضلا على من دونه فقال النبي ﷺ هل تصرون وترزقون الا بضغفانكم (رواه البخاری ص ۴۰۵ جلد ۱) قال الدار قطنی هذا مرسل وفي الجزء السادس من حديث أبي محمد بن صاعد من حديث مصعب بن سعد عن أبيه أنه رأى قدرونا في سنن النسائي (مقدمة فتح الباری ص ۳۶۲)

أخبرنا محمد بن ادريس قال ثنا عمرو بن حفص بن غياث عن أبيه عن مسعر عن طلحة بن مصرف عن مصعب بن سعد عن أبيه أنه ظن أن له فضلا على من دونه من أصحاب النبي ﷺ فقال النبي ﷺ انما ينصر الله هذه الأمة بضغيفها بدعوتهم وصلاتهم واخلصهم (رواه النسائي ص ۵۷ جلد ۲)

جب اس نے بلا واسطہ نہیں سنا۔ تو اس صورت میں اس کی وہ روایت منقطع ہوگی کیونکہ جس روایت کی بنا پر وہ اعتراض کر رہے ہیں۔ وہ منقطع ہے یہ اعتراض اس صورت میں ہے کہ جب امام بخاری نے زیادہ رجال والی سند ذکر کی ہو اور کم رجال والی سند ذکر نہ کی ہو۔ جب دونوں سندیں سامنے ہوں تو دیکھیں گے۔ کہ کم رجال والی سند میں کوئی راوی مدلس تو نہیں۔ جس نے واسطہ چھوڑ دیا ہے۔ اگر راوی مدلس نہ ہو راوی مروی عنہ کا زمانہ ایک ہے۔ اور ملاقات بھی ثابت ہے تو پھر وہ سند متصل ہی سمجھی جائے گی۔ اسی طرح اگر واسطہ چھوڑنے والا صحابی ہے۔ تو پھر بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اگر واسطہ چھوڑنے والا راوی مدلس ہے۔ تو دوسری کتب میں اس کا تتبع کریں گے۔ کہ وہاں سماع کی تصریح ہے کہ نہیں۔ اگر سماع کی تصریح نہ ہو تو اعتراض وزنی ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسا بخاری میں شاذ و نادر ہی ہے۔ اگر کہیں ہو تو وہاں متابعات شواہد اور دیگر قرائن صحت کی وجہ سے بخاری اسے ذکر کرتے ہیں۔

النوع الثانی:

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ بخاری و مسلم کے اندر کچھ ایسی احادیث آگئی ہیں۔ جو انہوں نے اپنے شیخ سے نہیں سنیں۔ مکاتبة یا اجازة ذکر کر دی ہیں۔ (۱) اعتراض یہ ہے کہ یہ احادیث منقطع ہو گئیں؟ اس صورت میں یہ اعتراض ناقابل التفات ہے کیونکہ مکاتبة اور اجازة احادیث بیان کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ کہ اس کو اتصال پر محمول کریں گے یا انقطاع پر محمول ہوں گی۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ اس سند کو

(۱) وربما علل بعض النقاد أحاديث ادعى فيها الانقطاع لكونها غير مسموعة كما في الأحاديث المروية بالمكاتبة والاجازة وهذه لا يلزم منه الانقطاع عند من يسوغ الرواية بالاجازة. قال الدارقطني وأخرجا جميعا حديث موسى بن عقبة عن أبي النضر مولى عمر بن عبيد الله قال كتب اليه عبد الله بن أبي أوفى فقرأ ته أن النبي قال لا تمنوا لقاء العدو وإذا لقيتم فاصبروا. قال وأبو النضر لم يسمع من ابن أبي أوفى وإنما رواه عن كتابه فهو حجة في رواية المكاتبة (مقدمة فتح الباری ص ۳۶۱)

اتصال پر محمول کریں گے۔ امام بخاری نے اتصال والے مذہب کو اختیار کیا ہوا ہے۔
اگر کوئی دلائل سے اس کو غلط ثابت کر دے تو ٹھیک ہے۔ لیکن دلائل کوئی نہیں۔

النوع الثالث:

ناقدین کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ایک سند میں ایک راوی ہے۔ دوسری جگہ دوسرا راوی ہے۔ دونوں سندوں کے رجال برابر ہیں۔ جیسے اعرج (۱) اور ابوسلمة (۲) والی سند ہے۔ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اضطراب آگیا۔ حالانکہ بسا اوقات ایسے مقامات پر اعتراض نہیں ہوتا کیونکہ جن دوراویوں کا اختلاف آگیا ہے وہ دونوں عادل ہوں گے۔ ہم پہلے متعادلین ہوں گے یا متقاربین ہوں گے۔ متعادلین ہونے کی صورت میں امام بخاری دونوں کی حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اگر متقاربین والی صورت ہو تو امام بخاری ایک کو ترجیح دیں گے۔ جس کو زیادہ پختہ سمجھیں گے اس کو درج کریں گے۔ (۳) کیونکہ اضطراب کے لئے شرط ہے کہ تطبیق و ترجیح نہ ہو سکے۔ تب اضطراب ہوگا۔

النوع الرابع:

ناقدین کا چوتھا اعتراض یہ ہے کہ ایک راوی ایک لفظ بیان کرنے میں متفرد ہے اس سے اوثق یا اکثر راوی اس لفظ کو بیان نہیں کرتے۔ ایسے مقام پر ناقدین یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ ثقہ راوی کی نسبت اوثق یا اکثر رواۃ کی روایت میں یہ لفظ

(۱) حدثنا يحيى بن بكير عن الليث عن عبد العزيز بن أبي سلمة عن عبد الله بن الفضل عن الأعرج عن أبي هريرة قال بينما يهودى يعرض سلعته أعطى بها شينا كرهه الخ (رواه البخاری ص ۲۸۵ جلد ۱)

(۲) وقال الماجشون عن عبد الله بن الفضل عن أبي سلمة عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال فأكون أول من بعث فإذا موسى أخذ بالعرش (رواه البخاری ص ۱۰۴ جلد ۲).

(۳) وظهر لى أن قول من قال "عن الماجشون عن عبد الله بن الفضل عن الأعرج" أرجح ومن ثم وصلها البخاری وعلق الأخرى (فتح الباری ص ۴۱۴ جلد ۱۳).

نہیں۔ (۱) اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قوی دلائل سے ثابت ہو جائے کہ وہ متفرد لفظ حدیث میں نہیں ہے۔ تو وہ مدرج ہوگا۔ ورنہ اعتراض ختم ہو جائے گا۔ اگر یہ ثابت نہ ہو تو پھر ایک راوی کا ذکر کرنا اور باقی کا ذکر نہ کرنا ضعف نہیں۔ اگر یہ لفظ اوثق کے خلاف ہے تو اس کے شذوذ کا فیصلہ کیا جائے گا۔ مگر ایسی صورت بخاری میں نہیں ہے

النوع الخامس:

بعض راوی اپنے ضعیف شیوخ سے بیان کرتے ہیں۔ اس پر اعتراض یہ آتا ہے کہ مروی عنہ راوی ضعیف ہے۔ (۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں کہیں اس کی متابعت ہوتی ہے خواہ بخاری میں ہو یا کسی دوسری کتاب میں ہو (۳) امام بخاری صرف اس کی ایک سند کی وجہ سے حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے۔ بلکہ من حیث المجموع اس کو صحیح سمجھتے ہیں لہذا اعتراض بے فائدہ ہے۔

النوع السادس:

بعض رواة پر وہم کا اعتراض ہوتا ہے۔ لیکن امام بخاری ایسے راوی کی حدیث

(۱) أخرجا جميعا حديث قتادة عن النضر بن أنس عن بشير بن نهيك عن أبي هريرة من أعتق شقيصا وذكر فيه الاستسعاء من حديث ابن أبي عروبة وجريير بن حازم وقد روى هذا الحديث شعبة وهشام وهما أثبت الناس في قتادة فلم يذكر في الحديث الاستسعاء ووافقهما همام وفصل الاستسعاء من الحديث فجعله من رأى قتادة لا من رواية أبي هريرة (مقدمة فتح الباری ص ۳۶۱)

(۲) حدثنا علي بن عبد الله بن جعفر ثنا معن بن عيسى ثنا أبي بن عباس بن سهل عن أبيه عن جده قال كان للنبي ﷺ في حائطنا فرس يقال له اللحييف (رواه البخاری ص ۴۰۰ جلد ۱) قال وأبى هذا ضعيف (مقدمة فتح الباری ص ۳۶۲) وقد تابعه عليه أخوه عبد المهيم بن العباس، وروى له الترمذی وابن ماجه (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۹) وأخرج البخاری حديث اسمعيل بن أبي أويس عن مالك عن زيد بن أسلم أن عمر استعمل مولی له يدعى هنيا على الخمس بطوله قال واسماعيل ضعيف (مقدمة فتح الباری ص ۳۶۳)

(۳) لم يتفرد به (اسماعيل) بل تابعه عليه معن بن عيسى فرواه عن مالك كرواية اسماعيل سواء والله اعلم (مقدمة فتح الباری ص ۳۶۳).

لاتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کسی راوی کو وہم ہو جانے سے لازم نہیں آتا کہ ہر وقت اسے وہم لاحق رہتا ہے بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث میں اس کو وہم ہوا ہے کہ نہیں؟ اگر مذکورہ حدیث میں وہم ثابت ہو جائے تو اعتراض ہوگا۔ ورنہ کسی وقت کسی وجہ سے کسی دوسری حدیث میں وہم کو لے کر اعتراض نہیں کیا جاسکتا پھر ایک لفظ میں وہم ہو جانے سے پوری حدیث کا ضعف لازم نہیں آتا۔

النوع السابع:

حدیث کے متن کے الفاظ مختلف ہو گئے۔ ایک جگہ کچھ الفاظ ہیں دوسری جگہ الفاظ دوسرے ہیں جیسے جابر کی اشتراء جمل سے متعلق حدیث ہے۔ (۱) تو ان الفاظ پر اعتراض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تطبیق یا ترجیح ہو سکتی ہے۔ پھر دارقطنی نے جن پر تنقید کی ہے۔ ان میں اس اعتراض کو شامل نہیں کیا۔ (۲)

یہ سات قسم کے اعتراضات تھے۔ جن کے قدرے تفصیلی جواب بھی ہو گئے ان جوابات سے جو بات سمجھ آتی ہے کہ بخاری کے اندر اکثر صحیح احادیث ایسی ہیں جن پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن کچھ ایسی صحیح احادیث ہیں۔ جن پر اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے جواب بھی موجود ہیں۔ تو دراصل یہ اعتراض امام بخاری کی ذات پر ہیں کہ انہوں نے اس سند یا لفظ کو کیوں اختیار کیا؟ دوسری کو کیوں نہیں لیا؟ باقی بخاری میں درج شدہ حدیث پر نہیں۔

مکمل تفصیلی جوابات ان ان مقامات پر ذکر کئے جائیں گے۔ جن جن مقامات پر

(۱) من ذلك حديث جابر في قصة الجمل وحديثه في وفاة دين أبيه وحديث رافع بن خديج في المخابرة وحديث أبي هريرة في قصة ذي اليمين وحديث سهل بن سعد في قصة الواهة نفسها وحديث أنس في افتتاح القراءة بالحمد لله رب العالمين وحديث ابن عباس في قصة السائلة عن نذر أمها وأختها (مقدمة فتح الباري ص ۳۲۸)

(۲) أن الدار قطنی وغیره من أئمة النقد لم يتعرضوا لاستيفاء ذلك من الكتابين كما تعرضوا لذلك في الاسناد (مقدمة فتح الباري ص ۳۲۸)

کتاب کے اندر وہ منقذ علیہ احادیث مذکور ہوں گی۔ ان شاء اللہ تبارک و تعالیٰ

منقذ علیہ روایۃ بخاری اور ان کے جوابات

بخاری کے اندر منقذ علیہ روایۃ پر اعتراضات کے سر دست دو جواب دیں گے ایک اجمالی جواب ہوگا۔ دوسرا قدرے تفصیلی ہوگا۔ اور تیسرا مکمل تفصیلی جواب کتاب میں اپنے مقام پر آئے گا۔

بخاری کے منقذ علیہ بالضعف روایۃ ۸۰ ہیں اور مسلم کے ۱۶۰ ہیں (۱) منقذ علیہ روایۃ مسندات، یا معلقات یا شواہد یا متابعات میں ہوں گے۔ جو روایۃ مسندات میں ہوں گے۔ وہ ثقہ ہیں۔ تب ہی امام بخاری ان سے روایت لے رہے ہیں۔ جو راوی متابعات وغیرہ میں ہیں۔ ان میں ہر راوی صادق ہے۔ صرف ان کے ضبط پر اعتراض کیا گیا ہے باقی وہ بھی صاحب الصدق ہیں۔ خواہ وہ بخاری کے شواہد ہی میں کیوں نہ ہو۔ وہ ضرور صادق ہو گا اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی لئے ابوالحسن مقدسی فرماتے ہیں کہ جس راوی کی حدیث صحیح میں آجائے تو سمجھ لو جاز القنطرة کہ وہ پل عبور کر گیا ہے (۲) اب اس پر قطعی جرح نہیں ہو سکتی۔ ابوالفتح قشیری بھی ابوالحسن کی تائید کر رہے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں وہ کذا نعتقد کہ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے (۳) اور حافظ ابن حجر اس کی تصدیق کر رہے ہیں کہ وہ راوی سچا سمجھا جائے گا۔ اس کے ضبط اور عقیدہ کے متعلق اعتراض ہو سکتا

(۱) ان الذی انفرد البخاری بالاخراج لہم دون مسلم أربع مائة وبضع وثلاثون رجلا المتکلم فیہ بالضعف منهم ثمانون رجلا والذین انفرد مسلم بالاخراج لہم دون البخاری ستمائة وعشرون رجلا المتکلم فیہ بالضعف منهم مائة وستون رجلا (مقدمة فتح الباری ص ۱۱)

(۲) قد کان الشیخ أبو الحسن المقدسی یقول فی الرجل الذی یخرج عنہ فی الصحیح هذا جاز القنطرة یعنی بذلک أنه لا یلتفت الی ما قبل فیہ (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴)

(۳) قال الشیخ أبو الفتح القشیری فی مختصرہ وھکذا نعتقد وبہ نقول ولا نخرج منہ الا بحجة ظاهرة و بیان شاف یرید فی غلبۃ الظن علی المعنی الذی قد مناه من اتفاق الناس بعد الشیخین علی تسمیة کتابیہما بالصحیحین ومن لوازم ذلک تعدیل روا تھما (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴)

ہے۔ لیکن سچائی کے متعلق کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ جو راوی بخاری میں آجائے گا تو یہ اس کی توثیق و تعدیل ہے اب اگر کوئی اس راوی پر جرح کرے۔ تو گویا امام بخاری کی تعدیل کا تعارض کر رہا ہے اصول حدیث کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ ایک طرف تعدیل ہو۔ اس کے مقابلے میں جرح آجائے تو جرح کا سبب تلاش کیا جائے گا۔ کیونکہ اسباب جرح مختلف ہیں بعض ناقدین ایسا سبب لے کر جرح کرتے ہیں جو اصل میں جرح کا سبب ہی نہیں ہوتا۔ تو گویا جرح کرنا ہی ختم ہو گیا۔ اگر واقعی وہ سبب جرح ہے تو اس کے کئی جواب ہیں بخاری کے اکثر راوی ایسے ہیں کہ ان پر جو اسباب جرح بیان کئے گئے ہیں۔ وہ حقیقت میں سبب جرح ہی نہیں۔ تو باقی چند ایک اسباب جرح رہ جاتے ہیں۔ جن کا مدار چھ اسباب پر ہے۔

۱۔ جہالت ۲۔ غلط ۳۔ انقطاع ۴۔ ارسال ۵۔ بدعت ۶۔ مخالفت

اسباب جرح

نمبر ۱۔ جہالت:

جہالت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ جہالت عمیۃ ۲۔ جہالت حالیۃ۔

جہالت عمیۃ تو بخاری کے کسی راوی میں نہیں۔ سب کے سب راوی معروف العین ہیں اور دوسری قسم جہالت حالیۃ بھی بخاری کے کسی راوی میں نہیں۔ اس لئے کہ امام بخاری جس راوی کی حدیث اپنی صحیح میں لائیں گے۔ تو وہ امام بخاری کے نزدیک معروف ہے۔ تب ہی تو اس کی روایت لے کر آئیں گے۔ (۱) تو امام بخاری ایک

(۱) جہالة الحال فمنذفة عن جميع من أخرج لهم في الصحيح لأن شرط الصحيح أن يكون راوية معروفًا بالعدالة فمن زعم أن أحدا منهم مجهول فكأنه نازع المصنف في دعواه أنه معروف ولا شك أن المدعى لمعرفته مقدم على من يدعى عدم معرفته لما مع المشبه من زيادة العلم ومع ذلك فلا تجد في رجال الصحيح أحدا ممن يسوغ إطلاق اسم الجهالة عليه أصلا (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴)

راوی کو معروف قرار دیں اور دوسرے مجہول قرار دیں۔ تو اس مسئلہ میں امام بخاری کی بات معتبر ہوگی کیونکہ امام بخاری علم کی بات کر رہے ہیں۔ دوسروں کو اس کے بارے میں لاعلمی ہے۔ امام بخاری کو اس کی حالت کا علم ہے۔ دوسروں کو اس کی حالت کا علم نہیں تو ایسے راوی پر اعتراض کیسے کیا جائے گا؟ بلکہ یہ اعتراض خود بخود ہی ختم ہو جائے گا کیونکہ من علم حجة علی من لم يعلم۔

نمبر ۲۔ غلط:

غلط کی صورت میں دیکھیں گے کہ یہ راوی کثیر الغلط ہے یا قلیل الغلط ہے اگر وہ راوی کثیر الغلط ہو تو دیکھیں گے کہ اس کی متابعت موجود ہے یا کہ نہیں؟ اگر متابعت مل جائے۔ تو پھر دیکھیں گے کہ امام بخاری نے مجموعی لحاظ سے حکم لگایا ہے۔ یا اس کا خیال نہیں رکھا۔ اگر راوی کثیر الغلط ہو اور متابعت بھی نہ ملے اور اس راوی کی حدیث بخاری میں موجود ہو۔ ایسے کبھی نہیں ہوتا۔ لہذا بخاری کے اندر کثیر الغلط راوی والا اعتراض ختم ہو گیا۔ (۱) اگر راوی قلیل الغلط ہے۔ (۲) تو پھر دیکھا جائے گا کہ اس کی متابعت ملتی ہے کہ نہیں؟ اگر متابعت مل جائے تو اعتراض ختم ہو جائے گا۔ اگر متابعت نہ ہو اور راوی قلیل الغلط ہو۔ تو پھر دیکھیں گے کہ وہ راوی جو خاص حدیث بیان کر رہا ہے اس کے اندر بھی اس نے کوئی غلطی کی ہوئی ہے کہ نہیں۔ اگر خاص حدیث میں اس کی غلطی نہیں ملی تو اعتراض ختم ہو جائے گا۔ اگر اس نے خاص حدیث میں غلطی کی ہوئی ہے

(۱) أما الغلط فتارة يكثر من الراوى وتارة يقل فحيث يوصف بكونه كثير الغلط ينظر فيما أخرج له ان وجد مرويا عنده أو عند غيره من رواية غير هذا الموصوف بالغلط علم أن المعتمد أصل الحديث لا خصوص هذه الطريق وان لم يوجد الا من طريقة فهذا إقادح يوجب التوقف عن الحكم بصحة ما هذا سبيله وليس في الصحيح بحمد الله من ذلك شيء (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۳)

(۲) حيث يوصف بقلة الغلط كما يقال سيء الحفظ أوله أو هام أوله مناكير وغير ذلك من العبارات فالحكم فيه كالحكم في الذي قبله الا أن الرواية عن هؤلاء في المتابعات أكثر منها عند المصنف من الرواية عن أولئك (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۳)

تو ایسی صورت بخاری میں کہیں بھی نہیں لہذا یہ اعتراض بھی ختم ہو گیا۔

نمبر ۳۔ انقطاع بوجہ تدلیس: (۱)

ایسی صورت میں وہاں دیکھیں گے کہ مدلس راوی کے سماع کی تصریح ہے کہ نہیں؟ تو امام بخاری صرف ایسے راوی کی حدیث لاتے ہیں۔ جس کا سماع ثابت ہو۔ ہم جانیں خواہ نہ جانیں کیونکہ اتصال بخاری کی شرط ہے۔

نمبر ۴۔ انقطاع بوجہ ارسال:

ارسال کی صورت میں دیکھیں گے کہ اس کی کوئی سند متصل ہے کہ نہیں۔ اگر سند متصل مل جائے۔ تو اعتراض ختم ہو جائے گا۔ اگر متصل سند نہ ملے۔ تو اعتراض ہوگا لیکن بخاری میں ایسی صورت نہیں الا فی غیر المقاصد

نمبر ۵۔ بدعت:

بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ بدعت مکفرہ ۲۔ بدعت مفسقہ

پہلی قسم یعنی بدعت مکفرہ (۲)

جیسے غلو فی الرضا یعنی غالی رافضی ہو۔ جو حضرت علی کو خدا سمجھے۔ پھر حضرت علی کو یہ سمجھے کہ وہ دنیا میں واپس آئیں گے۔ کوئی ایسا راوی جس میں یہ بدعت مکفرہ پائی جاتی ہو اس کی حدیث بخاری میں نہیں۔ لہذا ایسے راوی پر بخاری میں اعتراض ختم ہو گیا

(۱) دعوی الانقطاع فمدفوعة عن أخرج لهم البخاری لما علم من شرطه ومع ذلك فحكم من ذكر من رجاله بتدليس أو ارسال أن تسبر أحاديثهم الموجودة عنده بالنعنة فان وجد التصريح بالسماع فيها اندفع الاعتراض والا فلا (مقدمة ص ۳۸۵)

(۲) المكفر بهالا بد أن يكون ذلك التكفير متفقا عليه من قواعد جميع الأئمة كما في غلاة الروافض من دعوى بعضهم حلول الإلهية في علي أو غيره أو الإيمان برجوعه الى الدنيا قبل يوم القيمة أو غير ذلك. وليس في الصحيح من حديث هؤلاء شيء البتة (مقدمة فتح الباری

دوسری قسم یعنی بدعت مفسقہ

بدعت مفسقہ ہے۔ (۱) یعنی جس سے انسان فاسق بن جاتا ہے۔ اس کے متعلق اختلاف ہے کہ اس کی حدیث مقبول ہوگی یا مردود ہوگی ایک مذہب کے مطابق مردود ہے۔ دوسرے کے مطابق مقبول ہے۔ اور تیسرے کے مطابق اگر فاسق داعیہ ہو تو مردود ہے۔ اگر داعیہ نہیں تو مقبول ہے۔ حافظ ابن حجر اس آخری قول کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ یہ قول سب سے بہتر ہے کہ اگر فاسق داعیہ ہے تو حدیث مردود ہے اگر داعیہ نہیں تو مقبول ہے داعیہ کا مطلب مذہب کی طرف دعوت دینے والا نہیں بلکہ مظہر البدعہ ہے۔ کہ بدعت پر عمل جہرا کرے۔ اس کی بدعت واضح ہو یہ معنی ابوالولید باجی نے کیا ہے۔ جس راوی کی بدعت واضح نہ ہو۔ تو اس کی حدیث مقبول ہوگی۔

نمبر ۶۔ مخالفت:

اس سے شدوذ و نکارت جیسے نقائص پیدا ہوتے ہیں (۲) اور ظاہر ہے کہ بخاری

(۱) المفسق بها كبدع الخوارج والروافض الذين لا يغفلون ذلك الغلو وغير هؤلاء من الطوائف المخالفين لأصول السنة خلافا ظاهرا لكنه مستند الى تاويل ظاهره سائق فقد اختلف أهل السنة في قبول حدیث من هذا سبيله اذا كان معروفا بالتحرز من الكذب مشهورا بالسلامة من خوارم المرؤة موصوفا بالديانة والعبادة فقيل يقبل مطلقا وقيل يرد مطلقا والثالث التفضيل بين أن يكون داعية أو غير داعية فيقبل غير داعية ويرد حدیث الداعية وهذا المذهب هو الأعدل وصارت اليه طوائف من الأئمة وادعى ابن حبان اجماع أهل النقل عليه لكن في دعوى ذلك نظر ثم اختلف القائلون بهذا التفضيل فبعضهم أطلق ذلك وبعضهم زاده تفصيلا فقال ان اشتملت رواية غير الداعية على ما يشيد بدعته ويزينه ويحسنه ظاهرا فلا تقبل وان لم تشتمل وطرده بعضهم هذا التفصيل بعينه في عكسه في حق الداعية فقال ان اشتملت روايته على ما يرد بدعته قبل والا فلا وعلى هذا اذا اشتملت رواية المبتدع سواء كان داعية أم لم يكن على ما لا تعلق له بدعته أصلا هل ترد مطلقا أو تقبل مطلقا (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۵)۔ (۲) المخالفة وینشاء عنها الشذوذ و النکارۃ فاذا روى الصابط والصلوق شيئا فرواه من هو أ حفظ منه أو أكثر عدد بخلاف ما روى بحيث يعذر الجمع على قواعد المحللين فهذا شاذ وقد تشد المخالفة أو يضعف الحفظ فيحكم على ما يخالف فيه بكونه منكر وهذا ليس في الصحيح منه الا نزر يسير (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴)۔

کی شرط ہے صحیح حدیث کو لانا جس سے خود بخود شذوذ و نکارت کی نفی ہو جاتی ہے۔

رجال بخاری پر حسد کی وجہ سے معاصرین نے کچھ اعتراضات کئے ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ بعض نے جرح کی ہے جن کو جرح کرنے کا طریقہ اور سلیقہ ہی نہیں آتا۔ لہذا معاصرین کا اعتراض ناقابل التفات ہوگا۔ پھر بعض متأخرین نے رواۃ بخاری پر جرح کی ہے جو امام بخاری کے معاصرین ہی نہیں۔ لہذا ان کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ چنانچہ رجال بخاری پر تمام اعتراضات کے معقول جواب ہیں۔ جن سے رواۃ بخاری پر اعتراضات ختم ہو جاتے ہیں۔

احادیث بخاری کی تعداد

حافظ ابن الصلاح علوم الحدیث میں لکھتے ہیں۔ کہ صحیح بخاری میں احادیث کی تعداد بشمول مکررات سات ہزار دو سو پچھتر ۷۲۷۵ ہے۔ (۱) اور مکررات کے بغیر تقریباً چار ہزار ہے۔ امام نووی نے علوم الحدیث کے اختصار میں اسی تعداد کو درج کیا ہے گویا امام نووی حافظ ابن الصلاح کے مؤید ہیں۔ (۲) اسی طرح دیگر علماء کرام اسی تعداد کو بیان کرتے ہیں۔ مگر حافظ ابن حجر اس تعداد پر کڑی تنقید کرتے ہیں کہ مکررات سمیت اور بلا تکرار احادیث کی تعداد دونوں صحیح نہیں۔ یہ تعداد اس لئے صحیح نہیں کہ جو تعداد اوپر ذکر کی کی جا رہی ہے وہ صرف مسندات کی شمار کی جائے۔ جس طرح امام نووی نے شرح بخاری میں لکھا ہے۔ کہ یہ تعداد صرف مسندات کی ہے۔ حقیقت میں مکررات سمیت مسندات کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ اور مکررات کے بغیر تعداد چار ہزار

(۱) وجملہ ما فی کتابہ الصحیح سبعة آلاف ومائتان وخمسة وسبعون حدیثاً بالأحادیث المکررة وقد قیل انها باسقاط المکررة أربعة آلاف الا أن هذه العبارة قد یندرج تحتها عندهم آثار الصحابة والتابعین (مقدمة ابن الصلاح ص ۱۰)

(۲) عدد احادیث صحیح البخاری سبعة آلاف ومائتان وخمسة وسبعون بالأحادیث المکررة قال وقیل: انها باسقاط المکررة أربعة آلاف هكذا أطلق ابن الصلاح وتبعه الشيخ محی الدین النووی فی مختصره (مقدمة فتح الباری ص ۲۶۵)

سے بھی کم ہو جائے گی۔ اگر موقوفات اور تعلقات کو شامل کر لیا جائے تو تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ علماء محنت نہیں کرتے۔ پہلے علماء کی بات ہی ذکر کر دیتے ہیں۔ (۱) چنانچہ کتاب جواب المتعنت کے مصنف ابوالفضل بن طاہر نے احادیث کو شمار کیا ہے۔ انہوں نے جواب المتعنت میں بخاری کی جن احادیث کو شمار کیا ہے۔ اس میں کسی باب کی احادیث زیادہ ہیں لیکن کم درج ہو گئیں اسی کو امام نووی ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح امام نووی سے بھی غلطی سرزد ہو گئی۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ہر باب اور ہر کتاب کی الگ الگ احادیث شمار کی ہیں اس کے بعد کل تعداد بیان کی ہے۔ ان کے بیان کے مطابق احادیث بخاری کی تعداد حسب ذیل ہے۔

مسندات مکررات سمیت کل احادیث کی تعداد سات ہزار تین سو ستانوے ہے ۷۳۹۷ (۲) اس طرح علوم الحدیث کی بیان کردہ تعداد سے ایک سو بائیس احادیث کا فرق ہو گیا (۷۳۹۷-۷۲۷۵:۱۲۲) حافظ ابن حجر کے قول کے مطابق تعلقات کی تعداد تکرار سمیت ایک ہزار تین سو اکتالیس ہے۔ (۳) اگر تعلقات سے مکررات کو نکال دیا جائے تو تعلقات بلا تکرار کی تعداد ایک سو انسٹھ رہ جاتی ہے۔ اگر متابعات اور تنبیہات علی اختلاف الروایات کو شمار کیا جائے تو مکررات سمیت ان کی

(۱) ان كثيرا من المحدثين وغيرهم يسترو حون بنقل كلام من يتقدمهم مقلدين له ويكون الأول ما أتقن ولا حرر بل يتبعونه تحسينا للظن به والاتقان (مقدمة فتح الباری ص ۴۶۵)۔

(۲) فجميع أحاديثه بالمكرر سوى المعلقة والمتابعات على ما حررته وأتقنته سبعة آلاف وثلاثمائة وسبعة وتسعون حديثا فقد زاد على ما ذكره مائة حديث واثان وعشرون حديثا على أننى لا أدعى العصمة ولا السلامة من السهو ولكن هذا جهد من لا جهد له. والله الموفق (مقدمة فتح الباری ص ۴۶۸)۔

(۳) فجملة ما فى الكتاب من التعاليق ألف وثلاثمائة واحد وأربعون حديثا (مقدمة فتح الباری ص ۴۶۹)۔

تعداد تین سو چوالیس ہے۔ (۱) اور موقوفات کی تعداد ایک ہزار چھ سو آٹھ ہے۔ تو اس طرح مکررات سمیت مسندات، معلقات اور متابعات کی تعداد نو ہزار بیاسی ہے (۲) (۷۳۹۷ + ۱۳۳۱ + ۳۳۳ + ۹۰۸۲) اور اگر موقوفات کو بھی ان میں جمع کر لیا جائے تو تعداد دس ہزار چھ سو نوے ہو جائے گی (۹۰۸۲ + ۱۶۰۸ + ۱۰۶۹۰) اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نووی اور ابن الصلاح کی تعداد درست نہیں۔

حافظ ابن حجر کے قول کے مطابق بلا تکرار مسندات کی تعداد دو ہزار چھ سو دو ہے (۳) چنانچہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں ہر صحابی کی بلا تکرار احادیث کو شمار کیا ہے (۴) وہ تعداد دو ہزار چھ سو دو ہے۔ حافظ ابن الصلاح اور امام نووی نے مسندات بلا تکرار کی جو تعداد بیان کی ہے۔ وہ تقریباً چار ہزار ہے۔ اس طرح دونوں کی گنتی میں تقریباً تیرہ سو اٹھانوے احادیث کا فرق ہو گیا۔ حافظ ابن حجر اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک حدیث ایک مقام پر مختصر اور دوسرے مقام پر مطول آگئی۔ تو اس کو انہوں نے دو حدیثیں شمار کر لیا۔ اس طرح احادیث کی تعداد بڑھ گئی۔ ورنہ حقیقت میں تعداد کم ہے۔ اور اگر معلقات بلا تکرار کو مسندات کے ساتھ شمار کیا جائے تو کل تعداد دو ہزار سات سو اٹھ ہوگی (۲۶۰۲ + ۱۵۹: ۶۱: ۲۷) پھر بھی یہ تعداد چار ہزار کو نہیں پہنچتی۔

بعض لوگ حافظ ابن حجر پر سخت اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث کی تعداد میں ان کا اپنا حال یہ ہے۔ کہ بلا تکرار مسندات اور معلقات میں ان کے تین قول ہو گئے ہیں

(۱) وجملة ما فيه من المتابعات والتنبيه على اختلاف الروايات ثلث مائة وأربعة وأربعون حديثاً (مقدمة فتح الباری ص ۳۶۹)

(۲) فجميع ما في الكتاب على هذا بالمكرر تسعة آلاف واثان وثمانون حديثاً وهذه العدة خارج عن الموقوفات على الصحابة والمقطوعات عن التابعين فمن بعدهم (مقدمة فتح الباری ص ۳۶۹)۔

(۳) فجميع ما في الصحيح البخاری من المتون الموصولة بلا تكرير على التحرير ألفاً وثمانون حديثاً (مقدمة فتح الباری ص ۳۷۷)

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۳۷۷، ۳۷۶

ایک قول یہ ہے کہ بلا تکرار مسندات اور معلقات کی تعداد دو ہزار سات سو اکتھ ہے (۱) مسندات دو ہزار چھ سو دو ہیں (۲) اور معلقات ایک سو اکتھ ہیں (۳) دوسرا قول جو مقدمہ فتح الباری کے ایک نسخہ میں لکھا ہوا ہے۔ کہ مسندات بلا تکرار کی تعداد دو ہزار چار سو چونتھ ہے اگر معلقات کو ساتھ ملا لیا جائے تو کل تعداد دو ہزار چھ سو تیس ہے۔ (۲۶۲۳: ۱۵۹ + ۲۳۶۳) حافظ ابن حجر کا تیسرا قول جو فتح الباری کے آخر میں ہے کہ بخاری میں بلا تکرار مسندات اور معلقات کی تعداد دو ہزار پانچ سو تیرہ (۲۵۱۳) ہے (۴) اب پہلے اور تیسرے قول میں دو سو اڑتالیس احادیث کا فرق ہے (۲۷۶۱ - ۲۵۱۳: ۲۲۸) دوسرے اور تیسرے قول میں ایک سو دس احادیث کا فرق ہے (۲۶۲۲ - ۲۵۱۳: ۱۱۰) دوسرے اور پہلے قول میں ایک سو اڑتیس کا فرق ہے (۲۷۶۱ - ۲۶۲۳: ۱۳۸) اس اعتراض کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے۔ کہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ میں جو اعداد شمار کئے ہیں وہ تعداد ہر صحابی کی الگ الگ احادیث شمار کرنے کے بعد بیان کی ہے ایک حدیث بخاری میں دو تین مقامات پر آگئی۔ تو اس کو ایک شمار کیا ہے۔ اگر اس حدیث کے دو الگ الگ راوی ہیں۔ تو راوی کے لحاظ سے ایک حدیث کو دو مرتبہ شمار کیا گیا یہ تعداد با تکرار اور بلا تکرار بھی ہے۔ دوسری مرتبہ جب اس قسم کے تکرار کو نکالا۔ تو تعداد دو ہزار چھ سو تیس ہوگئی۔ لیکن پھر بھی سمجھا کہ ابھی تکرار باقی ہے تو تحقیق کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جب فتح الباری کے آخر تک پہنچے۔ تو بلا تکرار احادیث کی تعداد دو ہزار پانچ سو تیرہ رہ گئی۔ گویا اقوال تعداد کا تعارض مختلف اوقات کی وجہ سے ہے۔ فیض الباری کے حاشیہ پر لکھا ہوا

(۱) فجميع ذلك ألفا حديث وسبع مائة واحد وستون حديثا (مقدمة فتح الباری ص ۴۷۷)

(۲) فجميع ما في الصحيح البخاری من المتن الموصولة بلا تكرير على التحرير ألفا

حديث وستمائة حديث و حديثان (مقدمة فتح الباری ص ۴۷۷)

(۳) من المتن المعلقة المرفوعة التي لم يوصلها في موضع آخر من الجامع المذكور مائة

وتسعة وخمسون حديثا (مقدمة فتح الباری ص ۴۷۷)

(۴) وجميع ما فيه موصولا ومعلقا بغير تكرار ألفا حديث وخمس مائة حديث وثلاثة عشر

حديثا (فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۴۳).

ہے کہ مقدمہ میں جو تعداد بیان کی ہے وہ صحیح ہے۔ (۱) فتح الباری کے آخر والی تعداد درست نہیں۔ اس لئے کہ مقدمہ والی تعداد میں احتیاط زیادہ ہے۔ (۲) مولانا احمد علی سہارنپوری نے اس بات کا خیال نہیں رکھا۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ فتح الباری کے آخر والی تعداد زیادہ درست ہے۔

فائدہ:

مولانا احمد علی سہارنپوری محشی بخاری لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے وہی تعداد بیان کی ہے جو امام نووی نے لکھی ہے۔ اس پر مولانا نور شاہ صاحب نے تعاقب کیا پھر کہا کہ مولانا احمد علی صاحب دونوں اقوال میں تطبیق دینے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ یہ تطبیق دینا درست نہیں کیونکہ حافظ بن حجر تو امام نووی کی غلطی نکال رہے ہیں (۳) مولانا نور شاہ صاحب نے مولانا احمد علی صاحب کی جو غلطی نکالی ہے کہ وہ تطبیق دے رہے ہیں۔ اصل میں غلطی یہ نہیں۔ بلکہ احمد علی صاحب کی غلطی یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کو امام نووی کا مؤید بنا رہے ہیں۔

نتیجہ:

بہر حال اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے احادیث کی تعداد شمار کرنے میں بڑی احتیاط کی ہے۔ مگر جو تعداد بیان کی ہے۔ اس سے تعداد حقیقت اور

(۱) والذی یظہر من التفصیل الآتی أن الصحیح ما فی مقدمة الفتح وهو تعالی أعلم (فیض الباری جلد ۱ ص ۳۹)۔

(۲) والصواب کما فی المقدمة وما فی شرحه فهو سهو من الناسخ (مقدمة فیض الباری ص ۳۹)

(۳) قال الحافظ فی المقدمة: ان العدد الذی ذکره النووی لأحدیث البخاری لیس بصواب ثم ذکر ما هو الصواب عنده تفصیلاً وتصدی مولانا أحمد علی السہارنپوری رضی اللہ عنہ محشی البخاری. الی صورة التوفیق بینہما وهو عندی من باب توجیہ القائل بما لا یرضی به قائله. ان الحافظ رد بنفسه علی النووی رضی اللہ عنہ فكیف یمکن أن لا یکون بینہما

خلاف (مقدمة فیض الباری ص ۳۹)

واقع میں زیادہ ہے۔ موجودہ وقت میں محمد فؤاد مصری نے بخاری کی مسند احادیث پر نمبر لگائے ہیں۔ آخری حدیث کا نمبر سات ہزار پانچ سو تریسٹھ ہے (۷۶۳) حافظ ابن حجر کی تعداد اس سے کم ہے۔ محمد فؤاد والی تعداد زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ مسلسل نمبر لگا رہے ہیں۔ تکرار سمیت مسندات کی تعداد سات ہزار پانچ سو تریسٹھ ہے (۷۶۳)۔ (۱) اگر مسندات معلقات، تنبیہات اور موقوفات کی تعداد شمار کی جائے تو مجموعہ دس ہزار آٹھ سو چھپن بنتا ہے (۷۶۳ + ۱۳۴۱ + ۳۴۴ + ۱۶۰۸ + ۱۰۸۵۶) انتہائی کوشش کے بعد یہ تعداد معلوم ہوئی ہے۔ پھر بھی غلطی کا امکان موجود ہے۔

کتاب بخاری کے نسخے

بیان کیا جاتا ہے کہ امام بخاری کی کتاب الجامع الصحیح المسند کونوے ہزار آدمیوں نے سنا ہے۔ (۲) مگر جو نسخے ہم تک بسند متصل ان کے شاگردوں کی وساطت سے پہنچتے ہیں وہ چار ہیں۔

نسخہ اول حافظ فربری کا نسخہ:

ان کا نام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر فربری ہے ۳۲۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ انہوں نے کتاب بخاری کو امام بخاری سے دو مرتبہ سنا ہے ایک مرتبہ بخارا میں اور دوسری مرتبہ فربر میں سنا۔ فربر میں امام بخاری سے ۲۴۸ ھ میں الجامع الصحیح کو سنا۔ اور ۲۵۲ ہجری میں بخارا میں سنا (۳) فربری والا نسخہ باقی تینوں نسخوں سے زیادہ شہرت یافتہ ہے۔ فربری سے آگے اس نسخہ کو نقل کرنے والے نو افراد ہیں۔ ان نو آدمیوں میں سے تین ابوالفتح ابراہیم بن احمد مستملی ابو محمد عبد اللہ بن احمد سرخسی اور ابوالحیثم محمد بن مکی کشمیری مشہور ہیں۔ ان تینوں کے آگے

(۱) فتح الباری جلد ۱۳ ص ۵۳۷ آخری حدیث کا نمبر ۷۶۳ ہے۔

(۲) ذکر الفربری انه سمع منه تسعون ألفا (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۱)

(۳) فتح الباری ج ۱ ص ۵

بیان کرنے والے بزرگ ابو ذر عبد اللہ بن احمد ہروی ہیں اس نسخہ کا نام نسخہ ابی ذر ہے فربری سے اس نسخہ کو نقل کرنے والے ۹ آدمی ہیں۔ ان سے آگے اس نسخہ کو سترہ آدمی نقل کرتے ہیں۔ اگر شاگردوں کے لحاظ سے نسخوں کا اعتبار کیا جائے تو یہ فربری والا نسخہ سب سے زیادہ معتبر ہے۔ فربری کے شاگردوں کے شاگردوں کے سترہ نسخے ہو جائیں گے۔ ان سترہ میں سے ابو ذر والا نسخہ زیادہ قابل اعتبار ہے۔

نسخہ ثانیہ حافظ نسفی کا نسخہ:

ان کا نام ابراہیم بن معقل بن حجاج نسفی ہے۔ (۱) یہ امام بخاری کے شاگرد ہیں ۲۹۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ (۲) انہوں نے جامع بخاری کو امام بخاری سے براہ راست سنا ہے۔ ابو علی جیبانی اپنی کتاب تقييد المہمل میں لکھتے ہیں کہ حافظ نسفی نے ساری کتاب امام بخاری سے نہیں سنی۔ چند اوراق رہ گئے تھے وہ اوراق امام بخاری سے اجازہ نقل کرتے ہیں۔ (۳) اس طرح یہ معمولی سا نقص رہ گیا فربری نے تمام کتاب امام بخاری سے سنی ہے۔ تو فربری کا نسخہ زیادہ عمدہ ہے۔ ابراہیم بن معقل کے متعلق مشہور ہے کہ یہ بزرگ حنفی تھے۔ ان کے آگے ہمیں یہ نسخہ صرف ایک شاگرد کے واسطے سے پہنچ رہا ہے۔ اس کے برعکس فربری سے آگے نو آدمی نقل کرتے ہیں اس وجہ سے حافظ نسفی کے اس نسخہ کو وہ شہرت حاصل نہ ہو سکی جو نسخہ فربری کو ہوئی۔

نسخہ ثالثہ حافظ نسوی کا نسخہ:

ان کا نام حماد بن شا کر نسوی ہے۔ انہوں نے بھی کتاب بخاری کو امام بخاری سے براہ راست سنا ہے۔ لیکن کچھ مقامات کی سماعت ان سے بھی رہ گئی۔ ان کی وفات تقریباً ۲۹۰ ہجری میں ہوئی۔ (۴) ان کے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بزرگ حنفی تھے

(۱) ابراہیم بن معقل النسفی (مقدمة الباری ص ۴۹۱)

(۳) فتح الباری جلد ۱ ص ۵

(۲) فتح الباری جلد ۱ ص ۵

(۴) فتح الباری جلد ۱ ص ۵

ان سے آگے اس نسخہ کو بیان کرنے والا صرف ایک شخص ہے۔ تو فربری کے نسخہ کی نسبت حماد بن شا کر کے نسخہ کو بھی وہ شہرت حاصل نہ ہو سکی جو نسخہ فربری کو حاصل ہوئی۔

نسخہ رابعہ حافظ بزدوی کا نسخہ:

ان کا نام ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بن قریمہ بزدوی ہے۔ (۱) حافظ بزدوی ۳۲۹ھ میں فوت ہوئے۔ (۲) امام بخاری کے شاگردوں میں سے آخر میں فوت ہونے والے شاگردوں میں شامل ہیں۔ ان کے نسخہ کو بھی نقل کرنے والا ایک شخص ہے اس وجہ سے اس نسخہ کو بھی وہ شہرت حاصل نہ ہو سکی جو نسخہ فربری کو حاصل ہوئی۔

بعض لوگ حافظ محاملی کا نام لیتے ہیں۔ کہ ان کا بھی بخاری کا نسخہ ہے۔ ان کا نام قاضی حسین بن اسمعیل محاملی ہے۔ امام بخاری جب آخری مرتبہ بغداد گئے تو وہاں حافظ محاملی چند مجلسوں میں شریک ہوئے۔ محاملی کے پاس بخاری کا کوئی نسخہ نہیں تھا صرف امام بخاری کی چند مجلسوں میں شریک ہوئے تھے۔ (۳) لہذا کتاب بخاری کو محاملی کے واسطے سے نقل کرنا دہری غلطی ہے۔ اور حافظ محاملی کے واسطے سے پانچواں نسخہ بنا لینا درست نہیں۔ کیونکہ ان کے پاس بخاری کا کوئی نسخہ نہیں تھا۔

یہ بات تو واضح ہو چکی ہے کہ حافظ ابن حجر نے ابو ذر کے نسخہ کو باقی نسخوں سے زیادہ قابل اعتبار سمجھا ہے۔ مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ (۴) کہ میرے

(۱) اصل لفظ قریمہ بالنون ہے یہ لفظ فتح الباری جلد اول صفحہ ۵ پر حافظ ابن حجر نے خود ضبط کیا ہے مقدمہ فتح الباری ص ۳۹۱ پر بالباء لکھا گیا ہے جو کہ غلط ہے۔

(۳) فتح الباری جلد ۱ ص ۵

(۲) فتح الباری جلد ۱ ص ۵

(۴) اولاً بالاعتبار عندی نسخة الصغانی لأنه یقول انه نقلها من النسخة التي قرأت علی المصنف رحمه الله تعالی لكن الحافظ لا یری فیها مزیة و یعامل معها ما یعامل مع سائر النسخ و أما الآن فینبغی أن یعتمد علی نسخة القسطلانی لأنه اعتمد علی نسخة الحافظ شرف الدین الیونینی جهیذ زمانه و حافظ أنواعه لأن السلطان أراد مرة أن یعرب البخاری و جمع له أفاضل عصره فجاء الیونینی فصصح متون الأحادیث و ابن مالک صاحب الألفية فأعربها قال القسطلانی فوجدت النصف الأول من نسخة الیونینی فاعتمدت علیها فی شرحی (مقدمة فیض الباری ص ۳۷)

نزدیک حافظ شمس الدین صفائی کا نسخہ زیادہ معتبر ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ نسخہ اس نسخہ سے منقول ہے جو نسخہ براہ راست امام بخاری پر پڑھا گیا۔ پھر وہ یہ شکوہ کرتے ہیں کہ حافظ ابن حجر اس نسخہ کو باقی نسخوں سے امتیازی حیثیت نہیں دیتے مگر ان کا یہ شکوہ درست نہیں۔ پھر مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ آج کل جو نسخہ زیادہ صحیح ہے۔ وہ قسطلانی کا نسخہ ہے قسطلانی حافظ ابن حجر کا شاگرد ہے۔ صحیح ہونے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ علامہ یونینی نے سلطان وقت کے حکم سے متن بخاری کی تصحیح کی تھی اس نسخہ سے علامہ قسطلانی نے اپنے نسخہ کی تصحیح کی تھی۔ اس لئے یہ نسخہ زیادہ معتمد ہے۔

بخاری کے نسخوں کے متعلق مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بخاری کے انیس نسخے ہیں۔ (۱) اگر انیس سے مراد امام بخاری کے شاگرد ہوں جو بخاری سے نقل کرنے والے ہیں۔ تو یہ بات غلط ہے اس لئے کہ نقل کرنے والے شاگرد چار ہیں حافظ محاطی کا نسخہ ثابت نہیں۔ اگر ثابت بھی ہو جائے تو صرف پانچ نسخے بنیں گے انیس پھر بھی نہیں بنتے۔ اگر امام بخاری کے کل شاگرد مراد لئے جائیں کہ کل شاگردوں کے نسخے مراد ہیں۔ تو وہ خود ہی فرماتے ہیں کہ امام بخاری سے براہ راست صحیح بخاری کو نوے ہزار شاگردوں نے سنا ہے۔ (۲) پھر بھی انیس والی بات غلط ہے۔ اگر یہ صورت ہو کہ فربری کے شاگردوں کو شمار کیا جائے۔ تو وہ نو ہیں۔ اور دوسرے تین بزدوی، نسوی اور نسفی کو شمار کیا جائے۔ تو یہ کل بارہ ہوں گے۔ اگر فربری کے شاگردوں کے شاگردوں کو شمار کیا جائے۔ تو وہ سترہ ہیں اگر یہ سترہ اور دوسرے تینوں کو شمار کیا جائے تو یہ بیس بنتے ہیں۔ اصل میں شاہ صاحب کو فربری کے شاگردوں کے شاگردوں کو شمار کرنے میں غلطی لگی ہے وہ سترہ ہیں۔ انہوں نے سولہ شمار کیا ہے۔ اس لئے شاہ صاحب کو تھوڑا سا وہم ہو گیا ہے۔

(۱) ونسخه تسعة عشر (مقدمة فیض الباری ص ۳۷)

(۲) وقد سمعه منه تسعون الف رجل (مقدمة فیض الباری ص ۳۷)

جامع بخاری کی کتب اور اس کے ابواب کی تعداد

بیان کیا جاتا ہے کہ بخاری کے اندر مذکورہ کل کتب کی تعداد نوے ہے۔ محمد فواد عبدالباقی کی ترقیم کے مطابق کل کتب کی تعداد دستا نوے ہے۔ اور بعض بزرگ کل کتب کی تعداد سو سے بھی زیادہ بیان کرتے ہیں۔ تو کتب بخاری کی تعداد کا اختلاف نسخوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ کہ ایک نسخہ میں کتاب کا لفظ ہوتا ہے دوسرے نسخہ میں یہ لفظ نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے کتب بخاری کی تعداد میں فرق آ گیا۔

بخاری میں کل ابواب کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے۔ اور محمد فواد عبدالباقی کی ترقیم کے مطابق ابواب کی تعداد تین ہزار آٹھ سو ستاون ہے۔ یہ تعداد بھی تقریباً ہے کیونکہ کتاب التفسیر میں امام بخاری سورۃ کے عنوان سے ترجمہ شروع کر دیتے ہیں آگے باب کے لفظ نہیں ہوتے۔ اگر ان تراجم کو باب کے عنوان سے شمار کیا جائے تو ابواب کی تعداد تین ہزار آٹھ سو ستاون سے بڑھ جائے گی۔

اس طرح امام بخاری نے ان تین ہزار آٹھ سو ستاون ابواب میں احادیث سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔ اگر ہر باب میں ایک مسئلہ بھی ثابت کریں۔ تو تین ہزار آٹھ سو ستاون مسائل ہیں۔ حالانکہ عام طور پر ہر باب میں دو تین مسئلے ہوتے ہیں۔ ہاں کئی ابواب میں ایک ہی مسئلہ ہوتا ہے اور کچھ ابواب بلا ترجمہ مسئلہ بھی ہیں۔ تو ایک شخص تین ہزار آٹھ سو ستاون مسائل کو قرآن و حدیث سے ثابت کر رہا ہے۔ پھر بھی کوئی ان کی فقہت میں شک کرے تو یہ اس کے دل کی بیماری ہے اسی لئے بہت سے علماء کرام امام بخاری کو مجتہد مطلق کہتے ہیں (۱) یہ کتاب امام بخاری کی فقہت پر زبردست دلیل ہے مشہور ہے ”فقہ البخاری فی ترجمہ“ ہمارے شیخ مکرم استاذ مخم امام العصر محدث گوئد لوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے صحیح بخاری مجتہد گر ہے۔

احادیث صحیحین کے ثبوت کی قطعیت

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں مذکورہ بعض

(۱) اعلم أن البخاری مجتہد لا ریب فیہ (مقدمة فیض الباری ص ۵۸)

احادیث کا اثبات قطعی ہے۔ اور بعض کا اثبات ظنی ہے اور اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں۔ کہ متواتر احادیث کا ثبوت قطعی ہے۔ اور تمام علماء کرام یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ صحیحین کی منقہ علیہ روایات کا ثبوت ظنی ہے۔ البتہ صحیحین کی وہ احادیث جو متواتر نہیں اور منقہ علیہ بھی نہیں۔ ان میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ آیا ان کا ثبوت قطعی ہے یا کہ ظنی ہے؟ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ ایسی تمام احادیث کا ثبوت ظنی ہے۔ امام نووی نے تقریب اور شرح مسلم میں جمہور کے اس مسلک کی تائید کی ہے لیکن بعض متأخر محقق فرماتے ہیں۔ کہ ایسی احادیث کا ثبوت قطعی ہے چنانچہ ابواسحق اسفرائینی، ابو عبد اللہ حمیدی، ابوالفضل بن طاہر، حافظ ابن الصلاح شہر زوری، حافظ ابن تیمیہ حرانی، شمس الائمہ سرحسی حنفی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر بزرگ ان احادیث کی قطعیت کے قائل ہیں کہ بخاری و مسلم کی وہ روایات جو منقہ علیہ ہوں اور نہ ہی متواتر ہوں ان کا ثبوت قطعی ہے۔ مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ (۱) کہ اگرچہ یہ لوگ تعداد کے اعتبار سے تھوڑے ہیں مگر ان کی رائے ہی قابل اعتبار ہے اور اسی قسم کے افراد کے بارے میں کہا گیا ہے۔

تعیرنا انا قليل عديدنا : فقلت لها ان الكرام قليل

فریقین کے دلائل:

جو علماء کرام ان احادیث کی قطعیت کے قائل ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ خبر واحد اصل میں ظنی ہے بعد میں اس خبر کو شہرت بھی حاصل ہو جائے تو اصل میں خبر واحد ہے۔ اس لئے قطعیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ دوسرا فریق جو قطعیت کا قائل ہے مثلاً: حافظ ابن الصلاح وغیرہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ اس بات پر اجماع ہے کہ صحیحین کی احادیث مقبول بالا جماع ہیں۔ اور جو مقبول بالا جماع ہو وہ مظنون الثبوت

(۱) هؤلاء وان كانوا اقل عددا الا ان رأيهم هو الرأي وقد سبق في مثل السائر :

تعیرنا انا قليل عديدنا : فقلت لها ان الكرام قليل (مقدمة فيض الباری ص ۴۵)

بالاجماع ہوگی۔ اور ہر وہ حدیث جو مظنون الثبوت بالاجماع ہوگی۔ وہ مقطوع الثبوت ہوتی ہے کیونکہ مظنون الثبوت بالاجماع میں خطا کا احتمال نہیں۔ اور مقطوع الثبوت کا مطلب بھی یہی ہے کہ خلاف کا احتمال نہ رہے۔

مولانا انور شاہ صاحب مقطوع الثبوت ہونے کی ایک دوسری دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ اجماع کو ملحوظ رکھ بھی لیا جائے تو یہ بعد میں حاصل ہوا ہے۔ اصل میں وہ خبر واحد ہے۔ (۱) اس سے قطعیت کیسے حاصل ہوگی؟ اصل دلیل یہ ہے کہ مخبرین کی صفات میں فرق ہوتا ہے۔ کئی مخبرین کی صفات میں صداقت اور عدالت زیادہ ہونے کی وجہ سے ایک آدمی کی خبر سے قطعیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور بعض مخبر جو ان صفات کے حامل نہ ہوں۔ ان کی اخبار میں شک ہوتا ہے انتہی۔

بخاری و مسلم کی وہ روایات جو نہ منقہ علیہ ہیں۔ اور نہ ہی متواتر ہیں۔ وہ ان اوصاف کی حامل ہیں۔ کہ ان سے قطعیت حاصل ہو جاتی ہے۔ کسی جگہ تعداد زیادہ ہونے کے باوجود ان صفات کی وجہ سے قطعیت زیادہ حاصل ہو جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: کہ قطعیت اور ظنیت میں دراصل جو علماء کا اختلاف ہے یہ صرف لفظی ہے۔ کیونکہ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ احادیث قطعی ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان میں قطعیت نظریہ ہے۔ تو قطعیت کے قائلین قطعیت نظریہ کے قائل ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ احادیث قطعی نہیں وہ قطعیت ضروریہ کی نفی کرتے ہیں قطعیت نظریہ کی نفی نہیں کرتے۔ لہذا نفی اور اثبات کے محل الگ الگ ہیں اثبات کا محل قطعیت نظریہ ہے اور نفی کا محل قطعیت ضروریہ ہے۔ اختلاف معنوی و حقیقی کے لئے ضروری ہے کہ محل ایک ہو

(۱) لأن ما هو ظنی فی الأصل لا ینقلب قاطعاً بالاشتہار فیما بعد فاطباق الأمة علی خبرہما لا یصلح دلیلاً علی افادۃ القطع لكونها أحاداً فی الأصل نعم یمکن أن یفید القطع بالنظر الی حال الاسناد وأحوال الرجال وهذا جهة أخرى الا ترى أن الواجا جلیل القدر اذا أخبرک بأمر فنظرت الی حاله وثقته وعلمه ودينه أیقنت بخبره كفلق الصبح ولا یبقی فی نفسک قلق واضطراب (مقدمة فیض الباری ۴۶)

مولانا انور شاہ صاحب حافظ ابن حجر کی تائید کرتے ہیں کہ یہ اختلاف لفظی ہے معنوی نہیں۔ (۱) حافظ ابن حجر کے مذکورہ بالا کلام کی تشریح مولانا انور شاہ صاحب ہی نے کی ہے۔ مگر حافظ ابن حجر کا کلام اس تشریح پر آسانی سے منطبق نہیں ہوتا۔ پھر فریقین کے دلائل سے معلوم ہو رہا ہے کہ اختلاف لفظی نہیں بلکہ معنوی ہے۔ کیونکہ جو قطعیت کے ثبوت میں دلائل پیش کرتے ہیں وہ قطعیت ضروریہ کے ہیں۔ اور جو قطعیت کے قائل نہیں۔ وہ ان کے پیش کردہ دلائل کو محل تنقید بناتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ قطعیت ضروریہ کے قائل نہیں۔ ان کے مباحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ قطعیت والے جس چیز کو ثابت کرتے ہیں انکار والے اسی چیز سے انکار کرتے ہیں لہذا دونوں کا محل ایک ہوا۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ جو قطعیت کے قائل نہیں وہ ظنی میں درجات کے قائل ہیں۔ ایک ظنی کا درجہ دوسری ظنی سے ارجح ہوتا ہے۔ جب تفاوت درجات ہے تو معلوم ہوا کہ جن میں قطعیت ہوگی ان میں اعلیٰ درجہ والی ظنیت ہوگی۔ مگر یہ توجیہ درست نہیں۔ کیونکہ وہ ظنیت میں درجات کے قائل ہیں۔ اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ قطعیت کے بھی قائل ہوں گے۔ کیونکہ وہ ظنیت کے درجات بناتے ہیں قطعیت کے درجات نہیں بناتے۔ بلکہ وہ قطعیت کے قائل ہی نہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

قطعیت والے تلقی بالقبول کی جو دلیل پیش کرتے ہیں کہ صحیحین کی غیر متواتر اور غیر منقہ علیہ روایات کو جو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ وہ اس وجہ سے ہے۔ کہ مقبول بالا جماع ہیں۔ اور جو مقبول بالا جماع ہوں وہ مظنون الثبوت بالا جماع ہوتی ہیں اور

(۱) جعل الحافظ هذا النزاع راجعا الى النزاع اللفظي فلم يبق في نفس افادة القطع خلاف ولا شقاق وانما هو في أن تلك الافادة بديهية أو نظرية فمن ذهب الى أنها تفيد القطع أراد به النظرى ومن أنكرها أراد به الضرورى هذا فانه تحقيق حقيق بالقبول (مقدمة فيض الباری ص ۴۶)

جو مظنون الثبوت بالا جماع ہو۔ وہ مقطوع الثبوت ہوتا ہے۔ اس دلیل پر اعتراض یہ ہے۔ کہ مظنون الثبوت کا مقطوع الثبوت ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے بلکہ ظن سے ان کی قطعیت کی نفی ہے اس کی ظنیت پر اجماع ہے اس سے وہ قطعی الثبوت کیسے ہوگئی؟ لہذا اس کو قطعیت کی دلیل بنانا غلط ہے۔

جواب:

مظنون الثبوت بالا جماع کا مطلب یہ ہے کہ ایک محدث نے تحقیق کی اس سے ظن الثبوت حاصل ہوا کہ وہ نبی ﷺ سے ہے۔ دوسرے محقق نے تحقیق کی۔ اس سے بھی ظن الثبوت حاصل ہوا۔ جب الگ الگ محدث ایک چیز پر جمع ہوئے۔ تو اجتماع الظنون سے قطعیت حاصل ہوگئی۔ جیسے خبر واحد اجماع سے متواتر ہو جاتی ہے اس کی ظنیت پر اجماع نہیں۔ بلکہ الگ الگ ظن تھے۔ جب وہ ایک ہو گئے۔ تو ان سے قطعیت حاصل ہوگئی۔ دو مثالوں سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ قرآن معجز ہے مثلاً: ایک عالم نے تحقیق کی۔ تو اس کی تحقیق میں ظن ہے دوسرے نے تحقیق کی۔ تو ظن حاصل ہوا تو دونوں کے اجتماع سے قطعیت حاصل ہوگئی۔

دوسری مثال یہ ہے کہ ایک مسئلہ اجتہادی ہے۔ جب دوسرے مجتہد نے اجتہاد کیا۔ تو وہ بھی پہلے کے مطابق ہوا۔ یہ اس کا اپنا ظن ہے۔ لیکن جب دونوں کے ظنون کا اجتماع ہوا۔ تو ان سے قطعیت حاصل ہوگئی۔ تو صحیحین کی خبر آحاد ظن کا فائدہ دیتی ہیں۔ جب بہت سے ظنون جمع ہو گئے۔ تو قطعیت حاصل ہوگئی۔ اس مقام پر ہمارے لئے دو فائدے ہیں۔

فائدہ اولی:

پہلا فائدہ یہ ہے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی۔ کہ صحیحین کی غیر متواتر اور غیر منفقہ علیہ روایات قطعی الثبوت ہیں۔ ان سے کتاب اللہ پر زیادتی کی جاسکتی ہے جو ظن

سے زیادت کے قائل ہیں۔ ان کی بات تو واضح ہے۔ لیکن جو کتاب اللہ پر زیادت کے لئے قطعیت کی شرط لگاتے ہیں۔ (۱) ان کے نزدیک بھی یہ زیادت جائز ہونی چاہیے کیونکہ انہوں نے ان روایات کی قطعیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ جیسے مولانا انور شاہ صاحب اور سرحسی وغیرہ۔

پھر وہ اس کا یہ جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ متواتر اور مشہور سے کتاب اللہ پر زیادت ہوتی ہے باقی سے نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس سے جو قطعیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اسناد میں نظر و فکر کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ بخلاف متواتر اور مشہور کے ان میں قطعیت اسناد کے اندر نظر و فکر سے حاصل نہیں ہوتی۔ لہذا اسناد میں نظر و فکر کی وجہ سے جو قطعیت حاصل ہوگی۔ اس سے کتاب اللہ پر زیادت جائز نہیں۔

لیکن ان کا یہ جواب اس لئے کمزور ہے کہ جس طرح اسناد پر نظر و فکر سے یہ روایات قطعی الثبوت بنی ہیں۔ تو متواتر اور مشہور بھی تو اسناد کی کثرت کی وجہ سے مخصوص درجہ پر فائز ہوئی ہیں۔ یہ ان سے کم ہیں لیکن اعلیٰ اوصاف کی حامل ہونے کی وجہ سے قطعی ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ مشہور حدیث کے متعلق اصول فقہ میں لکھا ہوتا ہے کہ مشہور حدیث ظن غالب کا فائدہ دیتی ہے۔ جب وہ ظن غالب سے کتاب اللہ پر زیادت کر سکتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ کتاب اللہ پر زیادت کے لئے قطعیت لازم نہیں۔

اب تو یہ خبر قطعی ہو چکی ہے۔ جس طرح اب یہ خبر واحد ہے اس طرح مشہور بھی قرن اول میں خبر واحد تھی۔ جب اصل میں خبر واحد سے زیادت ہو سکتی ہے۔ تو اس قطعی سے بھی زیادت جائز ہونی چاہیے۔

(۱) ان خبر الصحیحین اذا أفاد القطع وان كان نظريا على ما حققناه سابقا فهل تجوز منه الزيادة أو لا والذي عندي انه لا تجوز لأنها أخبار أحاد بعد لم ترق الى مرتبة المتواتر والمشهور (مقدمة فيض الباری ص ۵۰)

فائدہ ثانیہ:

حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں: کہ صحیحین کی غیر متواتر اور غیر منقہ علیہ روایات کی قطعیت والی یہ جو دلیل ہے کہ مظنون الثبوت بالاجماع ہے۔ اور مظنون الثبوت بالاجماع مقطوع الثبوت ہوتا ہے۔ اس دلیل سے یہ بات لازم آتی ہے کہ صرف بخاری و مسلم کی غیر متواتر اور غیر منقہ علیہ روایات کو قطعی الثبوت ہونا چاہیے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو اکیسے تعلق بالقبول حاصل ہے۔ اور وہ مظنون الثبوت ہیں۔ اس لئے ان کو قطعی الثبوت ہونا چاہیے۔

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہوا کہ جو حدیث متواتر ہو۔ اس کا ثبوت بالاتفاق قطعی ہے۔ لیکن اس کا اثبات ظنی اور قطعی دونوں طرح کا ہو سکتا ہے۔ اثبات سے مراد اس کی دلالت ہے۔ جیسے

”وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها“

اس کی نماز پر دلالت قطعی نہیں۔ کیونکہ تسبیح بغیر نماز کے بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کا ثبوت قطعی ہے۔ وہ روایات جو بخاری و مسلم میں ہوں۔ وہ متواتر نہ ہوں۔ اور نہ ہی منقہ علیہ ہوں۔ تو ان کے ثبوت میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک ان کا ثبوت ظنی ہے اور بعض متاخرین کے نزدیک قطعی ہیں صحیحین کے منقہ علیہ روایات کا ثبوت ظنی ہے مگر ان کی دلالت قطعی بھی ہو سکتی ہے۔

شروحات بخاری

جامع بخاری کی علماء نے بہت سی شرحیں لکھی ہیں کشف الظنون میں ان کی تفصیل موجود ہے مقدمہ تحفة الاحوذی میں بخاری کی چند شرحوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ (۱)

(۱) الأول اعلام السنن للامام الخطابی هو أبو سليمان أحمد بن محمد بن إبراهيم بن خطاب البستي الخطابي

الثاني: عمدة القارى للعلامة بدر الدين أبى محمد محمود بن أحمد العيني المتوفى سنة ۸۵۵ هـ
الثالث: شرح ابن بطل وهو الامام أبو الحسن على بن خلف الشهير بابن بطل المغربي المالكي
الرابع: شرح ابن التين وهو الامام عبد الواحد بن التين.

الخامس: شرح ابن المنير وهو الامام ناصر الدين على بن محمد بن المنير الاسكندراني وهو كبير فى نحو عشر مجلدات.

السادس: شرح المغلطاني وهو الامام الحافظ علاء الدين المغلطاني بن قليج التركي المصرى الحنفى وهو شرح كبير سماه اللويح .

السابع: شرح الكرمانى وهو العلامة شمس الدين محمد بن يوسف بن على الكرمانى وسماه الكواكب الدرارى قال الحافظ ابن حجر فى الدرر الكامنة وهو شرح مفيد على أوهام فيه فى النقل لأنه لم يأخذه الا من الصحف .

الثامن: شرح ابن الملقن وهو الامام سراج الدين على بن الملقن الشافعى وسماه شواهد التوضيح وهو شرح كبير فى نحو عشرين مجلدا .

التاسع: شرح الزركشى وهو الشيخ بدر الدين محمد بن بهادر بن عبد الله الزركشى الشافعى وسماه التنقيح وعليه نكت للحافظ ابن حجر .

العاشر: شرح الفاضل العلامة شهاب الدين أحمد بن محمد الخطيب القسطلانى وسماه ارشاد السارى الحادى عشر: شرح العلامة شمس الدين أبى عبد الله بن محمد بن عبد الدائم بن موسى البرماوى الشافعى فى أربعة أجزاء سماه اللامع الصبيح .

الثانى عشر: شرح الامام محى الدين يحيى بن شرف النووى .

الثالث عشر: شرح الحافظ عماد الدين اسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقى

الرابع عشر: شرح الحافظ زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب الحنبلى سماه فتح البارى .

الخامس عشر: شرح العلامة سراج الدين عمر بن رسلان البلقينى الشافعى وسماه الفيض الجارى

السادس عشر: شرح المهلب ابن أبى صفرة الأزدي (مقدمة تحفة الاحوذى ص ۱۲۷)

بیان کیا جاتا ہے کہ بخاری کی پچاس سے زائد شرحیں ہیں۔ (۱) اور یہ بات بھی مشہور ہے کہ حنفی علماء کرام کی تصنیف کردہ جتنی بخاری کی شرحیں ہیں۔ ان تمام سے اعلیٰ ترین عمدۃ القاری ہے۔ اور شافعی علماء کرام کی شروحات بخاری سے اعلیٰ ترین شرح فتح الباری ہے اگر یوں کہا جائے۔ کہ بخاری کی جتنی بھی شرحیں ہیں ان میں سے اعلیٰ ترین عمدۃ القاری اور فتح الباری ہیں۔ (۲) تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ پھر ان دونوں میں سے فتح الباری عمدہ اور اعلیٰ شرح ہے۔ اس طرح تمام شروحات بخاری سے اعلیٰ اور عمدہ ترین شرح فتح الباری ہوئی۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ عمدۃ القاری خود فتح الباری سے ہی ماخوذ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ فتح الباری کے مؤلف حافظ ابن حجر اور عمدۃ القاری کے مؤلف مولانا بدرالدین عینی دونوں آپس میں رشتہ دار تھے۔ تو فتح الباری کے اجزاء کسی طرح علامہ عینی کو حاصل ہو جاتے تھے۔ تو وہ ان سے مواد لے کر اپنی شرح کی زینت بنا لیتے تھے چنانچہ عمدۃ القاری کی عبارات اور الفاظ اس بات کا شاہد عدل ہیں۔ کہ کئی ایک مقامات پر عمدۃ القاری میں من وعن عبارت وہ درج ہوتی ہے جو فتح الباری میں ہے پھر عمدۃ القاری کے اندر جو اعرابی، معانی اور لغوی مباحث ہیں وہ صرف ابتدائی اجزاء میں ہیں۔ بعد میں ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ مولانا انور شاہ صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ (۳) کہ فتح الباری عمدۃ القاری سے عمدہ اور اعلیٰ شرح ہے۔ اور مرادی معنی بیان کرنے میں فتح الباری عمدۃ القاری سے بلند پایہ ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان دو شرحوں کے بعد جتنی بھی شرحیں لکھی گئیں وہ سب ان دو شرحوں سے ماخوذ ہیں۔ (۴) مولانا کی اس بات سے یہ سمجھنا کوئی مشکل نہیں رہا کہ فتح الباری کے بعد

(۱) وعلق علیہ ثلاث و خمسون شرحا (مقدمة فیض الباری ص ۳۷)

(۲) کأن شرحی العینی والحافظ صاروا مسندین لمن شرحه بعدهما کالخیر الجاری (مقدمة فیض الباری ص ۳۸)

(۳) ثم شرح الحافظ أفضل الشروح باعتبار صنعة الحديث والاعتبار وحسن التقرير واتساق النظم وبيان المراد وأما شرح العینی فأحسنها للألفاظ شرحا وأتمها تفسيرا وأكثرها لنقول الكبار جمعا (مقدمة فیض الباری ص ۳۸)

(۴) وهناك شروح آخر كلها كالعیال لهذین الشرحین (مقدمة فیض الباری ص ۳۸)

عمدة القاری سمیت جتنی شرحیں لکھی گئیں وہ سب فتح الباری سے ماخوذ ہیں۔ ہاں علامہ عینی نے چند ایک مقامات میں فتح الباری پر اعتراضات کئے ہیں۔ جب حافظ ابن حجر کو پتہ چلا تو حافظ ابن حجر نے علامہ عینی کے اعتراضات جمع کئے۔ جمع کے بعد جو اعتراضات دقیق و مشکل تھے ان کے جوابات دے دیئے۔ اور جن اعتراضات کا جواب بالکل واضح تھا ان کا جواب نہیں دیا بلکہ اعتراض کے بعد جگہ خالی چھوڑ دی۔ حافظ ابن حجر نے اپنی اس کتاب کا نام انتقاض الاعتراض رکھا ہے۔ آج کل وہ چھپ چکی ہے۔

مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ انتقاض الاعتراض میں علامہ عینی کے اعتراضات نقل کئے۔ لیکن کئی کا جواب نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعتراض سن کر متحیر ہو گئے۔ (۱) مگر ان کی یہ بات غلط ہے کیونکہ حافظ ابن حجر خود تحریر کر چکے ہیں وترکت البیاض لظهور الجواب اس وجہ سے ان کو متحیر بنانا انصافی ہے تو مجموعی لحاظ سے فتح الباری بخاری کی اعلیٰ ترین شرح ہے۔

فتح الباری کی خوبی یہ ہے کہ ضرورت سے زائد بات نہیں کرتے۔ کہ خواہ مخواہ بات کو کھینچتے چلے جائیں۔

محدث وفقیہ بنانے والی چار کتب

ہمارے شیخ حافظ محمد صاحب محدث گوندلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ آدمی چار کتب ازبر کر لینے سے اعلیٰ درجے کا محدث وفقیہ بن جاتا ہے وہ چار کتابیں فتح الباری نیل الاوطار، زاد المعاد اور محلی ابن حزم ہیں۔

بیان کرتے ہیں کہ امام شوکانی سے کسی نے سوال کیا کہ بخاری کی شرح لکھیں۔ تو انہوں نے جواب دیا لا ہجوة بعد الفتح جیسے فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں اس طرح فتح الباری کے بعد کسی شرح کی ضرورت نہیں۔

(۱) وأجاب عن بعضها وترک جواب بعضها بیاضا فدل علی تحیرہ فی جوابہ (مقدمة فیض

جامع بخاری کے چند ایک فضائل

سابقہ مباحث میں جامع بخاری کے کئی ایک فضائل اور مناقب بیان ہو چکے ہیں ان کے علاوہ چند ایک فضائل درج ذیل ہیں۔

پہلی فضیلت:

حافظ ابن حجر نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری فرماتے ہیں (۱)

صنفت الجامع من ستمائة الف حدیث فی ست عشرة سنة

وجعلته حجة فيما بيني وبين الله (۲)

”کہ میں نے جامع صحیح کو چھ لاکھ احادیث سے سولہ سال کی مدت میں تصنیف

کیا ہے۔ اور اسے اپنے اور اللہ کے درمیان حجت بنایا ہے“

تو یہ کتاب امام بخاری اور اللہ کے درمیان حجت ہے۔ کہ اے اللہ میں نے

تیرے دین کے لئے یہ کام کیا ہے۔ تو یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ وہ ایسی کتاب تصنیف کریں جو حجت کا کام دے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی کتاب

مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب نے ”مقدس رسول“ کے نام سے ایک کتاب لکھی

کیونکہ ایک ہندو نے رگیلا رسول کے نام سے کتاب لکھی تھی۔ جس میں اس نے رسول اللہ

ﷺ پر اعتراضات کئے تھے۔ تو مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے رگیلا رسول کے

جواب میں کتاب مقدس رسول لکھی۔ مولانا اعزاز علی فرماتے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ صاحب

(۱) سمعت محمد بن اسماعیل البخاری يقول صنفت كتابي الصحاح لست عشرة سنة

خرجته من ستمائة ألف حدیث وجعلته حجة فيما بيني وبين الله تعالى (تاریخ بغداد

ص ۱۴ جلد ۲، مقدمة فتح الباری ص ۴۸۹)

(۲) قال سمعت السمعاني يقول سمعت بعض أصحابنا يقول قال محمد بن اسماعيل:

أخرجت هذا الكتاب یعنی الصحيح من زهاء ستمائة ألف حدیث (تاریخ بغداد ص ۸ جلد ۲)

کی نجات کے لئے ان کی باقی کتب کو نہ بھی دیکھا جائے تو صرف یہی کتاب مقدس رسول کافی ہے۔ اسی طرح ان کی کتاب ”حق پرکاش“ جو ”ستیا رتھ پرکاش“ کے جواب میں ہے اس میں مصنف نے اسلام پر اعتراضات کئے ہیں جن کا مولانا ثناء اللہ صاحب نے جواب دیا ہے۔ امام بخاری کی جامع اللہ اور ان کے درمیان حجت ہو گئی۔ لیکن یہ امت مسلمہ پر بھی بہت بڑا احسان ہے۔ کہ انہوں نے صحیح صحیح احادیث ایک جگہ جمع کر دیں۔

دوسری فضیلت:

عمر بن محمد نجیری فرماتے ہیں۔ کہ میں نے امام بخاری سے سنا۔

يقول صنفت كتابي الجامع في المسجد الحرام وما
أدخلت فيه حديثا حتى استخرت الله تعالى و صليت
ركعتين و تيقنت صحته (۱)

”کہ آپ فرما رہے تھے۔ کہ میں نے اپنی کتاب جامع کو مسجد حرام میں تصنیف کیا۔ اور میں نے اس میں ہر حدیث داخل کرنے سے پہلے استخارہ کیا۔ دو رکعت نماز پڑھی اور صحت کا یقین کیا“

محمد بن یوسف فربری فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا:

ما كتبت في كتاب الصحيح حديثا الا اغتسلت قبل ذلك
و صليت ركعتين (۲)

”کہ میں نے صحیح بخاری میں حدیث درج کرنے سے پہلے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی“

(۱) قال عمر بن محمد بن بجير البجيرى سمعت محمد بن اسماعيل يقول صنفت كتابي الجامع في المسجد الحرام وما أدخلت فيه حديثا حتى استخرت الله تعالى و صليت ركعتين و تيقنت صحته (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۹)

(۲) سمعت محمد بن يوسف الفربري يقول قال البخاری ما كتبت في كتاب الصحيح حديثا الا اغتسلت قبل ذلك و صليت ركعتين (مقدمة فتح الباری ص ۷)

تو یہ بھی ایک بہت بڑی فضیلت ہے کہ یہ کتاب مسجد حرام میں تصنیف کی گئی۔

اعتراض:

یہ بیان ہو چکا ہے کہ امام بخاری فرماتے ہیں۔ میں نے اس کتاب کو سولہ سال میں تصنیف کیا ہے۔ اور اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوری کتاب مسجد حرام میں تصنیف کی گئی۔ حالانکہ امام بخاری سولہ سال مکہ میں نہیں رہے اس لئے ان کی یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے؟

جواب:

تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے تصنیف کا آغاز، ترتیب اور تراجم ابواب یہ سب کچھ مسجد حرام میں ہی تصنیف کیا۔ پھر مختلف تراجم کے تحت مختلف احادیث کے لئے پھرتے رہے۔ اس طرح ان تراجم کے تحت احادیث کو درج کر دیا۔

تیسری فضیلت:

حافظ ابن عدی نے کئی ایک مشائخ سے نقل کیا ہے۔

ان البخاری حول تراجم جامعہ بین قبر النبی ﷺ ومنبرہ (۱)
 ”کہ امام بخاری نے رسول اللہ ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیان تراجم کی تحویل کی“
 یہ مقام بہت افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما بین منبری وبتی روضة من ریاض الجنة“ (۲)

(۱) قال سمعت عبد الله بن عدی يقول سمعت عبد القدوس بن همام يقول سمعت عدة من المشائخ يقولون: حول محمد بن اسماعيل البخاری تراجم جامعہ بین قبر النبی ﷺ ومنبرہ وكان یصلی لكل ترجمة ركعتين (تاریخ بغداد ص ۹ جلد ۲)

روى ابن عدی عن جماعة من المشائخ أن البخاری حول تراجم جامعہ بین قبر النبی ﷺ ومنبرہ وكان یصلی لكل ترجمة ركعتين (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۹)

(۲) عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ ما بین بتی ومنبری روضة من ریاض الجنة ومنبری علی حوضی (متفق علیہ. مشکوة المصابیح ص ۶۸)

ایسی جگہ امام بخاری ابواب کی تحویل کر رہے ہیں۔

اعتراض:

امام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو مسجد حرام میں (۱) اور سولہ سال کی مدت میں تصنیف کیا (۲) اور اب یہ بیان کر رہے ہیں کہ منبر نبوی اور قبر نبوی کے درمیانی مقام میں تصنیف کیا ہے یہ دونوں بیان کیسے درست ہو سکتے ہیں؟

جواب:

اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اصل تصنیف مسجد حرام میں شروع کی اور یہ جو فرما رہے ہیں۔ کہ میں نے ابواب کی تحویل روضة من ریاض الجنة میں کی ہے اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مسودہ سے مبیضہ میں تحویل کا کام مسجد نبوی میں کیا ہے۔ لہذا امام بخاری کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں۔

چوتھی فضیلت:

امام ابوالاحمد جاکم فرماتے ہیں:

رحم الله محمد بن اسماعيل الامام فانه ألف الأصول
وبين للناس و كل من عمل بعده فانما أخذه من كتابه
كمسلم فرق أكثر كتابه في كتابه وتجلد فيه حق
الجلادة حيث لم ينسبه اليه (۳)

”کہ اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم فرمائے۔ انہوں نے جامع بخاری کو تصنیف کیا

(۱) يقول صنف الجامع في المسجد الحرام (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۹)

(۲) عن البخاری قال صنف الجامع من ستمائة ألف حديث في ست عشرة سنة (مقدمة

فتح الباری ص ۳۸۹)

(۳) جيكاه أبو يعلى الخليلي الحافظ في الارشاد ما ملخصه ”رحم الله محمد بن اسماعيل

فانه ألف الأصول يعني أصول الأحكام من الأحاديث وبين للناس و كل من عمل بعده فانما

أخذه من كتابه كمسلم بن الحجاج (مقدمة فتح الباری ص ۱۱ او ص ۳۹۰)

اصول جمع کئے اور لوگوں کے لئے احادیث کو بیان کیا۔ ان کے بعد جتنے بھی مصنفین آئے انہوں نے اسی کتاب سے مواد لیا۔ جیسے امام مسلم ہیں انہوں نے بخاری کا اکثر حصہ اپنی کتاب کے اندر درج کیا اور جسارت سے کام لیتے ہوئے اس کو آپ کی طرف منسوب بھی نہیں کیا کہ وہ امام بخاری کی احادیث ہیں“ ابو الحسن دارقطنی فرماتے ہیں:

انما أخذ مسلم کتاب البخاری فعمل فیہ مستخرجاً وزاد فیہ أحادیث (۱)

”کہ امام مسلم نے کتاب بخاری کو سامنے رکھا۔ اور ان کی احادیث کو اپنی سند سے بیان کیا اور کچھ زائد احادیث بیان کیں“

تو یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے کہ بعد میں آنے والے اس کو مأخذ سمجھتے ہیں (۲) اور مواد حاصل کرتے ہیں۔

پانچویں فضیلت:

حافظ ابو نصر واکلی سجری فرماتے ہیں:

أجمع أهل العلم الفقهاء وغيرهم على أن رجلاً لو حلف بالطلاق على أن جميع ما في البخاري مما روى عن النبي ﷺ قد صح عنه أن رسول الله ﷺ قاله لا شك فيه أنه

(۱) قال الدارقطني لما ذكر عنده الصحيحان ”لو لا البخاري لما ذهب مسلم ولا جاء وقال مرة اخرى ”وأى شيء صنع مسلم انما أخذ كتاب البخاري فعمل عليه مستخرجاً وزاد فيه زيادات (مقدمة فتح الباري ص ۱۱، مقدمة فتح الباري ص ۳۹)

(۲) قال سمعت أبا عبد الله محمد بن يعقوب الحافظ يقول سمعت أبي يقول رأيت مسلم ابن الحجاج بين يدي محمد بن اسماعيل البخاري وهو يسأله سؤال الصبي المتعلم (تاريخ بغداد ص ۲۹ جلد ۲)

لا یحنث والمرءة بحالها فی حبالته (۱)
 ”کہ تمام علماء فقہاء وغیرہم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی شخص یہ قسم اٹھالے کہ
 بخاری کی وہ تمام مرفوع روایات جو نبی ﷺ سے روایت کی گئی ہیں وہ صحیح ہیں ایسا
 نہ ہو تو میری بیوی کو طلاق ہو تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی وہ عورت اس کی بیوی رہے گی“
 گویا صحیح بخاری پر قسم دی جاسکتی ہے۔

چھٹی فضیلت:

ابوزید مروزی فرماتے ہیں:

كنت نائما بين الركن والمقام فرأيت النبي ﷺ في المنام
 فقال لي يا أبا زيد ألي متي تدرس كتاب الشافعي ولا
 تدرس كتابي فقلت يا رسول الله وما كتابك؟ قال جامع
 محمد بن اسماعيل (۲)

”کہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا۔ تو خواب میں
 رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو آپ نے مجھے فرمایا: ابوزید تو کب تک شافعی کی
 کتاب پڑھتا رہے گا اور میری کتاب کو نہیں پڑھتا؟ تو میں نے عرض کیا یا
 رسول اللہ ﷺ آپ کی کون سی کتاب ہے؟ تو آپ نے جواب دیا۔ محمد بن
 اسماعیل کی جامع صحیح میری کتاب ہے“

تو اس واقعہ سے بخاری کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہو رہی ہے کہ ابوزید مروزی
 کے خواب میں رسول اللہ ﷺ اس کو اپنی کتاب قرار دے رہے ہیں۔

(۱) وكذلك مطلق قول الحافظ أبي نصر الوائلي السجزي "أجمع أهل العلم الفقهاء وغيرهم
 على أن رجلا لو حلف بالطلاق أن جميع ما في كتاب البخاري مما روى عن النبي ﷺ قد صح
 عنه ورسول الله ﷺ قاله لا شك فيه أنه لا يحنث والمرءة بحالها في حبالته (مقدمة ابن
 الصلاح ص ۱۳)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۲۸۹

(تیسرا حصہ)

امام بخاری

علم حدیث، کتب حدیث اور کتاب بخاری کے متعلق ضروری مباحث ہو چکی ہیں اب امام بخاری کی ولادت نسب ان کی طالب علمی کا ابتدائی زمانہ، ابتدائی زمانہ میں ان کی ذہانت و فطانت اور ان کی محدثانہ و فقیہانہ مہارت کے متعلق امور زیر بحث آئیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ

نام و نسب:

ان کی کنیت ابو عبد اللہ، نام محمد والد کا نام اسماعیل دادے کا نام ابراہیم پردادے کا نام مغیرہ اور مغیرہ کے والد کا نام بردزبہ ہے۔ امام بخاری کی دو نسبتیں ہیں ایک نسبت بخاری والی جو آپ کے وطن بخارا کی طرف ہے۔ دوسری نسبت جھمی ہے یہ ولایت اسلام کی نسبت ہے۔

امام بخاری کا پورا نام بمع کنیت و نسبت (۱)

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ جھمی بخاری ہے۔

بردزبہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا معنی زراعت پیشہ آدمی ہوتا ہے (۲) چونکہ آپ زراعت کیا کرتے تھے۔ اس لئے بردزبہ کہا جاتا ہے یہ اپنی قوم کے مذہب پر مجوسی تھا۔ (۳) بردزبہ کا لڑکا اور ابراہیم کا والد مغیرہ یمان جھمی کے ہاتھ پر مسلمان

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۷

(۲) قال أبو نصر الباهلی سمعت بکر بن منیر یقول: ابن بردزبہ هو بالبخاریة وبالعربیة

الزراع (تاریخ بغداد ص ۱۱ ج ۲)

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۷

ہوا۔ اس لئے یہ جھٹی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ یہ نسبت نسبی لحاظ سے نہیں بلکہ ولایت ایمان کے لحاظ سے ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری کو جھٹی کہا جاتا ہے۔ (۱) مغیرہ بن بردزبہ کے لڑکے ابراہیم جو امام بخاری کے دادا ہیں۔ ان کے حالات کتابوں میں نہیں ملتے امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم نہایت متقی اور محدث آدمی تھے کتاب الثقات لابن حبان میں ان کا ترجمہ موجود ہے۔ (۲) امام بخاری کی کتاب التاریخ الکبیر میں بھی ان کے کچھ نہ کچھ حالات ملتے ہیں۔ امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم کے استاد حماد بن زید اور امام مالک بن انس ہیں۔ امام بخاری لکھتے ہیں صافح ابن المبارک (۳) ”کہ انہوں نے عبد اللہ بن مبارک سے مصافحہ کیا ہے“ اور اہل عراق نے اسماعیل بن ابراہیم سے روایات بھی نقل کیں ہیں۔

ولادت:

امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بعد از نماز جمعہ بخارا شہر میں پیدا ہوئے۔ مستیز بن عتیق فرماتے ہیں:

أخرج لي ذلك محمد بن اسماعيل بخط أبيه
”کہ امام بخاری نے مندرجہ بالا تاریخ ولادت اپنے باپ کے ہاتھوں کی لکھی
ہوئی مجھے دکھائی“

یہ تاریخ ولادت دوسری اسانید سے بھی امام بخاری سے مروی ہے۔

بچپن کے حالات زندگی:

امام بخاری چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد ماجد دنیا سے رحلت فرما گئے۔ پھر ان کی

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۷۷

(۲) فقال في الطبقة الرابعة اسماعيل بن ابراهيم والد البخاري يروي عن حماد بن زيد ومالك وروى عنه العراقيون (مقدمة فتح الباری ص ۷۷)

(۳) وذكره ولده في التاريخ الكبير فقال اسماعيل بن ابراهيم بن المغيرة سمع من مالك وحماد بن زيد وصافح ابن المبارک (مقدمة فتح الباری ص ۷۷)

والدہ نے ان کی تربیت کی غنجانے تاریخ بخارا میں اور لاکائی نے شرح السنۃ میں لکھا ہے

ان محمد بن اسماعیل ذہبت عیناہ فی صغرہ فرأت والدتہ

الخلیل ابراہیم فی المنام فقال لها یا ہذہ قدر د اللہ علی ابنک

بصرہ بکثرة دعائک قال فاصبح وقد رد اللہ علیہ بصرہ

”کہ امام بخاری چھوٹے ہی تھے۔ کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ ان کی والدہ

نے بہت دعائیں کیں۔ کہ بچے کی بینائی واپس آجائے۔ چنانچہ ایک دفعہ

خواب میں والدہ نے ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھا تو انہوں نے والدہ کو خوشخبری دی

کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے کی بینائی واپس کر دی ہے“

صبح ہوئی تو دیکھا کہ بینائی لوٹی ہوئی ہے۔ (۱)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں ابھی قرآن حفظ کرنے میں تھا کہ مجھے حفظ حدیث کا

الہام ہو گیا تھا ”اللہم حفظ الحدیث وانا فی الكتاب“ (۲) پھر میں مکتب سے

فارغ ہو گیا۔ اس وقت میری عمر تقریباً دس سال تھی۔ قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور کچھ ابتدائی

کتابیں پڑھ لیں تھیں۔ پھر میں نے مختلف اساتذہ کے پاس آنا جانا شروع کیا (۳)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں ایک دن امام داخلی کے پاس گیا۔ تو وہ لوگوں کے

سامنے حدیث بیان کر رہے تھے۔ اس دوران انہوں نے ایک سند پڑھی۔

”سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم فقلت له یا ابا فلان ان

(۱) یقول سمعت شیخی یقول: ذہبت عینا محمد بن اسماعیل فی صغرہ فرأت والدتہ فی

المنام ابراہیم الخلیل علیہ السلام فقال لها: یا ہذہ قدر د اللہ علی ابنک بصرہ لکثرة بکانتک

أو لکثرة دعائک قال فاصبح وقد رد اللہ علیہ بصرہ (تاریخ بغداد ص ۱۰ ج ۲ ورواہ فی مقدمۃ

فتح الباری ص ۴۷۸)

(۲) مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۸

(۳) فجعلت اختلف الی الداخلی وغیرہ فقال یوما فیما یقرأ للناس سفیان عن ابی الزبیر عن

ابراہیم فقلت یا ابا فلان ان ابا الزبیر لم یرو عن ابراہیم فانہرنی فقلت له ارجع الی الأصل

ان کان عندک (مقدمۃ فتح الباری ص ۴۷۸)

أبا الزبير لم يرو عن ابراهيم (۱) فانتهرني فقلت له ارجع
الى الاصل ان كان عندك فدخل فنظر فيه ثم رجع فقال
كيف هو يا غلام؟ فقلت هو الزبير وهو ابن عدى عن
ابراهيم فأخذ القلم وأصلح كتابه وقال لي صدقت“ (۲)

تو میں نے اس سند پڑھنے پر کہا۔ ابو الزبير ابراہیم سے روایت نہیں کرتا۔ پس امام
داخلی نے مجھے ڈانٹا تو میں نے کہا۔ کہ اگر آپ کے پاس اصل نسخہ ہے تو دیکھ لیجئے چنانچہ
وہ گھر داخل ہوئے اور اصل کو دیکھا۔ اور کہا کہ اے لڑکے تو نے کیسے کہا تھا؟ تو میں نے
بتایا ہو الزبير وهو ابن عدى عن ابراهيم کہ سفیان کے بعد زبير ہے جو ابن عدی
ہیں۔ وہ ابراہیم سے بیان کرتے ہیں۔ تو امام داخلی نے قلم لیا۔ اور اپنی کتاب درست کی
اور مجھے کہا۔ کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہاں ابو الزبير ہی لکھا ہوا تھا۔ اصل میں زبير
بن عدی تھا جو کتاب میں غلط لکھا گیا تھا۔ ابو الزبير محمد بن مسلم بن مدرّس راوی ہیں
وراق بخاری فرماتے ہیں کہ کسی نے امام بخاری سے پوچھا کہ جب آپ نے امام داخلی کی
غلطی نکالی تو اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ تو آپ نے فرمایا: گیارہ سال تھی (۳) امام
بخاری فرماتے ہیں جب میں نے سولہویں سال میں قدم رکھا اس وقت میں نے عبد
اللہ بن مبارک اور کعب بن جراح کی کتابیں حفظ کی ہوئی تھیں اور اہل الرائے کے کلام
کو بھی خوب سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ (۴)

(۱) فقلت له: يا أبا فلان ان أبا الزبير لم يرو عن ابراهيم (تاریخ بغداد ص ۵ ج ۲)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۸ وفي رواية فأخذ القلم مني وأحکم كتابه فقال: صدقت
(تاریخ بغداد ص ۷ ج ۲)

(۳) فقال له بعض أصحابه: ابن کم کنت اذ رددت عليه؟ فقال ابن احدى عشرة (تاریخ
بغداد ص ۷ ج ۲) ومقدمة فتح الباری ص ۴۷۸

(۴) فلما طعنت في ست عشرة سنة حفظت كتب ابن المبارک ووكعب وعرفت كلام هؤلاء
(تاریخ بغداد ص ۷ ج ۲) وقال عرفت كلام هؤلاء یعنی أصحاب الرأى (رواه في مقدمة فتح
الباری ص ۷ ج ۲)

امام بخاری فرماتے ہیں۔ پھر میں نے مختلف اساتذہ کے پاس جا کر علم حدیث پڑھنا شروع کیا۔ اس سلسلہ میں پہلا سفر سولہ سال کی عمر میں اس وقت کیا جب اپنی والدہ محترمہ اور بھائی احمد بن اسماعیل کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوئے (۱) بھائی اور والدہ دونوں واپس آ گئے۔ بھائی احمد حج سے واپس آ کر فوت ہو گئے۔ امام بخاری حجاز میں ہی علم حدیث کے لئے ٹھہر گئے۔ چھ سال امام بخاری حجاز میں ٹھہرے رہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ امام بخاری نے یزید بن ہارون، ابوداؤد طیالسی اور عبدالرزاق صنعانی کا زمانہ پایا ہے۔ اگر امام بخاری پہلے سفر شروع کرتے۔ تو طبقہ عالیہ سے ان کے بہت سے اساتذہ ہوتے (۲) امام بخاری نے پہلا سفر ۲۱ھ میں کیا ہے۔ (۳) امام بخاری کا ارادہ ہوا کہ یمن کا سفر کر کے عبدالرزاق کو ملیں۔ تو کسی نے بتایا کہ وہ تو فوت ہو گئے ہیں۔ لہذا وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن بعد میں پتہ چلا۔ کہ وہ اس وقت فوت نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے امام بخاری ان سے بالواسطہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ (۴) سہل بن سری فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا۔ میں شام، جزیرہ اور مصر دو دو مرتبہ گیا ہوں۔ بصرہ میں علماء کے پاس چار مرتبہ گیا ہوں۔ مزید فرماتے ہیں کہ میں کوفہ اور بغداد طلب حدیث کے لئے بے شمار مرتبہ گیا ہوں۔ اور حجاز میں چھ سال قیام کیا ہے۔ (۵)

ابتدائی زمانہ میں ذہانت کی مثال:

فتح الباری کے مقدمہ میں لکھا ہوا ہے کہ حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں۔ امام بخاری ہمارے ساتھ حدیث حاصل کرنے کے لئے مشائخ بصرہ کے پاس آتے جاتے

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۸

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۸

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۸

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۸

(۵) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۸

تھے۔ درآں حالانکہ وہ ابھی بچے تھے۔ سولہ دن گزر گئے۔ امام بخاری کے ساتھی لکھتے تھے لیکن امام بخاری نہیں لکھتے تھے تو امام بخاری کے ساتھیوں نے آپ کو ملامت کی (۱) تو امام بخاری نے فرمایا۔ کہ اپنی کاپیاں لاؤ۔ ہم نے وہ کاپیاں نکالیں۔ تو ان میں پندرہ ہزار سے زیادہ احادیث تھیں۔ امام بخاری نے وہ سب کی سب زبانی پڑھ دیں یہاں تک کہ ہم امام بخاری کے حافظہ سے اپنی کاپیوں کی تصحیح کرتے تھے۔ (۲) اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کا حافظہ ابتداء میں ہی کس قدر قوی تھا۔ نیز امام بخاری چھوٹی عمر میں کافی علم حاصل کر چکے تھے۔

محمد بن ازہر بختانی فرماتے ہیں:

كنت في مجلس سليمان بن حرب والبخاري معنا يسمع
ولا يكتب فقبل لبعضهم ماله لا يكتب فقال يرجع الي
بخاري ويكتب من حفظه (۳)

”کہ ہم سلیمان بن حرب کی مجلس میں تھے۔ اور امام بخاری ہمارے ساتھ سنتے تھے لکھتے نہیں تھے۔ کسی نے ان کے بعض سے کہا کہ امام بخاری کو کیا ہے کہ صرف سماع پر اکتفاء کرتے ہیں لکھتے نہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ واپس بخارا جا کر اپنے حافظہ سے احادیث لکھ لیں گے“
ابوبکر بن عیاش الاعمین کہتے ہیں:

(۱) فلما بعد ستة عشر يوما فقال أكثرتم علي فأعرضوا علي ما كتبتم (رواه في مقدمة فتح الباری ص ۷۸)

(۲) قال سمعت حاشد بن اسماعيل يقول كان أبو عبد الله محمد بن اسماعيل يختلف معنا الي مشايخ البصرة وهو غلام فلا يكتب حتى أتى علي ذلك أيام وكنا نقول له انك تختلف معنا ولا تكتب فما معناك فيما تصنع؟ فقال لنا بعد ستة عشر يوما انكما قد أكثرتما علي وألححتما وأعرضا علي ما كتبتما فأخرجنا ما كان عندنا فزاد علي خمسة عشر ألف حديث فقرأها كلها عن ظهر قلب حتى جعلنا نحكم كتبنا علي حفظه (تاریخ بغداد ص ۱۵ ج ۲)

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۷۸

کتبنا عن محمد بن اسماعیل وهو امرؤ علی باب محمد
ابن یوسف الفریابی“

کہ ہم محمد بن یوسف فریابی کے دروازے پر محمد بن اسماعیل سے حدیثیں لکھتے
تھے۔ جب کہ وہ بے ریش تھے۔ (۱)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: کہ محمد بن یوسف فریابی کا انتقال ۲۱۲ھ میں ہوا۔ امام
بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ گویا ابو بکر بن عیاش اور ان کے ساتھیوں کا محمد ابن
یوسف فریابی کے دروازے پر امام بخاری سے احادیث لکھنا اٹھارہ یا اس سے کم سال
کی عمر میں ہوا (۲) یہ اٹھارہ سال والی عمر اس صورت میں ہوگی کہ ان کا حدیث لکھنا محمد
بن یوسف کے انتقال والے سال ہو۔ اس وقت امام بخاری بے ریش تھے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ امام بخاری کو چھوٹی عمر میں ہی شیخ کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا۔
کاتب بخاری ابو جعفر محمد بن ابی حاتم امام بخاری سے نقل کرتے ہیں۔ کہ امام
بخاری نے فرمایا:

كنت في مجلس الفريابي فقال حدثنا سفیان عن أبي عروة عن
أبي الخطاب عن أبي حمزة فلم يعرف أحد في المجلس من
فوق سفیان فقلت لهم أبو عروة هو معمر بن راشد وأبو الخطاب
هو قتادة بن دعامة وأبو حمزة هو أنس بن مالك
”کہ میں فریابی کی مجلس میں تھا۔ تو انہوں نے کہا حدثنا سفیان عن ابی عروۃ عن ابی
الخطاب عن ابی حمزۃ (۳) تو حاضرین میں سے کسی نے نہ پہچانا کہ سفیان سے اوپر

(۱) قال نسانا أبو بكر الأعمش قال: كتبنا عن محمد بن اسماعيل علي باب محمد بن يوسف
الفريابي وما في وجهه شعرة فقلت ابن كم كنت؟ قال: كنت ابن سبع عشرة سنة (تاريخ
بغداد ص ۱۵ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۷۸)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۷۸

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۷۸

والے راوی کون ہیں؟ تو امام بخاری کہتے ہیں۔ میں نے کہا ابو عمرو معمر بن راشد ہیں ابو الخطاب قتادہ بن دعامة ہیں۔ اور ابو حمزہ انس بن مالک ہیں“
 امام بخاری فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری کی عادت تھی کہ مشہور راویوں کی کنیت ذکر کر دیتے تھے۔ (۱) جس کا اہل مجلس کو علم نہیں ہوتا تھا۔ تب وہ حیران رہ جاتے تھے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رواۃ کے نام اور ان کی کنیت دونوں کا یاد رکھنا ضروری ہے اس لئے اصول حدیث کی کتابوں میں لکھا ہوتا ہے کہ رواۃ کے اسماء اور کنی کا پہچاننا انتہائی ضروری معاملہ ہے۔

امام بخاری کے مشائخ اور ان کے طبقات

امام بخاری کے مشائخ اور اساتذہ بہت زیادہ ہیں۔ محمد بن ابی حاتم وراق بخاری فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے خود فرمایا:

کتبت عن ألف وثمانین نفسا

”کہ میں نے ایک ہزار اسی شیوخ سے حدیث لکھی ہے“

وہ مزید فرماتے ہیں:

لیس فیہم الا صاحب حدیث (۲)

”کہ ایک ہزار اسی کے اندر سب کے سب محدث تھے“

امام بخاری ہی کا بیان ہے

”لم اکتب الا عن قال الایمان قول وعمل (۳)

”کہ میں نے حدیث صرف ان سے لکھی ہے۔ جن کا مذہب یہ ہے کہ ایمان

قول وعمل دونوں کا نام ہے“

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۲۷۸

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۲۷۹

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۲۷۹

ان کا مقصد یہ ہے کہ مرجیہ سے میں نے حدیث نہیں لکھی۔ اس بیان سے ایک عقدہ حل ہو گیا۔ کہ مکی بن ابراہیم امام بخاری کے استاد ہیں۔ اور مکی بن ابراہیم امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ مگر مکی بن ابراہیم مرجیہ نہیں۔ کیونکہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے مرجیہ سے حدیث نہیں لکھی۔ کسی مرجیہ کا شاگرد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بھی مرجیہ ہو گیا ہو۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ امام بخاری کے اساتذہ پانچ طبقات میں منحصر ہیں۔ (۱)

امام بخاری کے اساتذہ کے طبقات

طبقہ اولی:

پہلے طبقہ میں امام بخاری کے وہ اساتذہ اور مشائخ شامل ہیں جنہوں نے امام بخاری کو تابعین سے احادیث سنائیں۔ مثلاً: امام بخاری کے استاد محمد بن عبد اللہ انصاری ہیں۔ یہ حضرت حمید طویل سے حدیثیں بیان کرتے ہیں (۲) یہ حمید طویل حضرت انس بن مالک کے شاگرد ہیں۔ حمید طویل کی کئی صحابہ سے ملاقات ثابت ہے امام بخاری کے استاد مکی بن ابراہیم اور ابو عاصم نبیل ہیں (۳) یہ دونوں یزید بن ابی عبید سے حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ یہ یزید بن ابی عبید تابعی ہیں۔

بخاری کی اکثر ملامتات مکی بن ابراہیم سے ہیں۔ ایک مکی بن ابراہیم دوسرے تابعی ہیں۔ اور تیسرے صحابی ہیں۔ ابو نعیم فضل بن دکین امام بخاری کے استاد و شیخ ہیں یہ حضرت سلیمان بن مہران اعمش سے حدیثیں بیان کرتے ہیں (۴) یہ سلیمان تابعی ہیں امام بخاری کے ایک اور استاد خلاد بن محکم ہیں۔ یہ عیسیٰ بن طہمان سے حدیثیں بیان

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۹

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۹

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۰۷۹

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۹

کرتے ہیں (۱) اور یہ تابعی ہیں۔ علی بن عیاش اور عصام بن خالد یہ دونوں حریر بن عثمان سے حدیثیں بیان کرتے ہیں (۲) عبید اللہ بن موسیٰ اپنے استاد اسماعیل بن ابی خالد سے حدیثیں بیان کرتے ہیں (۳) امام بخاری کے دوسرے بہت سے اساتذہ ہیں جو امام بخاری کو حدیثیں تابعین سے بیان کرتے ہیں مشائخ بخاری میں یہ اعلیٰ طبقہ ہے۔

طبقہ ثانیہ:

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ مشائخ شامل ہیں۔ جو طبقہ اولیٰ کے ہم عصر ہیں لیکن ثقافت تابعین سے سماع ثابت نہیں (۴) مثلاً: آدم بن ایاس، ابو مسہر عبدالاعلیٰ بن مسہر، سعید بن ابی مریم اور ایوب بن سلیمان۔ یہ طبقہ ثانیہ کے مشائخ ہیں۔ جن سے امام بخاری احادیث نقل کرتے ہیں۔

طبقہ ثالثہ:

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ استاد شامل ہیں جن کی تابعین سے بالکل ملاقات ثابت نہیں (۵) مثلاً: سلیمان بن حرب، قتیبہ بن سعید، نعیم بن حماد، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو بکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ شامل ہیں۔ یہ طبقہ امام بخاری کے مشائخ کا درمیانہ طبقہ ہے۔ اس طبقہ سے روایت کرنے میں امام مسلم بھی بخاری کے شریک ہیں۔

طبقہ رابعہ:

اس طبقہ میں امام بخاری کے وہ مشائخ شامل ہیں جو طلب حدیث میں امام

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۳۷۸

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۷۸

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۳۷۹

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۳۷۹

(۵) مقدمة فتح الباری ص ۳۷۹

بخاری کے رفیق رہے یا تھوڑا عرصہ پہلے علم حدیث پڑھا (۱) مثلاً: محمد بن یحییٰ ذہلی، ابو حاتم رازی، عبد بن حمید، احمد بن نصر اور محمد بن عبد الرحیم صاعقہ شامل ہیں اس طبقہ سے امام بخاری نے وہ احادیث روایت کی ہیں جو پہلے تینوں طبقات سے نہیں مل سکیں

طبقہ خامسہ:

امام بخاری کے مشائخ میں پانچویں طبقہ کے وہ استاد ہیں جو عمر اور اسناد کے لحاظ سے امام بخاری کے شاگردوں میں شامل ہیں مثلاً: (۲) عبد اللہ بن حماد الآطلی، عبد اللہ بن ابی العاص خوارزمی اور حسین بن محمد قبانی وغیرہم شامل ہیں۔ امام بخاری نے خاص خاص فائدے کے تحت ان سے احادیث کو روایت کیا ہے۔ مثلاً: ایک حدیث اساتذہ اور ساتھیوں سے نہیں ملی۔ تو وہ حدیث اپنے شاگردوں سے بیان کریں گے۔ اس فعل میں امام بخاری نے وکیع بن جراح کے مقولہ پر عمل کیا ہے۔

لا یكون الرجل عالما حتى یحدث عن من هو فوقه وعن

هو مثله وعن من هو دونہ (۳)

”کہ آدمی اس وقت تک عالم نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اپنے سے اعلیٰ اپنے

ہم عمر اور اپنے سے نیچے والے سے بیان نہیں کرتا“

بلکہ امام بخاری خود فرماتے ہیں:

لا یكون المحدث كاملا حتى یكتب عن من هو فوقه وعن

هو مثله وعن من هو دونہ (۴)

یعنی طبقات ثلاثہ سے بیان کرے۔ تب کامل محدث ہوگا تو یہ امام بخاری کے

اساتذہ کرام تھے۔ جو پانچ طبقات پر مشتمل ہیں۔

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۹

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۹

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۹

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۷۹

امام بخاری کا زہد، ان کی سیرت اور ان کے فضائل و شمائل

امام بخاری کے والد ماجد اسماعیل بن ابراہیم نے کسب تجارت میں کافی مہارت حاصل کر لی تھی۔ وہ بڑے سوداگر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ چنانچہ موت کے وقت انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے مال کے اندر ایک درہم بھی حرام کا نہیں پاتا۔ اور کوئی درہم مال میں مشتبہ نہیں (۱) چنانچہ وہ فوت ہوئے تو ان کے ترکہ سے امام بخاری کو کافی مال حاصل ہوا۔ امام بخاری نے اپنا مال کسی کو مضاربت کے طور پر دے دیا۔ اس آدمی نے لین دین میں امام بخاری کے پچیس ہزار درہم غصب کر لئے۔ اور دینے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے امام بخاری سے کہا۔ کہ والی کا رقعہ لے کر اس سے یہ درہم وصول کر لیجئے۔ امام بخاری نے والی سے رقعہ لکھوانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: **لن أبيع ديني بدنياي** ”کہ میں اپنے دین کو دنیا کے بدلے فروخت نہیں کروں گا“ بعد میں اس غریم سے امام بخاری کی صلح ہو گئی۔ صلح اس بات پر ہوئی کہ وہ غریم امام بخاری کو دس درہم ماہانہ ادا کرے گا (۲) اس واقعہ سے امام بخاری کا زہد، ورع اور حکمرانوں سے اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی صفات ظاہر ہو رہی ہیں۔

امام بخاری کے وراق فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا: (۳) کہ میں خود سودا سلف نہیں خریدتا بلکہ کسی آدمی کو پیسے دے دیتا ہوں وہ میرے لئے چیزیں خرید لاتا ہے جبہ پوچھنے پر امام بخاری نے فرمایا: (۴) کہ میں خود اس لئے نہیں خریدتا کہ خریداری میں کمی زیادتی اور ادھر ادھر کی باتیں بتانا پڑتی ہیں۔ وراق بخاری کے اس بیان سے

(۱) فقال: لا أعلم من مالي درهما من حرام ولا درهما من شبهة (مقدمة فتح الباری ص ۷۹)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۷۹

(۳) قال نبأنا أبو سعيد بكر بن منير سمعت أبا عبد الله محمد بن اسماعيل يقول: منذ ولدت ما اشتريت من أحد بدرهم شيئا قط ولا بعث من أحد بدرهم شيئا قط فسألوه عن شراء الحبر والكواغد فقال: كنت أمر أنسنا يشتري لي (تاريخ بغداد ص ۱۱ ج ۲)

(۴) قيل له لم قال لما فيه من الزيادة والنقصان والتخليط (مقدمة فتح الباری ص ۷۹)

امام بخاری کی صاف گوئی، حق معاملگی اور زبان کی حفاظت والی صفات ظاہر ہو رہی ہیں غنجانے اپنی تاریخ میں ابوسعید بکر بن منیر سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ امام بخاری کے پاس کچھ مال آیا۔ ایک پارٹی آگئی۔ اس نے مال خریدنا چاہا اور امام بخاری کو پانچ ہزار درہم نفع دینے کی پیش کش کی۔ امام بخاری نے سودا کل تک ملتوی کر دیا دوسرے دن ایک اور پارٹی آگئی۔ اس نے دس ہزار درہم نفع دینے کی پیش کش کی۔ تو امام بخاری نے دس ہزار درہم کی پیش کش کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا۔

”انی نویت البارحة أن أدفعها إلى الأولين فدفعها إليهم

وقال لا أحب أن أنقض نيتي“ (۱)

امام بخاری کی سیرت

عبداللہ بن محمد صیاری کا بیان ہے۔ کہ میں ایک دفعہ امام بخاری کے مکان پر تھا امام بخاری کی لوٹدی آئی۔ اور گھر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو وہ امام بخاری کے سامنے سیاہی کی دوات پر گر پڑی۔ تو امام بخاری نے فرمایا: تو کیسے چل رہی ہے؟ تو اس نے جواب دیا: ”اذا لم یکن طریق فکیف امشی“؟ جب راستہ ہی نہ ہو تو میں کیسے چلوں؟ تو امام بخاری نے فرمایا: اذہبی فقد اعتقتک ”جا میں نے تجھے آزاد کر دیا“ تو کسی نے کہا کہ اس نے آپ کو غصہ دلا دیا اور آپ اسے آزاد کر رہے ہیں تو امام بخاری نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو راضی کر لیا ہے۔ (۲) مقصد یہ تھا کہ

(۱) وقال أبو سعید بکر بن منیر: کان الی محمد بن اسماعیل بضاعة أنفدها الیه فلان فاجتمع بعض التجار الیه بالعشیه فطلبوا ما منه بربح خمسة آلاف درهم فقال لهم انصرفوا اللیلة فجاءه من الغد تجار آخرون فطلبوا منه تلک البضاعة بربح عشرة آلاف درهم فردهم وقال انی نویت البارحة أن أدفع الی الذین طلبوا أمس بما طلبوا أول مرة فدفعها الیهم بما طلبوا. یعنی الی الذین طلبوا أول مرة. ودفع الیهم بربح خمسة آلاف درهم وقال لا أحب أن أنقض نيتي (تاریخ بغداد ص ۱۲ ج ۲ ورواه فی مقدمة فتح الباری ص ۳۸۰)

(۲) قال عبد الله بن محمد الصیاری فی کنت عند محمد بن اسماعیل فی منزله فجاءته جاریتہ وأرادت دخول المنزل فعثرت علی محبرة بین یدیه فقال لها: کیف تمشین؟ قالت اذ لم یکن

میں اس کے آزاد کرنے پر خوش ہوں اس واقعہ سے امام بخاری کا اپنے نفس پر قابو پانا غصہ پی جانا اور استغنائے نفس جیسی صفات ظاہر ہو رہی ہیں۔

محمد بن ابی حاتم روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم فربر میں تھے۔ امام بخاری نے ایک دن کتاب التفسیر کے سلسلہ میں کافی کام کیا حتیٰ کہ آپ تھک گئے اور چت لیٹ گئے۔ کسی نے امام بخاری سے پوچھا آپ کہا کرتے ہیں

ما أتيت شيئا بغير علم فما الفائدة في الاستلقاء (۱)

”کہ بغیر علم کے میں کوئی کام نہیں کرتا پس آج چت لیٹنے میں کیا فائدہ ہے؟“

تو امام بخاری نے جواب دیا کہ یہاں سے سرحد قریب ہے۔ اور آج کافی کام کرنے کی وجہ سے تھک گیا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ دشمن ہم پر حملہ کر دے۔ اس لئے میں آرام کر رہا ہوں اور دشمن کے حملے کی صورت میں دفاع یا بچاؤ کی کوئی صورت اختیار کر سکوں۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری اس دن جو چت لیٹے تھے۔ وہ دشمن کے دفاع یا بچاؤ کے لئے لیٹے تھے۔ حالانکہ اس کا فائدہ تھکاوٹ دور کرنا ظاہر تھا۔ لیکن وہ اس کو فائدہ نہیں سمجھتے تھے۔

وراق بخاری ہی کا بیان ہے (۲) کہ امام بخاری تیر چلانے میں بہت ماہر تھے

حاشية صفحة گزشتة: طريق فكيف أمشي؟ فبسط يديه وقال اذهبي فقد اعتقتك قيل له يا

أبا عبد الله أغضبتك قال فقد أرويت نفسي بما فعلت (مقدمة فتح الباري ص ۴۸۰)

(۱) قال وراق البخاری رأيتہ استلقى ونحن بفربر في تصنيف كتاب التفسير وكان أتعب نفسه في ذلك اليوم في التخریج فقلت له اني سمعتك تقول ما أتيت شيئا بغير علم فما الفائدة في الاستلقاء قال أتعبت نفسي اليوم وهذا نغر خشيت أن يحدث حدث من أمر العدر فأحببت أن أستريح وأخذ أهبة فان غافصنا العدو كان بنا حراك (رواه في مقدمة فتح الباري ص ۴۸۰ وفي تاريخ بغداد ص ۱۴ ج ۲)

(۲) قال وكان يركب الى الرمي كثيرا فما أعلم اني رأيتہ في طول ما صحبتہ أخطأ سهمه الهدف الا مرتين بل كان يصيب في كل ذلك ولا يسبق. قال وركبنا يوما الى الرمي ونحن بفربر فخرجنا الى الدرب الذي يودي الى القرصة فجعلنا نرمي فأصاب سهم أبي عبد الله وتد القنطرة التي على النهر فاستبق الورد فلما رأى ذلك نزل عن دابته فأخرج السهم من

ان کا نشانہ کبھی خطا نہیں گیا۔ فرماتے ہیں کہ میں جتنا عرصہ امام بخاری کے پاس رہا صرف دو دفعہ نشانہ خطا ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہم فربر میں تھے کہ ایک دن بندرگاہ والے راستے پر چلے گئے۔ امام بخاری نے تیر چلانے شروع کئے تو سامنے نہر کا ایک پل تھا اس پل کی میخ کو امام بخاری کا ایک تیر آگیا۔ وہ میخ ٹوٹ گئی۔ امام بخاری اسی وقت چوپائے سے اترے اور تیر چلانے بند کر دیئے۔ اور مجھ سے کہا۔

یا ابا جعفر لی الیک حاجة فقلت له ماہی؟ قال اذهب الی

صاحب هذه القنطرة فتقول انا اخللنا بالوتد فنحسب أن تأذن لنا

فی اقامة بدله أو تأخذ ثمنه وتجعلنا فی حل مما کان منا

”کہ ابو جعفر مجھے تجھ سے ایک کام ہے میں نے کہا فرمائیے کیا کام ہے؟ تو امام

بخاری نے فرمایا: اس پل کے مالک کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اس پل کی

میخ کی قیمت وصول کر لو یا ہمیں نئی میخ لگانے کی اجازت دے دو۔ یا ہمیں

ہماری کوتاہی معاف کر دو ہم نے آپ کا نقصان کیا ہے“

دراقت بخاری فرماتے ہیں کہ میں اس پل کے مالک حمید بن اخضر کے پاس گیا اور

امام بخاری کی درخواست اس کے سامنے رکھی۔ تو حمید بن اخضر نے جواب دیا کہ میری

طرف سے امام بخاری کو جا کر سلام پیش کرنا اور کہنا کہ میری تمام مملوکہ چیزیں آپ پر

قربان ہوں۔ ہم نے انہیں یہ نقصان معاف کر دیا۔ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے

جب امام بخاری کو اس کا جواب سنایا۔ تو امام بخاری بہت خوش ہوئے۔ اور مسرت سے

حاشیة صفحة گزشتہ: (۲) الوتد وترك الرمی وقال لنا ارجعوا فرجعنا فقال لی یا ابا جعفر

لی الیک حاجة وهو يتنفس الصعداء فقلت نعم قال: تذهب الی صاحب القنطرة فتقول انا

اخللنا بالوتد فنحسب أن تأذن لنا فی اقامة بدله أو تأخذ ثمنه وتجعلنا فی حل مما کان منا

وکان صاحب القنطرة حمید بن الأخضر فقال لی أبلغ أبا عبد الله السلام وقل له أنت فی

حل مما کان منك فان جمیع ملكی لك الفداء فأبلغته الرسالة فتهلل وجهه وأظهر سرورا

کثیرا وقرأ ذلك الیوم للغرباء خمس مائة حدیث وتصدق بثلاث مائة درهم (رواه فی مقدمة

چہرہ چمکنے لگا۔ جبکہ اس سے قبل افسوس کی وجہ سے ان کا سانس پھولا ہوا تھا اس روز امام بخاری نے خوش ہو کر تین سو درہم صدقہ کئے۔ اور طلبہ کو پانچ سو حدیثیں سنائیں۔

وراق بخاری کا بیان ہے۔ (۱) کہ امام بخاری فرماتے ہیں:

لا يكون لي خصم في الآخرة

”کہ آخرت میں مجھ سے کوئی جھگڑا کرنے والا نہ ہوگا“

تو وراق بخاری فرماتے ہیں کہ یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ لوگ آپ کی تارتخ پر اعتراض کرتے ہیں۔ (۲) کہ آپ نے فلاں فلاں پر تنقید کی ہے تو امام بخاری نے جواب دیا کہ تارتخ میں نقد رجال کے لحاظ سے میں نے کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کی۔ مزید فرمایا:

قال النبي ﷺ بشس أخو العشيرة

”کہ یہ قبیلہ کا برفرد ہے“

وراق بخاری ہی امام بخاری سے نقل کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا:

ما اغتبت أحدا قط منذ علمت أن الغيبة حرام

”کہ جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ غیبت حرام ہے۔ اس وقت سے میں

نے کسی کی غیبت نہیں کی“

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری جرح تضعیف رواۃ کے سلسلہ میں بڑے محتاط واقع ہوئے ہیں۔ (۳) کہ حتی الوسع کسی راوی کے بارے میں کوئی کلمہ نہیں کہتے

(۱) قال سمعت بكر بن منير يقول سمعت محمد بن اسماعيل يقول: اني أرجو أن ألقى الله

ولا يحاسبني أني اغتبت أحدا (تاریخ بغداد ص ۱۳ ج ۲ ومقدمة فتح الباری ص ۴۸۰)

(۲) قال وسمعت يقول لا يكون لي خصم في الآخرة فقلت ان بعض الناس ينقمون عليك

التاريخ يقولون فيه اغتتاب الناس فقال انما روينا ذلك رواية ولم نقله من عند أنفسنا وقد

قال النبي ﷺ بشس أخو العشيرة قال وسمعت يقول ما اغتبت أحدا قط منذ علمت أن الغيبة

حرام (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۰)

(۳) قلت: وللبخاری فی کلامه علی الرجال توقؤ زائد وتحرر بلیغ یشہر لمن تأمل کلامه فی الجرح

والتعدیل فان اکثر ما یقول سکتوا عنه فی نظر ترکوه ونحو هذا (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۰)

زیادہ سے زیادہ یہ کہہ دیں گے:

فیہ نظر، سکتوا عنہ، ترکوہ
اس قسم کے الفاظ امام بخاری استعمال کرتے ہیں۔

فائدہ:

ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں کہ امام بخاری جس راوی کے بارے میں فیہ نظر کے لفظ بولیں تو اس راوی کی حدیث ناقابل احتجاج، ناقابل استشہاد اور ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ ایسے ہی میزان الاعتدال کے مقدمہ میں لکھا ہوا ہے۔ کہ جس راوی کے بارے میں سکتوا عنہ کے لفظ استعمال ہوں وہ راوی ضعیف سمجھا جائے گا۔

وراق بخاری ہی بیان کرتے ہیں۔ (۱) کہ ایک دفعہ ہم فربر میں تھے اور امام بخاری بخاری کی جانب ایک رباط یعنی اصطبل تعمیر کروا رہے تھے۔ امام بخاری کے تعاون کے لئے کافی لوگ جمع ہو چکے تھے۔ امام بخاری خود بھی ان کے ساتھ اینٹیں لاتے تھے میں نے کہا کہ لوگ کافی ہیں آپ کو اینٹیں اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ تو امام بخاری نے جواب دیا کہ میرا کام کرنا ہی مجھے فائدہ دے گا۔ اسی طرح لوگ کام کرتے رہے اور کھانے کے انتظام کے لئے ایک گائے ذبح کی۔ محمد بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ ہم نے فربر جا کر تین درہم کی روٹیاں خریدیں۔ ایک درہم کی پانچ مد روٹیاں تھیں۔ اس طرح تین درہم کی پندرہ مد روٹیاں ملیں۔ ساتھ ایک گائے بھی ذبح کی ہوئی تھی کھانے والوں کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔ سب لوگ کھانا کھا چکے۔ تو پھر بھی

(۱) قال وراقہ ایضا کنا بفربر وکان أبو عبد اللہ یبني رباطا مما یلی بخاری فاجتمع بشر کثیر یعیسونه علی ذلک وکان یقل اللبن فکت أقول له یا أبا عبد اللہ انک تکفی ذلک فیقول هذا الذی ینفعی قال وکان ذبح لهم بقرة فلما أد رکت القدر د عا الناس الی الطعام فکان معه مائة نفس أو أكثر ولم یکن علم أنه یجتمع ما اجتمع وکنا أخرجنا معه من فربر خبزا بثلاثة دراهم وکان الخبز اذ ذاک خمسة أمان بدرهم فألقیناه بین أیدیهم فأکل جمیع من حضر وفضلت أرغفة صالحة (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۱)

روٹیاں بچی ہوئیں تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے میں برکت کر دی۔

وراق بخاری فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ طالب علموں پر بڑا احسان کرتے تھے۔ (۱) اور آپ کی سخاوت افراط کی حد کو پہنچ چکی تھی۔ امام بخاری کا اپنا بیان ہے کہ پانچ سو درہم میری یومیہ آمدنی ہے۔ جس کو میں طالب علموں پر خرچ کر ڈالتا ہوں (۲) امام بخاری خود بہت کم کھانا کھاتے تھے۔ اور روٹی بلا سالن کھاتے تھے۔ چنانچہ ابوالحسن یوسف بن ابو ذر بخاری کا بیان ہے۔ (۳) کہ امام بخاری کا قارورہ بعض طبیبوں پر پیش کیا گیا۔ تو انہوں نے دیکھتے ہی کہا۔ یہ قارورہ عیسائیوں کے پادریوں کے قارورہ سے ملتا جلتا ہے۔ امام بخاری سے دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا ”چالیس سال سے سالن نہیں کھایا“

محمد بن ابی حاتم فرماتے ہیں۔ (۴) کہ امام بخاری نے فرمایا کہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آدم بن ابی ایاس کے پاس گیا تو زاوراہ ختم ہو گیا حتیٰ جعلت أتناول الحشيش ”حتیٰ کہ میں نے گھاس کھانی شروع کر دی“ اسی حالت میں میرا تیسرا دن تھا۔ کہ ایک آدمی میرے پاس آیا۔ اور دیناروں کی ایک تھیلی مجھے دی۔

امام ابو عبد اللہ حاکم نے مقسم بن سعد سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رات کو

(۱) قال وكان قليل الأكل جدا كثير الاحسان الى الطلبة مفرط الكرم (رواه في مقدمة فتح الباری ص ۳۸۱)

(۲) يقول: كنت أستغل في كل شهر خمسمائة درهم فأنفقها في الطلب وما عند الله خير وأبقى (رواه في مقدمة فتح الباری ص ۳۸۰)

(۳) حكى أبو الحسن يوسف بن أبي ذر البخاری أن محمد بن اسماعيل مرض فعرضوا ماء ه على الأطباء فقالوا ان هذا الماء يشبه ماء بعض أساقفة النصارى فانهم لا ياتدمون فصدقهم محمد بن اسماعيل وقال لم آتدم منذ أربعين سنة (رواه في مقدمة فتح الباری ص ۳۸۱)

(۴) قال وراق البخاری سمعته يقول خرجت الى آدم بن أبي ایاس فتأخرت نفقتی حتى جعلت أتناول حشيش الارض فما كان في اليوم الثالث أتاني رجل لا أعرفه فأعطاني صرة فيها دنانير (رواه في مقدمة فتح الباری ص ۳۸۰)

رمضان المبارک میں ایک دفعہ قرآن مجید سناتے تھے۔ ہر رکعت میں بیس آیات تلاوت فرماتے۔ اس طرح پورے رمضان میں ایک دفعہ قرآن مجید ختم ہو جاتا اور سحری کے وقت تین راتوں میں قرآن مجید ختم کر دیتے۔ اس طرح پورے رمضان میں بیس مرتبہ قرآن مجید ختم ہو جاتا۔ رمضان المبارک کے ایک دن میں ایک دفعہ قرآن مجید ختم کر دیتے اس طرح تیس دفعہ قرآن مجید ختم ہو جاتا۔ تو کل رمضان المبارک میں اکتالیس دفعہ قرآن مجید ختم کر لیتے تھے۔ رمضان المبارک میں امام بخاری کثرت سے تلاوت کرتے تھے۔ (۱) وراق بخاری ہی کا بیان ہے۔ کہ امام بخاری رات کو تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے ان تیرہ رکعتوں میں ایک وتر ہوتا تھا۔ (۲)

ابوسعید بکر بن منیر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام بخاری نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ایک بھڑنے آپ کو سترہ مرتبہ ڈسا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ دیکھو مجھے کیا چیز ڈس رہی تھی اور تکلیف دے رہی تھی؟ دیکھا گیا تو ایک بھڑتھا جس نے سترہ جگہ سے امام بخاری کو ڈسا ہوا تھا۔ (۳) وراق بخاری کی روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا:

”كنت في آية فاحببت أن أتمها“ (۴)

(۱) عن مقسم بن سعد قال كان محمد بن اسماعيل البخاري اذا كان اول ليلة من شهر رمضان يجتمع اليه أصحابه فيصلون بهم ويقرأ في كل ركعة عشرين آية وكذلك الى أن يختم القرؤن وكان يقرأ في السحر ما بين النصف الى الثلث من القرآن فيختم عند السحر في كل ثلاث ليال وكان يختم بالنهار في كل يوم ختمة ويكون ختمه عند الافطار كل ليلة ويقول عند كل ختمة دعوة مستجابة (مقدمة فتح الباري ص ۲۸۱، تاريخ بغداد ص ۱۲ ج ۲)

(۲) وكان يصلي في وقت السحر ثلاث عشرة ركعة يوتر منها بواحدة (تاريخ بغداد ص ۱۳ ج ۲)

(۳) قال سمعت أباسعيد بكر بن منير يقول كان محمد بن اسماعيل يصلي ذات يوم فلسعه الزنبور سبع عشرة مرة فلسه فسعى حلاله فلما انظر الى شيء هذا الذي آذاني في صلاتي؟ فنظروا فاذا الزنبور قد ورمه في سبعة عشر موضعا ولم يقطع صلاحته (تاريخ بغداد ص ۱۲ ج ۲، مقدمة فتح الباري ص ۲۸۰)

(۴) محمد بن أبي حاتم الوراق قال: دعى محمد بن اسماعيل الى بستان بعض أصحابه فلما حضرت صلوة الظهر صلى بالقوم ثم قام للتطوع فأطال القيام فلما فرغ من صلاته رفع ذيل

”کہ میں ایک آیت پڑھ رہا تھا میں نے چاہا کہ اسے پورا کر لوں“

اس واقعہ سے امام بخاری کی نماز میں خشوع و سکون والی صفات ظاہر ہو رہی ہیں امام بخاری بے حد متواضع تھے۔ وراق بخاری فرماتے ہیں کہ ایک روز امام بخاری نے ابو معشر نابینا آدمی سے فرمایا اجعلنی فی حل ”کہ مجھے معاف کر دیجئے“ تو اس نابینا آدمی نے پوچھا: کیا چیز میں آپ کو معاف کر دوں؟ تو امام بخاری نے فرمایا:

رویت حدیثا یوما فنظرت الیک وقد أعجبت به وأنت
تحرك رأسک ویدیک فتبسمت من ذلک قال أنت فی
حل یرحمک اللہ یا أبا عبد اللہ (۱)

”کہ میں نے ایک دن حدیث بیان کی وہ تجھے بھلی معلوم ہوئی میں نے دیکھا تو اپنا سر اور ہاتھ ہلا رہا تھا۔ تو میں یہ دیکھ کر مسکرا دیا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ وہ تو نابینا آدمی ہے اسے کیا معلوم ہے؟ تو اس نابینا نے کہا کہ میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ اے ابو عبد اللہ اللہ آپ پر رحم فرمائے“

تو اس واقعہ سے امام بخاری کی تواضع ظاہر ہوتی ہے کہ ایک نابینا آدمی سے معافی طلب کرتے ہوئے عار محسوس نہیں کرتے۔

امام بخاری مستجاب الدعوات تھے۔ دعا کرتے تو فوراً قبول ہو جاتی تھی وراق بخاری بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا:

حاشیة صفحة گزشتہ: قمیصہ فقال لبعض من معه: انظر هل ترى تحت قمیصی شیئا؟ فاذا
زنبور قد أبره فی ستة عشر أو سبعة عشر موضعا وقد تورم من ذلک جسده وکان آثار
الزنبور فی جسده ظاهرة فقال له بعضهم: کیف لم تخرج من الصلوة فی أول ما أبرک؟ فقال
كنت فی سورة فأحببت أن أتمها. تاریخ بغداد ص ۱۳ ج ۲ وقال عن محمد بن أبی حاتم وراقه
وقال فی آخرها كنت فی آية فأحببت أن أتمها (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۱)

(۱) قال وسمعتہ یقول لأبى معشر الضریبر اجعلنی فی حل یا أبا معشر فقال من أى شیء فقال
رویت حدیثا یوما فنظرت الیک وقد أعجبت به وأنت تحرك رأسک ویدیک فتبسمت من
ذلک قال أنت فی حل یرحمک اللہ یا أبا عبد اللہ (رواه فی مقدمة فتح الباری ص ۴۸۰)

دعوت ربی مرتین فاستجاب لی یعنی فی الحال فلا أحب

أن أدعو بعد فلعله ينقص حسناتی (۱)

”کہ میں دو مرتبہ اپنے رب سے دعا کی اس نے فوراً قبول کر لی اب میرا جی نہیں چاہتا کہ خدا سے دعا کروں جس سے میری نیکیوں میں کمی آجائے“
کہ اللہ قیامت کے دن کہے کہ میں نے تیری دعا قبول کی اور نیکیاں کم ہو گئی ہیں۔
ایک مرتبہ امام بخاری نے حدیث بیان کی تو کسی نے پوچھا کہ اس کے اندر اخبار کی تصریح موجود ہے؟ تو امام بخاری نے فرمایا:

یا أبا فلان ترانی أدلس وقد تروکت عشرة آلاف حدیث لرجل

فیه نظر وترکت مثلها أو أكثر منها لغيره لی فیه نظر (۲)

مقصد یہ تھا کہ میں مدلس نہیں ہوں۔ یہ حدیث مسموع ہے مزید فرمایا کہ میں تو سماع حدیث میں اس قدر محتاط ہوں کہ لرجل فیه نظر کی وجہ سے میں نے اس کی دس ہزار حدیثیں چھوڑ دیں۔ اتنی ہی یا اس سے زیادہ احادیث دوسرے راویوں میں علت ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیں۔ امام بخاری تدلیس نہیں کرتے تھے۔ اگر وہ کوئی بات اپنے شیخ سے بصیغہ قال یا عن بیان کریں تو وہ سماع پر محمول ہوگی۔

علی بن محمد بن منصور امام بخاری کے شاگرد ہیں وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم ایک مرتبہ امام بخاری کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے امام بخاری کی ڈاڑھی سے تنکا اٹھا کر نیچے پھینک دیا۔ (۳) تو امام بخاری ایک نظر سے لوگوں کو اور دوسری نظر

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۲۸۰

(۲) تاریخ بغداد ص ۲۵ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۲۸۱

(۳) سمعت علی بن محمد بن منصور یقول سمعت أبی یقول: کنا فی مجلس أبی عبد اللہ محمد بن اسماعیل فرفع انسان من لحيته قذاة فطرحها علی الارض قال رأیت محمد بن اسماعیل ينظر اليها والی الناس فلما غفل الناس رأیته مد يديه فرفع القذاة من الارض فأدخلها فی كفه فلما خرج من المسجد رأیته أخرجه فطرحها علی الارض (رواه فی تاریخ بغداد ص ۱۳ ج ۲، وفي مقدمة فتح الباری ص ۲۸۱)

سے تنکے کو دیکھتے تھے۔ جب دیکھا کہ لوگ اس سے غافل ہو گئے ہیں تو تنکے کو اٹھالیا جب مسجد سے باہر گئے۔ تو اس کو باہر پھینک دیا۔ گویا انہوں نے سمجھا کہ جو چیز میری ڈاڑھی میں نہیں رہ سکتی وہ مسجد میں کیسے رہ سکتی ہے؟

امام بخاری کے ناصحانہ اشعار

امام حاکم نے اپنی تاریخ میں امام بخاری سے کچھ ناصحانہ اشعار نقل کئے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری میں شعر گوئی کا ملکہ بھی موجود تھا اور اچھے شعر کہنے پر قادر تھے امام حاکم نے جو اشعار نقل کئے ہیں ان میں سے نمونہ کے طور پر چند ایک یہ ہیں۔

اغتنم فی الفراغ فضل ركوع : فعسى أن يكون موتك بغنة

کم صحیح رأیت من غیر سقم : ذهب نفسه الصحیحة لئلا (۱)

”فارغ اوقات میں نفل نوافل کو غنیمت سمجھو۔ ہو سکتا ہے کہ تجھے اچانک موت

آجائے۔ میں نے کتنے ہی تندرست اور صحت مند لوگوں کو دیکھا ہے کہ

تندرست نفس یکا یک ختم ہوا۔ اور وہ موت کے گھاٹ اتر گیا“

امام بخاری کی یہ نصیحت بہت مفید ہے کہ فارغ وقت اللہ کی عبادت میں گزاریں اور

عجیب اتفاق ہے کہ امام بخاری کی اچانک موت ہو گئی کسی کو خیال بھی نہ تھا کہ موت ہو جائے گی

مشہور محدث ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن داری جب فوت ہوئے تو اطلاع ملنے پر

امام بخاری نے یہ شعر پڑھا (۲)

ان عشت تفجع بالاحبة کلهم : وفناء نفسک لا ابا لک افجع

”اگر آپ زندہ رہتے تو اپنے تمام دوستوں کا غم کھاتے۔ اور تیرے نفس کا فنا

ہونا زیادہ گھبراہٹ کن ہے“

ان اشعار سے امام بخاری کے قادر الکلام ہونے پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۱

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۱

امام بخاری اپنے اساتذہ کی نظر میں

امام بخاری کے شیخ حضرت سلیمان بن حرب نے امام بخاری کو دیکھ کر فرمایا تھا ہذا یكون له صیت (۱) ”کہ اس شخص کو شہرت حاصل ہوگی“ سلیمان بن حرب کی یہ پیش گوئی سچی نکلی امام بخاری کو چار دانگ شہرت حاصل ہوئی امام بخاری کے استاد حضرت احمد بن حفص نے سلیمان بن حرب سے ملتی جلتی پیش گوئی فرمائی (۲)

وراق بخاری ابو جعفر محمد بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا آپ بیان کر رہے تھے کہ جب میں اپنے شیخ حضرت اسماعیل بن ابی اویس کی احادیث سے کچھ احادیث لیتا۔ تو میرے استاد میری منتخب شدہ احادیث کو اپنے لئے لکھوا لیتے اور فرماتے:

هذه الأحادیث قد انتخبها محمد بن اسماعیل من حدیثی (۳)

”کہ یہ وہ احادیث ہیں جن کو محمد بن اسماعیل نے میری حدیثوں سے منتخب کیا ہے“

تو امام بخاری کے استاد نے امام بخاری کے انتخاب کو پسند کیا ہے جس سے امام بخاری کی علم حدیث پر دسترس اور بالغ نظری ظاہر ہوتی ہے۔ امام بخاری ہی کا بیان ہے کہ ایک روز کچھ اصحاب الحدیث جمع ہوئے اور کہا۔ کہ اسماعیل بن ابی اویس سے درخواست کرو کہ کچھ زیادہ حدیثیں سنائیں تو میں ان کی یہ درخواست لے کر استاد صاحب کے پاس گیا۔ کہ طلبہ چاہتے ہیں کہ آپ زیادہ حدیثیں سنائیں۔ تو اسماعیل نے اپنی لوٹھی کو حکم دیا کہ جاؤ دیناروں کی ایک تھیلی لاؤ۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ لوٹھی گئی اور دیناروں کی ایک تھیلی لائی وہ تھیلی اسماعیل بن ابی اویس نے مجھے دے دی۔ اور فرمایا کہ یہ دینار اپنے ساتھیوں میں تقسیم کرو۔ تو امام بخاری نے فرمایا کہ طلبہ

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۸۲

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۸۲

(۳) تاریخ بغداد ص ۱۹ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۸۲

مقدمہ میں قد انتخبها سے قد کالفظ نہیں۔

زیادہ حدیثیں سننا چاہتے ہیں۔ تو استاد نے جواب دیا کہ زیادہ حدیثیں سناؤں گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ مال بھی تقسیم کر دیں۔ (۱) اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری اپنے شیخ کی نظروں میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔

اسماعیل بن ابی اویس نے اپنے شاگرد امام بخاری سے فرمایا: (۲)

انظر فی کتبی و جمیع ما املك لك وانا شاكر لك

ابدا ما دمت حيا

”کہ آپ میری احادیث پر نظر کر دیں، تو میرا یہ تمام مال آپ کے لئے ہے اور

جب تک میں زندہ رہوں گا آپ کا شکر گزار رہوں گا“

تو اسماعیل بن ابی اویس کی اس درخواست سے امام بخاری کا علم حدیث پر وسیع

المنظر ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

حاشد بن اسماعیل کا بیان ہے کہ امام بخاری کے شیخ ابو مصعب احمد بن ابی بکر

الزہری نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ امام بخاری ہمارے نزدیک علم حدیث میں امام احمد بن

حنبل سے بھی زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔ اور نقاہت میں بھی ایسی ہی بصیرت ہے تو

جلساء مجلس میں سے کسی نے اعتراض کیا جاوزت الحد ”کہ آپ نے یہ کہہ کر حد

سے تجاوز کیا ہے“ تو اس کے جواب میں ابو مصعب زہری فرمانے لگے:

لو ادرکت مالکاً ونظرت الی وجهه ووجه محمد بن

اسماعیل لقلت کلاهما واحد فی الحدیث والفقہ

”کہ حدیث اور فقہ میں امام احمد بن حنبل سے امام مالک کے مرتبہ کا بڑھا ہوا

ہونا مسلم ہے۔ اگر آپ امام مالک کے چہرے اور محمد بن اسماعیل کے چہرے کو

دیکھتے تو کہتے کہ حدیث اور فقہ میں دونوں ایک ہیں“ (۳)

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲

(۳) تاریخ بغداد ص ۹ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲

تو ابو مصعب احمد بن ابی بکر زہری کے اس بیان سے امام بخاری کی حدیث دانی اور فقہ دانی پر روشنی پڑتی ہے۔ کہ امام بخاری کس قدر بلند مقام رکھتے ہیں۔

امام بخاری کے استاد عبدان بن عثمان مروزی فرماتے ہیں: (۱)

ما رأيت بعيني شابا أبصر من هذا وأشار الي محمد بن اسماعيل

”کہ میں نے اس نوجوان سے زیادہ بصیرت والا شخص نہیں دیکھا۔ نوجوان

سے مراد واضح کرنے کے لئے امام بخاری محمد بن اسماعیل کی طرف اشارہ کیا“

امام بخاری کے مشہور استاد قتیبہ بن سعید جو امام مسلم، امام ابو داؤد، امام نسائی امام

ترمذی اور امام ابن ماجہ کے بھی استاد ہیں۔ اپنے دور کے بہت بڑے محدث ہیں یہ امام

بخاری کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

قول اول:

ان کا پہلا قول یہ ہے۔ (۲)

جالست الفقهاء والزهاد والعباد فما رأيت منذ عقلت مثل

محمد بن اسماعيل وهو في زمانه كعمر في الصحابة

”میں نے فقہاء، زاہدوں اور عبادت گزاروں کی مجلس کی۔ تو جب سے میں

نے ہوش سنبھالا ہے میں نے امام بخاری جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ مزید فرماتے

ہیں کہ امام بخاری اپنے دور میں ایسے ہیں جیسے صحابہ کرام کے دور میں حضرت

عمر رضی اللہ عنہ تھے“

قول ثانی:

حضرت قتیبہ بن سعید کا دوسرا قول یہ ہے۔ (۳)

(۱) يقول سمعت عبدان يقول: ما رأيت بعيني شابا أبصر من هذا وأشار بيده الي محمد بن

اسماعيل (رواه في تاريخ بغداد ص ۲۲ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۳۸۲)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۲

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۲

لو كان محمد بن اسماعيل في الصحابة لكان آية
 ”کہ امام بخاری اگر صحابہ کرام کے دور میں ہوتے تو ایک نشانی ہوتے“

قول ثالث:

محمد بن یوسف ہمدانی کا بیان ہے۔ (۱) کہ ہم ایک مرتبہ قتیبہ بن سعید کی مجلس میں موجود تھے تو وہاں ابو یعقوب نامی شخص حضرت قتیبہ بن سعید سے امام بخاری کے متعلق پوچھنے لگا۔ تو قتیبہ بن سعید نے فرمایا:

يا هؤلاء نظرت في الحديث ونظرت في الرأي وجالست الفقهاء

والزهاد والعباد فما رأيت منذ عقلت مثل محمد بن اسماعيل

”کہ میں نے فقہاء، زاہدوں اور عبادت گزاروں کی مجلس کی ہے۔ جب سے

میں نے ہوش سنبھالا ہے۔ محمد بن اسماعیل جیسا کوئی نہیں دیکھا“

ابو عمرو کرمانی فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ کے اندر حضرت قتیبہ بن سعید کا قول

لقد رحل الي من شرق الارض ومن مغربها فما رحل الي

مثل محمد بن اسماعيل (۲)

”میری طرف زمین کے مشرق و مغرب سے لوگوں نے سفر کیا ہے لیکن محمد بن

اسماعیل جیسا آدمی میری طرف کوئی نہیں آیا“

حضرت مہیار کے سامنے پیش کیا کہ قتیبہ بن سعید نے امام بخاری کی یہ تعریف کی

ہے۔ تو حضرت مہیار نے فرمایا:

صدق قتيبة أنا رايته مع يحيى بن معين وهما جميعا يختلفان

الي محمد بن اسماعيل فرأيت يحيى منقادا له في المعرفة

”کہ میں نے قتیبہ بن سعید اور یحییٰ بن معین دونوں کو امام بخاری کے پاس

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۲۸۲

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۲۸۲

آتے جاتے دیکھا ہے اور میں نے دیکھا کہ یحییٰ بن معین علم حدیث میں امام بخاری کی بات تسلیم کرتے ہیں“

تو مشائخ کا امام بخاری کے پاس آنا جانا اور معرفت حدیث میں ان پر اعتماد کرنا امام بخاری کی علم حدیث میں بالغ نظری پر ایک زبردست دلیل ہے۔

محمد بن یوسف ہمدانی فرماتے ہیں کہ (۱)

سئل قتیبہ عن طلاق السكران فدخل محمد بن اسماعيل فقال قتیبة للسائل هذا أحمد بن حنبل واسحق بن راهويه وعلی بن المدینی قد ساقهم الله اليك وأشار الى البخاری ”کہ قتیبہ بن سعید سے طلاق سکران کے بارے میں پوچھا گیا کہ نشے کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اتنے میں امام بخاری محمد بن اسماعیل آگئے تو امام بخاری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ احمد بن حنبل اسحق بن راہویہ اور علی بن مدینی سب کو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے لے آیا ہے“

تو امام بخاری کو ان آئمہ دین اور محدثین کے نام سے تشبیہ دینا ان کی فن حدیث وفقہ میں زبردست مہارت کے سلسلہ میں بہت بڑی شہادت ہے۔

ابراہیم بن محمد بن سلام کا کہنا ہے۔ (۲)

كان الرتوت من أصحاب الحديث مثل سعيد بن أبي مریم وحجاج بن منہال واسماعیل بن اویس والحمیدی ونعیم بن حماد والعدنی یعنی محمد بن یحییٰ بن عمر والخلال یعنی الحسین بن علی الحلوانی ومحمد بن میمون وابراہیم بن المنذر وأبی کریم محمد بن العلاء وأبی سعید عبد الله بن سعید الأشج وابراہیم بن موسیٰ

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۲

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۲

الفراء وأمثالهم يقضون لمحمد بن اسمعيل على أنفسهم
 في النظر والمعرفة“ الرتوت الرؤساء
 ”کہ مذکورہ بالا رئیس اصحاب الحدیث اور ان جیسے دیگر مشائخ نظر و معرفت
 میں اپنے خلاف امام بخاری کے حق میں فیصلہ دیا کرتے تھے“
 زتوت کا معنی بڑے بڑے محدثین وہ بھی اپنے اختلاف کے وقت اپنی بات چھوڑ
 کر امام بخاری کی بات تسلیم کیا کرتے تھے۔
 محمد بن قتیبہ بخاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے لیک دن ابو عاصم نبیل کے پاس
 ایک لڑکا دیکھا تو میں نے پوچھا۔

من أين؟ فقال من بخاری فقلت له ابن من؟ فقال ابن

اسماعيل فقلت أنت من قرابتی (۱)

”کہ آپ کس علاقے سے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا۔ بخاری سے میں نے
 پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا اسماعیل کا تو محمد بن قتیبہ نے کہا کہ آپ
 میرے رشتہ داروں سے ہیں“

ابو عاصم کی موجودگی میں کسی نے کہا کہ یہ لڑکا اپنے بڑوں اور اساتذہ کا ہم پلہ ہے
 امام احمد بن حنبل کے لڑکے عبداللہ نے اپنے باپ امام احمد بن حنبل سے حفاظ کی
 بابت دریافت کیا۔ تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

شبان من خراسان فعده فيهم فبدأ به (۲)

کہ خراسان کے حفاظ جو انوں کو شمار کرتے ہوئے امام بخاری کو ان میں شمار کیا
 بلکہ سب سے پہلے امام بخاری کا نام لیا۔

(۱) فقلت له من أين؟ قال من بخاری قلت ابن من؟ قال ابن اسماعيل فقلت أنت من قرابتی
 فقال لي رجل بحضرة أبي عاصم هذا الغلام يناطح الكباش يعني يقاوم الشيوخ (رواه في

مقدمة فتح الباری ص ۳۸۲، فی تاریخ بغداد ص ۱۸ ج ۲)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۳

ابوبکر خطیب بغدادی نے بسند صحیح امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے۔ (۱)

ما أخرجت خراسان مثل محمد بن اسماعيل
”کہ خراسان میں محمد بن اسماعیل جیسا کوئی نہیں پیدا ہوا“

امام بخاری کے شیخ باوقار امام بندار محمد بن بشار رحمہما اللہ العزیز الغفار فرماتے ہیں (۲)
هو أفقه خلق الله في زماننا

”کہ امام بخاری موجودہ دور میں اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں“

فربری فرماتے ہیں میں نے محمد بن ابی حاتم سے سنا وہ کہتے ہیں۔ میں نے حاشد بن اسماعیل سے سنا۔ حاشد بن اسماعیل فرماتے ہیں۔ (۳)

كنت في البصرة فسمعت بقدم محمد بن اسماعيل فلما

قدم قال محمد بن بشار قدم اليوم سيد الفقهاء

”کہ میں بصرہ میں تھا۔ میں نے سنا کہ امام بخاری بصرہ میں تشریف لارہے

ہیں۔ جب امام بخاری تشریف لائے۔ تو ان کی آمد پر محمد بن بشار نے فرمایا

آج فقہاء کے سردار تشریف لائے ہیں“

محمد بن ابراہیم البوشنجی کا بیان ہے کہ میں نے بندار سے ۲۲۸ھ میں سنا

وہ فرما رہے تھے:

ما قدم علينا مثل محمد بن اسماعيل وقال بندار انا افتخر

(۱) سمعت عبد الله بن أحمد بن حنبل يقول سمعت أبي يقول ما أخرجت خراسان مثل

محمد بن اسماعيل (رواه في تاريخ بغداد ص ۲۱ ج ۲، في مقدمة فتح الباری ص ۴۸۲)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳.

(۳) قال نبأنا محمد بن أبي حاتم قال سمعت حاشد بن اسماعيل يقول: كنت بالبصرة

فسمعت بقدم محمد بن اسماعيل فلما قدم قال محمد بن بشار: دخل اليوم سيد الفقهاء

(رواه في تاريخ بغداد ص ۱۶ ج ۲، في مقدمة فتح الباری) قال محمد بن بشار، قدم اليوم

سيد الفقهاء.

به منذ سنين (۱)

”کہ کافی آدمی میرے پاس آئے لیکن محمد بن اسماعیل جیسا کوئی نہیں آیا۔ اور بندار نے مزید فرمایا کہ میں کئی سالوں سے امام بخاری پر فخر و ناز کر رہا ہوں“ تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلاف کے اندر اپنے لائق شاگردوں پر کس قدر خوشی ہوتی تھی۔ وہ ان کو رقیب نہیں سمجھتے تھے۔

امام بخاری کے استاد عبداللہ بن یوسف تئیسوی نے امام بخاری سے فرمایا: میری کتابوں پر نظر کرو اور جو غلطی نظر آئے اس کی مجھے اطلاع دو۔ امام بخاری نے جواب دیا کہ جی ہاں میں یہ کام کر دوں گا۔ اس واقعہ سے امام بخاری کی وسعت علمی ظاہر ہوتی ہے کہ استاد کی کتب کی تصحیح کرتے ہیں۔ (۲)

امام بخاری کے استاد محمد بن سلام بیکندی نے بھی اپنی کتابیں امام بخاری پر پیش کیں اور کہا کہ جو بات غلط نظر آئے اس پر نشان لگا دو (۳) محمد بن سلام ہی فرماتے ہیں کہ جب بھی امام بخاری محمد بن اسماعیل مجھ پر داخل ہوتے ہیں تو حیران ہو جاتا ہوں اور ڈرتا ہوں۔ (۴) یعنی کہیں ان کی موجودگی میں خطا کر جاؤں۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے جس سال پہلا حج کیا تو میری عمر اٹھارہ برس

(۱) نبأنا محمد بن أبي حاتم قال سمعت محمد بن اسماعيل البخاري يقول: لما دخلت البصرة صرت الى مجلس محمد بن بشار فلما خرج وقع بصره على فقال من أين الفتى؟ قلت من أهل بخارى قال كيف تركت أبا عبد الله؟ فأمسكت فقال له أصحابه رحمك الله هو أبو عبد الله فقام فأخذ بيدي وعانقني وقال مرحبا بمن أفتخر به منذ سنين (تاريخ بغداد ص ۷۱ ج ۲)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳

(۳) قال محمد بن أبي حاتم سمعت محمد بن اسماعيل يقول: قال لي محمد بن سلام (البيكندی) أنظر في كتبتي فما وجدت فيها من خطأ فاضرب عليه كي لا أرويه ففعلت ذلك وكان محمد بن سلام كتب عند الأحاديث التي أحكمها محمد بن اسماعيل رضي الفتى وفي الأحاديث الضعيفة لم يرض الفتى فقال له بعض أصحابه من هذا الفتى؟ فقال: هو

الذي ليس مثله محمد بن اسماعيل (تاريخ بغداد ص ۲۲ ج ۲)

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۳

تھی۔ وہاں میں امام حمیدی کے پاس گیا۔ تو امام حمیدی کا کسی دوسرے محدث سے کسی حدیث کے بارے میں جھگڑا تھا۔ تو امام حمیدی نے مجھے دیکھ کر فرمایا (۱)

جاء من يفصل بيننا فعرضنا على الخصومة فقضيت

للهمیدی و كان الحق معه

”کہ اب وہ شخص آگیا ہے جو ہمارے درمیان فیصلہ کرنے گا۔ انہوں نے مجھ پر جھگڑا پیش کیا تو میں نے امام حمیدی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ کیونکہ امام حمیدی کی بات درست تھی“

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ استاد نزاعی معاملات میں امام بخاری سے فیصلہ کروایا کرتے تھے۔

حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کے استاد اسحاق بن راہویہ ایک مرتبہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ امام بخاری بھی وہاں موجود تھے۔ اسحاق بن راہویہ نے ایک حدیث پیش کی۔ جس پر امام بخاری نے لقمہ دیا۔ تو اسحاق بن راہویہ نے امام بخاری کی بات کو تسلیم کیا۔ اور حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”يامعشر أصحاب الحديث انظروا الى هذا الشاب واكتبوا

عنه فانه لو كان في زمن الحسن بن أبي الحسن البصري

لاحتاج اليه لمعرفة بالحديث وفقهه (۲)

”کہ اصحاب الحدیث کی جماعت: تم اس جوان کو دیکھو اور اس سے حدیثیں لکھو اگر یہ حسن بصری کے زمانہ میں ہوتے تو وہ بھی ان کی معرفت حدیث اور فقہت کی وجہ سے ان کے محتاج ہوتے“

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ استاد اسحاق بن راہویہ نے امام بخاری کے لقمہ سے حدیث کی تصحیح کی۔ اور لوگوں کو آپ سے حدیثیں لکھنے کا حکم دیا۔

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۲۸۳

(۲) تاریخ بغداد ص ۲۷ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۲۸۳

امام بخاری کا بیان ہے۔ (۱) کہ اسحاق بن راہویہ ایک مرتبہ میری تصنیف کردہ تاریخ لے کر امیر عبداللہ بن طاہر کے پاس پہنچے تو کہا:

ایہا الامیر الا اریک سحرا

”کہ اے امیر عبداللہ بن طاہر کیا میں آپ کو جادو نہ دکھاؤں؟“

امام بخاری ہی کا بیان ہے۔ (۲) کہ ایک مرتبہ اسحاق بن راہویہ سے حالت نسیان میں دی گئی طلاق کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا۔ تو اسحاق بن راہویہ کچھ متماثل سے ہو گئے۔ جواب کوئی نہ دیا تو امام بخاری فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کہا:

قال النبی ﷺ ان الله تجاوز عن امتی ما حدثت به أنفسها

مالم تعمل أو تکلم

”کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل سے پیدا ہونے والی اشیاء کو معاف کر دیا

ہے۔ جب تک وہ دل میں آئی ہوئی چیز کے متعلق بات نہ کر لیں یا عمل نہ کر لیں“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل اور کلام کے اندر قلبی ارادہ موجود ہو۔ تو وہ عمل نافذ ہوگا اگر کلام اور عمل میں ارادہ موجود نہ ہو تو وہ نافذ نہ ہوگا۔ جس نے طلاق دی اور طلاق کا ارادہ نہیں کیا تو طلاق نہیں ہوگی۔ تو اسحاق بن راہویہ نے سن کر فرمایا

قویتنی قواک اللہ و افتی بہ

”تو نے میری ہمت باندھی اللہ تجھے قوت دے اور اسی قول پر فتویٰ دیا“

اس واقعہ سے امام بخاری کی فتاہت کے ساتھ ساتھ ان کا اپنے اساتذہ کی نظر میں مقام اور مرتبہ بھی ظاہر ہو رہا ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

ما استصغرت نفسی عند أحد الا عند علی بن المدینی

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۳

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۳

وربما كنت أغرب عليه (۱)

”کہ میں نے اپنے آپ کو علی بن مدینی کے بغیر کسی کے پاس چھوٹا نہیں سمجھا اور بسا اوقات میں ان پر بھی غریب حدیثیں پیش کرتا تھا“

حامد بن احمد کا بیان ہے۔ کہ جب یہ بات علی بن مدینی کے سامنے پیش کی گئی تو علی بن مدینی نے فرمایا: دع قبولہ ہو مارأی مثل نفسه ”کہ اس کی بات کو چھوڑ دو۔ اس نے اپنے جیسا نہیں دیکھا“ تو امام بخاری نے علی بن مدینی کی بات کی تصدیق کر دی۔ تو امام بخاری کے ان اساتذہ کے اقوال سے تین چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔

۱۔ علم حدیث میں معرفت اور پختگی

۲۔ اساتذہ کی نظر میں امام بخاری کی نقاہت و بصارت

۳۔ امام بخاری کی مہارت اور دسترس۔

امام بخاری ہی کا بیان ہے کہ استاد علی بن مدینی مجھ سے خراسان کے مشائخ کے متعلق پوچھا کرتے تھے۔ تو میں ان کو بتا دیتا تھا۔ کہ فلاں شیخ اس قسم کا ہے۔ اس ضمن میں میں نے محمد بن سلام کا تذکرہ کیا تو وہ ان کی معرفت میں نہ آسکے۔ آخر مجھے ایک دن فرمایا:

يا ابا عبد الله كل من أثنيت عليه فهو عندنا الرضى (۲)

”کہ آپ ہمارے پاس جس کی تعریف کریں وہ ہمارے ہاں بھی پسندیدہ ہے“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اساتذہ امام بخاری پر کس قدر اعتماد کرتے تھے۔

(۱) حدثني فتح بن نوح النيسابوري قال أتيت علي بن المديني فرأيت محمد بن اسماعيل جنالسا عن يمينه وكان اذا حدث التفت ليه مهابة له وقال البخاري ما استصغرت نفسي عند أحد الا عند علي بن المديني وربما كنت أغرب عليه قال حامد بن أحمد فذكر هذا الكلام لعلي بن المديني فقال لي دع قوله هو مارأى مثل نفسه (مقدمة فتح الباري ص ۳۸۳) وقال اسحق حدثني حامد بن علي قال ذكر لعلي بن المديني قول محمد بن اسماعيل ما تصاغرت نفسي عند أحد الا عند علي بن المديني فقال ذروا قوله هو مارأى مثل نفسه (تاريخ بغداد ص ۱۸ ج ۲)

(۲) تاريخ بغداد ص ۱۷ ج ۲، مقدمة فتح الباري ص ۳۸۳

امام بخاری کا بیان ہے۔ (۱) کہ ایک روز ابو حفص عمرو بن علی الفلاس کے اصحاب نے ایک حدیث کے متعلق مجھ سے مذاکرہ کیا۔ تو امام بخاری فرماتے ہیں:

فقلت لا عرفه

”کہ میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا“

فسروا بذلك وساروا الى عمرو بن علي فقالوا له ذاكرنا
محمد بن اسماعيل بحديث فلم يعرفه فقال عمرو بن علي

حديث لا يعرفه محمد بن اسماعيل ليس بحديث

”تو وہ اس بات پر خوش ہوئے۔ اسی عالم میں عمرو بن علی الفلاس کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ ہم نے محمد بن اسماعیل سے ایک حدیث کا مذاکرہ کیا تو وہ نہیں پہچان سکے“

ان کا خیال یہ تھا کہ استاد صاحب کے پاس حدیث پیش کرنے سے حدیث کا اصل نکل آئے گا۔ اور امام بخاری کی لاعلمی ظاہر ہو جائے گی۔

”تو عمرو بن علی الفلاس نے جواب دیا کہ جس حدیث کو محمد بن اسماعیل نہ پہچانیں وہ حدیث ہی نہیں“

امام فلاس کے اس بیان سے امام بخاری کی وسعت معرفت حدیث اور بالغ نظری ظاہر ہوتی ہے۔

امام بخاری کے استاد رجاء بن رجاء فرماتے ہیں۔ (۲)

فضل محمد بن اسماعيل على العلماء كفضل الرجال على النساء

”کہ علماء پر امام بخاری کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح عورتوں پر مردوں کو فضیلت حاصل ہے“

مزید فرماتے ہیں:

(۱) تاریخ بغداد ص ۱۸ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۸۳

(۲) تاریخ بغداد ص ۲۵ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۸۳ واللفظ للمقدمة

هو آية من آيات الله تمشي على ظهر الارض (۱)

”کہ وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو روئے زمین پر چل پھر رہی ہے“

امام بخاری کے استاد حسین بن حریث فرماتے ہیں۔ (۲)

لا أعلم انی رأیت مثل محمد بن اسماعیل کأنه لم یخلق الا للحلیث

”کہ میرے علم میں نہیں کہ میں نے محمد بن اسماعیل جیسا دیکھا ہو گویا ان کو

صرف حدیث کے لئے پیدا کیا گیا ہے“

ابوبکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبداللہ بن نمیر دونوں امام بخاری کے استاد ہیں دونوں

فرماتے ہیں ”ہم نے محمد بن اسماعیل کی نظیر نہیں دیکھی (۳) اور ابوبکر بن ابی شیبہ

نے آپ کا نام بازل رکھا ہوا تھا۔ بازل سے مراد کمال ہے یہ ان کے کمال کی بہت بڑی

نشانی ہے۔ ابو عیسیٰ ترمذی کا بیان ہے۔ (۴) کہ امام بخاری اپنے شیخ عبداللہ بن نمیر

کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب امام بخاری کھڑے ہوئے تو انہوں نے فرمایا:

یا ابا عبد الله جعلك الله زين هذه الامة

استاد صاحب نے امام بخاری کے لئے دعا کی:

”اے ابو عبداللہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس امت کی زینت بنائے“

امام ترمذی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن نمیر کی دعا قبول کر لی۔

ابو عبداللہ فربری فرماتے ہیں۔ (۵)

رأیت عبد الله بن منیر یکتب عن البخاری وسمعتہ یقول

انا من تلامذته

(۱) تاریخ بغداد ص ۲۵ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۳۸۳ واللفظ للمقدمة

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۳

(۳) أحمد بن الضو قال سمعت أبابکر بن أبی شیبہ و محمد بن عبد الله بن نمیر یقولان ما

رأینا مثل محمد بن اسماعیل (تاریخ بغداد ص ۱۹ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۳۸۳)

(۴) تاریخ بغداد ص ۲۶ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۳۸۳

(۵) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۳

کہ میں نے عبداللہ بن منیر کو دیکھا کہ وہ امام بخاری سے حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ اور میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ میں امام بخاری کے شاگردوں سے ہوں۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ (۱) کہ عبداللہ بن منیر امام بخاری کے شیوخ سے ہیں۔ امام بخاری نے جامع صحیح میں ان سے حدیث بیان کی ہے اور عبداللہ بن منیر کی وفات احمد بن حنبل کی وفات والے سال ہے۔ تو امام بخاری کے استاد کا اپنے آپ کو امام بخاری کے شاگردوں میں شمار کرنا امام بخاری کے شرف و فضل کے لئے شاہد عدل ہے۔

حاشد کا بیان ہے۔ (۲) کہ امام بخاری کے استاد عمرو بن زرارہ اور محمد بن رافع دونوں امام بخاری سے علل حدیث کے متعلق سوال کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے۔ کہ امام بخاری علمی بصیرت میں ہم سے زیادہ ہیں۔ اور حاشد ہی کا بیان ہے کہ ہم ایک دن عمرو بن زرارہ اور اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں تھے۔ اسحاق بن راہویہ امام بخاری کے ذریعے محدثین کو حدیثیں لکھوار ہے تھے۔ اور محدثین ان سے حدیثیں لکھ رہے تھے۔

واسحاق يقول هو أبصر مني

”اور اسحاق بن راہویہ ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے تھے کہ امام بخاری مجھ سے

زیادہ بصیرت رکھتے ہیں“

امام بخاری اس وقت نوجوان تھے۔

امام بخاری کے استاد محیی بن جعفر بیکندی فرماتے ہیں۔ (۳)

لو قدرت أن أزيد من عمري في عمر محمد بن اسماعيل

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۲۸۳

(۲) قال سمعت حاشد بن عبد الله بن عبد الواحد يقول رأيت عمرو بن زرارة ومحمد بن رافع عند محمد بن اسماعيل وهما يسألانه عن علل الحديث فلما قاما قالوا لمن حضر المجلس لا تخدعوا عن أبي عبد الله فإنه أفقه منا وأعلم وأبصر (رواه في تاريخ بغداد ص ۲۷ ج ۲ مقدمة فتح الباری ص ۲۸۳)

(۳) تاريخ بغداد ص ۲۳ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۲۸۳

لفعلت فان موتی يكون موت رجل واحد وموت محمد بن

اسماعيل فيه ذهاب العلم

”اگر میرے اختیار میں ہو کہ اپنی عمر سے امام بخاری کی عمر میں اضافہ کروں۔ تو میں یہ ضرور کروں۔ کیونکہ میری موت ایک آدمی کی موت ہوگی اور امام بخاری کی وفات سے علم چلا جائے گا“

یہی استاد مزید فرماتے ہیں: کہ اگر بخاری کے اندر امام بخاری نہ ہوں تو میں

بخاری کے اندر رہنا ہی پسند نہ کروں۔ (۱)

عبداللہ بن محمد مسندی فرماتے ہیں:

محمد بن اسماعيل امام فمن لم يجعله اماما فاتهمه (۲)

”کہ امام بخاری واقعی امام ہیں جو کوئی ان کو امام نہ سمجھے اس کو متہم سمجھو“

اور انہوں نے مزید فرمایا:

حفاظ زماننا ثلاثة فبدأ البخاری

”کہ ہمارے زمانے میں حفاظ حدیث تین ہیں ان میں سرفہرست امام بخاری کو رکھا“

امام بخاری کے استاد علی بن حجر فرماتے ہیں۔ (۳)

أخرجت خراسان ثلاثة البخاری فبدأ به قال وهو أبصرهم

وأعلمهم بالحديث وأفقههم قال ولا أعلم أحدا مثله“

”کہ خراسان نے تین نامور ہستیاں پیدا کیں۔ ان میں پہلے نمبر پر امام بخاری

کو رکھا اور فرمایا کہ امام بخاری ان میں سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والے

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴

(۲) تاریخ بغداد ص ۲۸ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴

(۳) سمعت علی بن حجر یقول أخرجت خراسان ثلاثة: أبأ زرعة الرازی بالری ومحمد بن

اسماعيل البخاری ببخاری وعبد الله بن عبد الرحمن بسمرقند ومحمد بن اسماعيل عندی

أبصرهم وأعلمهم وأفقههم (تاریخ بغداد ص ۲۸ ج ۲، مقدمة فتح ۳۸۴)

زیادہ علم حدیث کو جاننے والے اور سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔ مزید فرمایا:
میرے علم میں ان جیسا کوئی نہیں“

ایک دفعہ امام بخاری کے استاد ابن اشکاب ایک مجلس میں تشریف فرما تھے تو وہاں حفاظ حدیث میں سے ایک آدمی آیا اور کہنے لگا:

مالنا بمحمد بن اسماعیل طاقة (۱)

تو ابن اشکاب یہ بات سن کر غضب اور غصہ میں آگئے۔ مجلس چھوڑ دی کہ اس نے امام بخاری کے بارے میں شان سے گئے ہوئے کلمات استعمال کئے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری کے استاد امام بخاری کے بارے میں ان کی شان سے گئے ہوئے کلمات سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔

عبداللہ بن محمد بن سعید بن جعفر کا بیان ہے کہ احمد بن حرب نیساپوری جب فوت ہوئے۔ ہم لوگ ان کے جنازہ میں جا رہے تھے۔ جنازہ کے ساتھ ساتھ امام بخاری اور اسحاق بن راہویہ بھی تھے۔ اور دیگر علماء کی ایک جماعت بھی جنازہ میں شریک تھی

و کنت أسمع أهل المعرفة ينظرون ويقولون محمد أفقه من اسحاق (۲)

”تو وہاں میں اہل بصیرت سے سن رہا تھا وہ دیکھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ امام

بخاری محمد بن اسماعیل فقہ میں اسحاق بن راہویہ سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں“

امام بخاری کے متعلق ان کے اساتذہ کرام کے چند ایک کلمات تھے۔ جن

سے امام بخاری کا مقام اور مرتبہ اپنے اساتذہ کی نظر میں ظاہر ہو رہا ہے۔

(۱) عبد اللہ بن محمد الفرہیانی قال: حضرت مجلس ابن اشکاب فجاءہ رجل ذکر اسمہ من الحفاظ فقال ما لنا بمحمد بن اسماعیل من طاقة فقام ابن اشکاب وترک المجلس غضبا من التکلم فی حق محمد بن اسماعیل (مقدمة فتح الباری ص ۲۸۲) وفي تاریخ بغداد ص ۲۳ ج ۲

(۲) قال عبد اللہ بن محمد بن سعید بن جعفر لما مات أحمد بن حرب النيسابوري ركب اسحاق بن راهويه ومحمد بن اسماعيل يشيعان جنازته و کنت أسمع أهل المعرفة ينظرون ويقولون محمد أفقه من اسحاق (مقدمة فتح الباری ص ۲۸۲)

امام بخاری اپنے اقران اور اتباع کی نظر میں

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں:

لم تخرج خراسان قط مثل محمد بن اسماعیل (۱)

”کہ خراسان میں کبھی کوئی محمد بن اسماعیل جیسا پیدا نہیں ہوا“

اور بعض روایات میں ان کے لفظ یہ ہیں

لم تخرج خراسان قط أحفظ من محمد بن اسماعیل

مزید فرماتے ہیں:

ولا قدم منها الى العراق أعلم منه

”کہ خراسان سے عراق آنے والی شخصیتوں میں کوئی بھی امام بخاری سے

زیادہ علم رکھنے والی شخصیت نہیں آئی“

محمد بن حریث کا بیان ہے۔ (۲) کہ میں نے ابو زرہ رازی سے ابن لہیعہ کے

متعلق سوال کیا۔ کہ ابن لہیعہ کیسے راوی ہے؟ ہمارے پاس مقدمہ فتح الباری کا جو نسخہ

موجود ہے اس میں یہ لفظ ابی لہیعہ ہے۔ (۳) جو کہ غلط ہے۔ کہ اصل لفظ ابن لہیعہ

ہے۔ کاتب کی غلطی سے ابو لہیعہ لکھا گیا ہے۔ تو امام ابو زرہ نے فرمایا:

ترکہ أبو عبد الله یعنی البخاری

”کہ امام بخاری نے اس راوی کو ترک کر دیا ہے“

اس جواب سے پتہ چلتا ہے۔ کہ معاصر محدثین امام بخاری کی رجال کی معرفت پر

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴

(۲) قال سمعت أبا بكر محمد بن حریث يقول سمعت أبا زرعة الرازی يقول وسألته

عن ابن لهيعة فقال تركه أبو عبد الله محمد بن اسماعيل وسألته عن محمد بن حميد

الرازی فقال: تركه أبو عبد الله (تاريخ بغداد ص ۲۳ ج ۲)

(۳) قال محمد بن حریث سألت أبا زرعة عن أبي لهيعة فقال لي تركه أبو عبد الله یعنی البخاری

(مقدمة فتح الباری ص ۴۸۴)

اعتماد کرتے تھے۔ اور اسے استاد کا درجہ دیتے ہوئے شاگردوں پر پیش کرتے تھے۔

ابن لھیعہ کے متعلق مولانا انور شاہ صاحب کی رائے یہ ہے کہ ابن لھیعہ کی کتب جل جانے سے قبل کی احادیث حسن کے درجہ میں ہیں۔ اور کتب خانہ جل جانے کے بعد کی احادیث ضعیف سمجھی جائیں گی۔ بعض محدثین نے ابن لھیعہ کے متعلق ایک اور تفصیل پیش کی ہے کہ اگر ابن لھیعہ سے روایت کرنے والے عبد اللہ بن مبارک، عبد اللہ بن وہب، عبد اللہ بن یزید، ابو عبد الرحمن اور عبد اللہ بن مسلم سے کوئی راوی ہو تو ابن لھیعہ کی حدیث قابل احتجاج ہے۔ اگر عبادلہ کے علاوہ کوئی دوسرا راوی ہو۔ تو ابن لھیعہ کی حدیث قابل احتجاج نہیں۔ امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی کے اندر ابن لھیعہ کے متعلق لکھا ہے ”ضعیف عند اهل الحديث“ اسی طرح حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابن لھیعہ کے متعلق جو اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے بعض کے اندر تصریح موجود ہے ”ضعیف قبل احتراق کتبه وبعده“ کہ کتب خانہ جل جانے سے قبل اور بعد دونوں حالتوں میں ضعیف ہے۔ اگر ابو زرہ کا بیان ”ترکہ ابو عبد اللہ“ ابن لھیعہ کے متعلق ہے۔ تو پھر بخاری کے نزدیک بھی وہ علی الاطلاق متروک ہوگا۔

حسین بن محمد عجل کا بیان ہے۔

”ما رأیت مثل محمد بن اسماعیل و مسلم حافظ و لکنہ لم

یبلغ مبلغ محمد بن اسماعیل“ (۱)

”کہ میں نے محمد بن اسماعیل جیسا کوئی نہیں دیکھا اور امام مسلم حافظ تو ہیں لیکن

وہ امام بخاری کے مرتبہ پر نہیں پہنچ سکے“

(۱) سمعت الحسين بن محمد المعروف بعبيد العجل يقول: ما رأيت مثل محمد بن اسماعيل و مسلم الحافظ لم يكن يبلغ مبلغ محمد بن اسماعيل و رأيت أبا زرعة و أبا حاتم يستمعون الى محمد بن اسماعيل أي شيء يقول يجلسون بجانبه فذكرت له قصة محمد بن يحيى فقال: ما له و لمحمد بن اسماعيل كان محمد بن اسماعيل أمة من أمم و كان أعلم من محمد بن يحيى بكذا و كذا و كان محمد بن اسماعيل ديناً فاضلاً يحبس كل شيء (تاريخ بغداد ص ۳۰ ج ۲)

علامہ عجل بھی کا بیان ہے۔

”رأيت أبا زرعة وأبا حاتم يستمعان اليه وكان أمة من أمة
دينا فاضلا يحسن كل شيء وكان أعلم من محمد بن
يحيى الذهلي بكذا وكذا“ (۱)

”کہ میں نے ابو زرعة اور ابو حاتم کو دیکھا کہ وہ امام بخاری کی بات بڑے غور
سے سنتے تھے امام بخاری امتوں میں سے ایک امت تھے۔ وہ دیندار فاضل
شخصیت تھے ہر فن میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ اور محمد بن یحییٰ ذہلی سے اتنے
اتنے درجے زیادہ علم رکھتے تھے“

امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن داری فرماتے ہیں:

قد رأيت العلماء بالحرمين والحجاز والشام والعراق فما
رأيت فيهم أجمع من محمد بن اسماعيل (۲)

”کہ میں نے حرین، حجاز، شام اور عراق کے مقامات پر علما کو دیکھا ہے لیکن
ان تمام علماء میں امام بخاری سے زیادہ جامع شخصیت کوئی نہیں دیکھی“
امام داری مزید فرماتے ہیں:

هو أعلمنا وأفقهنا وأكثرنا طلبا (۳)

”کہ وہ ہم میں سب سے زیادہ علم والے، فقاہت والے اور حدیث طلب

(۱) قال الحسين بن محمد بن عبيد المعروف بالعجلي ما رأيت مثل محمد بن اسماعيل
ومسلم حافظ ولكنه لم يبلغ مبلغ محمد بن اسماعيل قال العجلي ورأيت أبا زرعة وأبا حاتم
يستمعان اليه وكان أمة من الأمم دينا فاضلا يحسن كل شيء وكان أعلم من محمد بن يحيى
الذهلي بكذا وكذا (مقدمة فتح الباري ص ۳۸۴)

(۲) سمعت عبد الله بن عبد الرحمن السمرقندی يقول قد رأيت العلماء بالحرمين
والحجاز والشام والعراقين فما رأيت فيهم أجمع من أبي عبد الله محمد بن اسماعيل
البخاری (تاریخ بغداد ص ۲۸ ج ۲، مقدمة فتح الباري ص ۳۸۴ واللفظ لتاریخ)

(۳) مقدمة فتح الباري ص ۳۸۴

کرنے والے تھے“

امام دارمی سے ایک حدیث کی صحت اور عدم صحت کے متعلق سوال کیا گیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ امام بخاری نے اس کو صحیح کہا ہے۔ تو امام دارمی نے جواب دیا۔

محمد بن اسماعیل أبصر منی وهو أكيس خلق الله عقل عن الله ما أمر به ونهى عنه من كتابه وعلى لسان نبيه اذا قرأ محمد القرآن شغل قلبه وبصره وسمعه وتفكر في أمثاله وعرف حلاله من حرامه (۱)

ابوطیب حاتم بن منصور فرماتے ہیں:

كان محمد بن اسماعيل آية من آيات الله في بصره ونفاذه في العلم (۲)

”کہ امام بخاری علم کی پختگی اور بصیرت میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے“

ابوہل محمود بن نصر فقیہ فرماتے ہیں:

دخلت البصرة والشام والحجاز والكوفة ورأيت علماءها فكلما جرى ذكر محمد بن اسماعيل فضلوه على أنفسهم (۳)

”کہ میں بصرہ، شام، حجاز اور کوفہ میں گیا وہاں کے علماء کو دیکھا کہ جب بھی ان کے پاس محمد بن اسماعیل کا ذکر آیا تو انہوں نے امام بخاری کو اپنے آپ پر ترجیح دی“

ابوہل مزید فرماتے ہیں:

سمعت أكثر من ثلاثين عالما من علماء يقولون حاجتنا في الدنيا النظر الى محمد بن اسماعيل (۴)

”کہ میں نے مصر کے تیس سے زیادہ علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ دنیا میں ہماری

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴

(۳) تاریخ بغداد ص ۱۹، مقدمة فتح الباری ص ۳۸۵

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۵

حاجت محمد بن اسماعیل کو دیکھنا ہے“
امام صالح بن محمد جزرہ فرماتے ہیں:

ما رأیت خراسانیا أفهم من محمد بن اسماعیل (۱)
”کہ میں نے کسی خراسانی کو محمد بن اسماعیل سے زیادہ سمجھدار نہیں دیکھا“
وہ مزید فرماتے ہیں کان أحفظهم للحديث ”کہ وہ حدیث میں ان سب
سے زیادہ حافظ تھے“

پھر صالح بن محمد جزرہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

كنت أستملی له ببغداد فبلغ من حضر المجلس عشرين ألفاً (۲)
”کہ میں ایک دفعہ بغداد میں امام بخاری کا مستملی تھا۔ تو حاضرین مجلس کی
تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی“

وسئل الحافظ أبو العباس الفضل بن العباس المعروف بفضلك
الرازی ایما أحفظ محمد بن اسماعیل أو أبو زرعة؟ فقال لم
أكن التقيت مع محمد بن اسماعیل فاستقبلنی ما بین حلوان
وبغداد قال فرجعت معه مرحلة وجهدت كل الجهد علی أن
أتی بحديث الا يعرفه فما أمكنتی وهما أنا إذا أغرب علی
أبی زرعة عدد شعر رأسه

”حافظ ابوالعباس فضل بن عباس معروف فضلك رازی سے سوال کیا گیا۔ کہ
امام بخاری زیادہ حافظ ہیں یا ابو زرعة زیادہ بڑے حافظ ہیں؟ فضلك رازی
نے جواب دیا کہ میری امام بخاری سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ

(۱) قال أبو علی صالح بن محمد الأسدی و ذکر البخاری فقال: ما رأیت خراسانیا أفهم منه
(تاریخ بغداد ص ۲۲ ج ۲) وقال الحافظ ابن حجر بسنده ما رأیت خراسانیا أفهم من محمد
بن اسماعیل وقال ایضا کان أحفظهم للحديث (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۵)
(۲) تاریخ بغداد ص ۲۳ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۳۸۵

حلوان اور بغداد کے درمیان ایک جگہ میری ملاقات امام بخاری سے ہو گئی میں ایک مرحلہ بھر مسافت امام بخاری کے ساتھ چلتا رہا۔ اس میں پوری کوشش کی کہ میں کوئی ایک ہی ایسی حدیث پیش کروں جو امام بخاری کے علم میں نہ ہو لیکن میں کوئی ایسی حدیث پیش نہ کر سکا جو ان کے علم میں نہ ہو اس کے برعکس یہ ابو زرعہ ہیں جن کے سامنے میں ان کے سر کے بالوں کے برابر ایسی احادیث پیش کر سکتا ہوں“

فہلک رازی کا مقصد یہ تھا کہ امام بخاری کئی گنا زیادہ حافظ ہیں۔ اور امام ابو زرعہ ان سے کم درجہ کے حافظ ہیں۔

محمد بن عبد الرحمن دغولی فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ اہل بغداد نے امام بخاری کو خط لکھا اس کے اندر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔ (۱)

المسلمون بخیر ما بقیت لهم : ولیس بعدک خیر حین تفتقد
”کہ جب تک آپ زندہ ہیں تو مسلمان خیریت سے ہیں اور جب آپ کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد ان کی خیریت ختم ہو جائے گی“

اس خط سے امام بخاری کے ساتھ لوگوں کی محبت اور عقیدت ظاہر ہوتی ہے۔ امام الائمہ ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ مؤلف صحیح ابن خزیمہ فرماتے ہیں:

ما تحت أديم السماء أعلم بالحديث من محمد بن اسماعيل (۲)
”کہ آسمان کے نیچے حدیث کو امام بخاری سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں“

امام بخاری کے خلف الرشید امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں:

لم أر أعلم بالعلل والأسانيد من محمد بن اسماعيل (۳)

(۱) تاریخ بغداد ص ۲۲ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۲۸۵

(۲) تاریخ بغداد ص ۲۷ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۲۸۵

(۳) قال نبأنا ابو عیسیٰ الترمذی قال: ولم أر أحدا بالعراق ولا بخراسان فی معنى العلل والتاریخ ومعرفة الأسانيد أعلم من محمد بن اسماعيل (تاریخ بغداد ص ۲۷ ج ۲، فی مقدمة فتح الباری ص ۲۸۵)

”کہ میں نے علل حدیث اور اسانید کی معرفت میں امام بخاری سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا“

امام بخاری کے دوسرے شاگرد امام مسلم نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

أشهد أنه ليس في الدنيا مثلك (۱)

”میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسی کوئی شخصیت نہیں“

ابو عمرو خفاف کہتے ہیں:

هو أعلم بالحديث من أحمد وإسحاق وغيرهما بعشرين

درجة ومن قال فيه شيئا فعليه منى ألف لعنة (۲)

”کہ امام بخاری امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ وغیرہما سے بیس گناہ

زیادہ حدیث میں علم رکھتے ہیں۔ اور جو کوئی ان کی شان میں گستاخانہ کلمہ کہے

اس پر میری طرف سے ہزار مرتبہ لعنت ہو“

وہ مزید فرماتے ہیں کہ اگر میں حدیث بیان کر ہا ہوں اور وہ اس دروازے سے

داخل ہو جائیں تو مجھ پر رعب طاری ہو جاتا ہے۔

سلیم بن مجاہد کہتے ہیں۔ کہ ساٹھ سال کے عرصہ سے میں نے امام بخاری سے

زیادہ متقی اور فقیہ شخص نہیں دیکھا (۳)

حافظ ابوالعباس احمد بن محمد فرماتے ہیں:

لو أن رجلا كتب ثلاثين ألف حديث لما استغنى عن تاريخ

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۵

(۲) قال أبو عمرو الخفاف حدثنا التقى النقى العالم الذى لم أر مثله محمد بن اسماعيل قال

وهو أعلم بالحديث من أحمد وإسحاق وغيرهما بعشرين درجة ومن قال فيه شيئا فعليه منى

ألف لعنة وقال أيضا لو دخل من هذا الباب وأنا أحدث لملت منه رعبا (مقدمة فتح الباری

ص ۳۸۵ واللفظ له وتاريخ بغداد ص ۲۸ ج ۲)

(۳) قال سلیم بن مجاهد: ما رأيت منذ ستين سنة أحدا ولا أروع من محمد بن اسماعيل

(مقدمة فتح الباری ص ۳۸۵)

محمد بن اسماعیل (۱)

”کہ اگر کوئی شخص تیس ہزار حدیثیں لکھ لے پھر بھی وہ امام بخاری کی تاریخ سے مستغنی نہیں ہو سکتا“

امام حاکم ابو احمد اپنی کتاب کنی کے اندر لکھتے ہیں۔

كان أحد الأئمة في معرفة الحديث وجمعه (۲)

”کہ امام بخاری معرفت حدیث اور حدیث جمع کرنے والے اماموں میں سے ایک امام تھے“

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ اگر امام بخاری کے متعلق ان کے اقران اتباع اور متاخر اہل علم کے ثنائیہ کلمات لکھنے شروع کر دیئے جائیں تو اوراق اور لکھنے والوں کی زندگیاں ختم ہو جائیں کیونکہ یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل ہی نہیں۔ (۳)

امام بخاری کا حافظہ

اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کو قوی حافظہ عطا کیا ہوا تھا۔ اللہ کے عطا کردہ حافظہ کے ذریعے امام بخاری نے لاکھوں حدیثیں یاد کر رکھی تھیں۔ چنانچہ امام بخاری کا اپنا بیان ہے

أحفظ مائة ألف حديث صحيح وأحفظ مائتي ألف حديث

غیر صحیح (۴)

”کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث یاد ہیں۔ اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں“

(۱) قال الحافظ أبو العباس أحمد بن محمد بن سعيد بن عقدة: لو أن رجلاً كتب ثلاثين

ألف حديث لما استغنى عن تاريخ محمد بن اسماعيل (مقدمة فتح الباری ص ۲۸۵ و تاریخ

بغداد ص ۸ ج ۲ واللفظ للمقدمة)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۵۰۴۸۵

(۳) ولو فتحت باب ثناء الأئمة عليه ممن تأخر عن عصره لفتنى القرطاس ونفدت الأنفاس

فذلك بحر لا ساحل له (مقدمة فتح الباری ص ۲۸۵)

(۴) تاریخ بغداد ص ۲۵ ج ۲ ومقدمة فتح الباری ص ۲۸۷

بلکہ فرماتے ہیں اس کی سند میں تابعی ہو یا صحابی ہو ان سے اکثر کا نام ولدیت جائے پیدائش اور وفات سب کچھ جانتا ہوں۔ (۱) ایک دفعہ امام بخاری کے سامنے کسی نے اسحاق بن راہویہ کا یہ قول پیش کیا۔

كأني أنظر الي سبعين ألف حديث من كتابي (۲)

”کہ میں اپنی کتاب میں ستر ہزار احادیث کو دیکھتا ہوں“

یہ سن کر امام بخاری نے فرمایا:

لعل في هذا الزمان من ينظر الي مائتي ألف حديث من كتبه

”کہ شاید اس زمانے میں ایسا شخص بھی ہے جو دو لاکھ احادیث اپنی

کتابوں میں دیکھتا ہے“

کہتے ہیں امام بخاری نے اپنا نام نہیں لیا مگر ان کی مراد اپنے نفس کی طرف اشارہ

کرنا تھا۔ امام بخاری کہتے ہیں ”کل رات میں نہیں سویا حتی کہ میں نے اپنی کتاب

میں درج شدہ احادیث کو شمار کیا تو وہ دو لاکھ تھیں“ (۳)

ابو بکر کلوزانی کہتے ہیں۔ کہ میں نے محمد بن اسماعیل جیسا کسی کو نہیں دیکھا وہ

کتاب کو پڑھتے، عام اطراف حدیث کو صرف ایک مرتبہ پڑھنے سے یاد کر لیتے (۴)

(۱) قال سمعت سليم بن مجاهد يقول كنت عند محمد بن سلام البيكندی فقال لي: لو

جئت قبل لرأيت صبيبا يحفظ سبعين ألف حديث قال فخرجت في طلبه حتى لقيته فقلت:

أنت الذي تقول: أنا أحفظ سبعين ألف حديث؟ قال نعم وأكثر منه ولا أجيئك بحديث

من الصحابة أو التابعين الا عرفت مولد أكثرهم ووفاتهم ومساكنهم ولست أروى حديثا

من حديث الصحابة أو التابعين الا ولى في ذلك أصل (تاريخ بغداد ص ۲۳ ج ۲ ومقدمة

فتح الباری ص ۳۸۷)

(۲) تاريخ بغداد ص ۲۵ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۳۸۷

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۷

(۴) عن أبي الكلوزانی قال: ما رأيت مثل محمد بن اسماعیل كان يأخذ الكتاب من

العلم فيطلع عليه اطلاعة فيحفظ عامة أطراف الأحاديث من مرة واحدة (مقدمة فتح

الباری ص ۳۸۶)

حافظ ابو احمد بن عدی فرماتے ہیں: (۱) کہ میں نے بغداد کے کئی مشائخ سے سنا وہ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ امام بخاری بغداد تشریف لائے۔ بغداد کے محدثین نے جمع ہو کر امام بخاری سے امتحان لینے کا ارادہ کیا۔ طریق کار یہ تھا۔ کہ دس علماء کو مقرر کیا گیا اور ہر ایک عالم کو دس حدیثیں دی گئیں۔ پھر سند اور متن میں انہوں نے تبدیلی کی کہ ایک حدیث کی سند کو دوسری حدیث کے متن کے ساتھ ملا دیا گیا۔ دوسری حدیث کا متن کسی اور سند کے ساتھ ملا دیا گیا۔ اس طرح ایک سو احادیث مقلوبہ کا مجموعہ تیار کیا گیا۔ تو ہر ایک محدث کی ذمہ داری لگائی گئی کہ جب مجلس خوب جم جائے تو وہ یہ احادیث امام بخاری پر پیش کر دے۔ جب بغداد میں یہ مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں اندرونی اور بیرونی کافی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ جب اہل مجلس مطمئن ہو کر بیٹھ گئے تو ان دس آدمیوں میں سے ایک آدمی امام بخاری کے سامنے آیا۔ تو ایک مقلوب حدیث بیان کی۔ تو امام بخاری نے جواب دیا ”لا اعرفه“ جب اس نے دوسری حدیث بیان کی تو امام بخاری نے جواب دیا ”لا اعرفه“ اس طرح اس نے اپنی دس احادیث پوری کر لیں۔ امام بخاری ہر حدیث کا جواب صرف ”لا اعرفه“ سے دیتے تھے۔ جب یہ پہلا شخص خاموش ہو گیا۔ تو دوسرا اٹھ کھڑا ہوا۔ امام بخاری کے سامنے احادیث مقلوبہ بیان کرنے لگا۔ جب اس نے احادیث بیان کر لیں تو باری باری باقی آٹھ علماء نے بھی اپنی دس احادیث بیان کیں امام بخاری ہر ایک کو جواب ”لا اعرفه“ سے دیتے تھے۔ اہل مجلس میں سے کچھ افراد سمجھ گئے کہ بات کیا ہے؟ اور کچھ لوگ بات نہ سمجھ سکے۔ وہ امام بخاری کے حافظ اور علم کے بارے میں شک و شبہ کا شکار ہونے لگے۔

پھر امام بخاری نے پہلا آدمی بلایا اسے بتایا کہ تو نے سب سے پہلے یہ حدیث اس طرح پڑھی ہے۔ صحیح حدیث اپنے متن اور سند کے ساتھ ملا کر اس کو بتائی پھر اس کی دوسری مقلوب حدیث اس کو بتائی پھر حدیث کے متن کو اصل سند کے ساتھ ملا کر

درست کر کے بتائی۔ اس طرح باقی آٹھ احادیث درست کر کے بتائیں۔ پھر دوسرے آدمی کو بلایا۔ اس کو اس کی بدلی ہوئی حدیث بتائی پھر درست کر کے بتائی اس طرح ہر آدمی کو بلاتے رہے اور ہر ایک کی دس احادیث کو درست کر کے بتاتے رہے۔ یہ واقعہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں باسناد بیان کیا ہے۔ امام بیہقی نے مدخل میں اس واقعہ کو بیان کیا۔ امام حاکم نے مختصر واقعہ علوم الحدیث میں بیان کیا حافظ ابن حجر واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ اس واقعہ کو سن لینے کے بعد امام بخاری کے حافظہ کا سکھ مان لینا پڑتا ہے۔ پھر بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کا اس مجلس میں ایک سو صحیح احادیث کا بیان کر دینا کوئی تعجب والی بات نہیں۔ تعجب والی بات یہ ہے کہ مقلوب شدہ سو احادیث کو صرف ایک دفعہ بیان کرنے سے اس ترتیب کے ساتھ اسی طرح حفظ کر لیں۔ (۱)

ابو الازہر فرماتے ہیں۔ کہ سمرقند کے اندر چار سو محدث تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ شامی اسناد کو عراقی اسناد کے ساتھ ملایا اور عراقی اسناد کو شامی اسناد کے ساتھ ملا دیا حجازی اسناد کو یمنی اسناد کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ یہ مجموعہ تیار کر کے امام بخاری کے سامنے پیش کیا گیا۔ خیال تھا کہ امام بخاری کی غلطی پکڑیں گے وہ انتہائی کوشش کے باوجود ایک غلطی بھی نہ پکڑ سکے۔ (۲)

یوسف بن موسیٰ مروزی کہتے ہیں (۳) کہ میں ایک مرتبہ بصرہ کی جامع مسجد میں تھا کہ اعلان کرنے والے کو سنا۔ وہ امام بخاری محمد بن اسماعیل کی آمد کا اعلان کر رہا تھا سب لوگ امام بخاری کے استقبال کے لئے نکلے۔ میں بھی ان میں موجود تھا دیکھا کہ امام بخاری ایک نوجوان آدمی ہیں۔ آپ کی ڈاڑھی میں ایک بال بھی سفید نہیں

(۱) قلت هنا يخضع للبخاری فما العجب من رد الخطأ الى الصواب فانه كان حافظا بل العجب

من حفظه للخطأ على ترتيب ما ألقوه عليه من مرة واحدة (مقدمة فتح الباری ص ۳۸۶)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۶

(۳) تاریخ بغداد ص ۱۵ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۳۸۶

اسطوانہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور آپ سے مطالبہ کر رہے تھے کہ املائے حدیث کی مجلس قائم کریں۔ ہم فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ امام بخاری نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے فرمایا دوسرے دن کسی مقام پر املائے حدیث کی مجلس قائم کریں گے۔ چنانچہ دوبارہ اعلان ہوا کہ کل امام بخاری فلاں جگہ پر املائے حدیث کی مجلس قائم کریں گے۔ دوسرے دن وہاں محدثین، حفاظ، فقہاء اور اہل علم ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ امام بخاری نے املائے حدیث سے قبل اہل بصرہ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

انا شاب وقد سألتموني أن أحدثكم وسأحدثكم بأحاديث
عن أهل بلدكم تستفيدونها يعني ليست عندكم قال
وتعجب الناس من قوله

”کہ میں ایک نوجوان آدمی ہوں اور تم نے مجھ سے احادیث کا مطالبہ کیا ہے۔ میں جلد ہی آپ کو آپ کے شہر کی ایسی احادیث بتاؤں گا جن سے تم فائدہ اٹھاؤ گے یعنی وہ احادیث تمہارے پاس نہیں۔ لوگ امام بخاری کی بات سے حیران ہو گئے“
اس کے بعد حدیث کی املاء کرائی۔

فقال حدثنا عبد الله بن عثمان بن جبلة بن أبي رواد
العتكي ببلدكم قال حدثني أبي عن شعبة عن منصور وغيره
عن سالم بن أبي الجعد عن أنس بن مالك أن أعرابيا جاء
إلى النبي ﷺ فقال يا رسول الله الرجل يحب القوم
(الحدیث) ثم قال هذا ليس عندكم عن منصور إنما هو
عندكم عن غير منصور (۱)

”کہ یہ حدیث تمہارے پاس منصور کے علاوہ دوسرے واسطے سے ہے“

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۸۶، تاریخ بغداد ص ۱۶ ج ۲ تاریخ میں ببلدکم کی جگہ بلدیکم ہے

اسی طرح امام بخاری احادیث لکھواتے رہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت کرتے رہے کہ یہ حدیث تمہارے پاس فلاں واسطے سے ہے ان کا دوسرا واسطہ یہ ہے ابو حسان مہیب بن سلیم بیان کرتے ہیں۔ (۱) کہ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا کہ امام بخاری فرما رہے تھے کہ میں ایک مرتبہ نیسا بور شہر میں بیمار ہو گیا۔ بیماری ہلکی تھی اور یہ رمضان کے مہینے کی بات ہے۔ اسحاق بن راہویہ اپنے ساتھیوں سمیت میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے پوچھا: اے ابو عبد اللہ کیا روزہ افطار کر لیا ہے؟ میں نے جواب دیا جی ہاں افطار کر لیا ہے۔ تو اسحاق بن راہویہ نے پوچھا کہ اتنی جلدی معمولی بیماری سے آپ نے روزہ افطار کر لیا؟ تو میں نے اسحاق بن راہویہ کو بتایا

أخبرنا عبدان عن ابن المبارك عن ابن جريج قال قلت لعطاء من أي المرض أفطر؟ قال من أي مرض كان كما قال الله عز وجل: فمن كان منكم مريضا قال البخاری لم يكن هلا عند اسحاق

”کہ میں نے اسحاق بن راہویہ کو عطاء کا قول بتایا کہ ابن جریج نے عطاء سے سوال کیا کہ کون سی بیماری سے روزہ چھوڑوں تو عطاء نے جواب دیا کہ کسی قسم کی بیماری ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”فمن كان منكم مريضا“ امام بخاری فرماتے ہیں کہ عطاء کا یہ قول جو قرآنی آیت سے استنباط تھا۔ اسحاق بن راہویہ کے پاس نہ تھا کہ بیماری کم ہو یا زیادہ روزہ چھوڑا جاسکتا ہے“

امام بخاری کے حافظہ کے متعلق حافظ ابن حجر ان کا اپنا قول نقل کرتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا:

تذکرت یوما أصحاب أنس فحضرني في ساعة ثلاث مائة نفس

وما قدمت على شيخ الا كان انتفاعه بي أكثر من انتفاعي به (۲)

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۲۸۷

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۲۸۸

”کہ میں نے ایک دن حضرت انس کے شاگردوں پر نگاہ ڈالی تو تھوڑے سے وقت میں تین سو آدمیوں کے نام میرے سامنے آگئے۔ اور میں جس استاد کے پاس آیا تو میں نے اس سے اتنا فائدہ نہیں اٹھایا جتنا فائدہ اس نے مجھ سے اٹھایا“

وراق بخاری کا بیان ہے کہ میں نے امام بخاری کو یہ فرماتے ہوئے سنا (۱)

لا أعلم شيئاً يحتاج إليه إلا وهو في الكتاب والسنة

”کہ میری دانست میں جتنی ضرورت کی چیزیں ہیں تمام کی تمام کا حل کتاب وسنت میں موجود ہے“

وراق بخاری فرماتے ہیں میں نے پوچھا:

يمكن معرفة ذلك قال نعم

”کیا اس کی معرفت حاصل کرنا ممکن ہے؟ تو آپ نے جواب دیا جی ہاں ممکن ہے“

اس سے امام بخاری کے استحضار مسائل اور وسیع النظری پر روشنی پڑتی ہے۔

حافظ احمد بن حمدون فرماتے ہیں:

رأيت البخاري في جنازة ومحمد بن يحيى الذهلي يسأله
عن الأسماء والعلل والبخاري يمر فيه مثل السهم كأنه يقرأ
قل هو الله أحد (۲)

”کہ میں نے امام بخاری کو ایک جنازے میں دیکھا اور محمد بن یحییٰ ذہلی ان سے اسماء اور علل کے متعلق سوال کر رہے تھے۔ امام بخاری تیر کی طرح تیزی سے سوالات کا جواب دے رہے تھے۔ جیسے وہ قل هو اللہ احد پڑھ رہے ہوں“

حافظ ابن حجر نے تمام سند حافظ ابو حلیما عمش سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں (۳) کہ ہم ایک دن نیساہور میں محمد بن اسماعیل بخاری کے پاس موجود تھے کہ امام مسلم بن حجاج تشریف لائے۔

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۸

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۸

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۸

فسأله عن حديث عبيد الله بن عمر عن أبي الزبير عن جابر قال بعثنا رسول الله ﷺ في سرية ومعنا أبو عبيدة يعني امام مسلم نے عبید اللہ بن عمر سے اوپر والی سند بیان کر دی۔ اور نیچے والی سند کے متعلق امام بخاری سے سوال کیا تو امام بخاری نے فوراً نیچے والی سند اس طرح سنا دی

حدثنا ابن أبي أويس حدثني أخى (۱) عن سليمان بن بلال

عن عبيد الله فذكر الحديث بتمامه

اتنے میں ایک دوسرے شخص نے اسی مجلس میں ایک حدیث پڑھ دی وہ حدیث یہ تھی

حدثنا حجاج بن محمد عن ابن جريج عن موسى بن عقبة عن

سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال

كثرة المجلس اذا قام العبد أن يقول سبحانك اللهم وبحمدك

أشهد أن لا اله الا أنت أستغفرک وأتوب اليك

امام مسلم امام بخاری سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

في الدنيا أحسن من هذا الحديث ابن جريج عن موسى بن عقبة

عن سهيل بن أبي صالح تعرف بهذا الاسناد في الدنيا حديثا

”کہ دنیا میں اس سے بہتر حدیث ہوگی؟ سند بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ

آپ دنیا میں اس سند کے ساتھ کوئی دوسری حدیث جانتے ہیں؟“

معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم کو یہ حدیث اعلیٰ درجہ کے راویوں کی وجہ سے بہت تعجب

والی معلوم ہوئی تو امام بخاری نے جواب دیا الا انه معلول کہ آپ کی بات درست

ہے ”مگر یہ سند معلول ہے“ امام مسلم نے یہ سنتے ہی لا اله الا الله پڑھا اور کانپ اٹھے

اور کہا کہ مجھے علت بتائیے۔ اس میں کون سی علت ہے؟ امام بخاری نے جواب دیا۔

استر ما ستر الله هذا حديث جليل

(۱) حدثني أخى أبو بكر عن سليمان الخ (تاريخ بغداد ص ۲۹ ج ۲)

”جس پر اللہ نے پردہ ڈالا تم بھی اس کو پردے میں رہنے دو یہ حدیث جلیل ہے“
حافظ ابو حامد اعمش بیان کرتے ہیں۔ کہ امام مسلم نے اصرار کیا اور آپ کے سر کو
بوسہ دیا و کاد ان یبکی ”اور قریب تھا کہ امام مسلم رو پڑتے“ امام بخاری نے فرمایا
اكتب ان كان لا بد حدثنا موسى بن اسماعيل حدثنا
وهيب حدثنا موسى بن عقبة عن عون بن عبد الله قال قال
رسول الله ﷺ كفارة المجلس

ان الفاظ میں امام مسلم کو علت لکھوائی کہ اس حدیث میں دو علتیں ہیں۔ ایک
نقص یہ ہے کہ موسیٰ بن عقبہ اپنے استاد عون بن عبد اللہ سے بیان کرتے ہیں۔ وہ سہیل
بن ابی صالح سے بیان نہیں کرتے۔ کیونکہ موسیٰ بن عقبہ کا سہیل بن ابی صالح سے سماع
ثابت نہیں۔ اس حدیث کی دوسری علت یہ ہے کہ حدیث مرسل ہے۔ کیونکہ عون بن
عبد اللہ تابعی ہیں۔ تو امام مسلم نے یہ بیان سن کر فرمایا:

لا يبغضك الا حاسد و أشهد أنه ليس في الدنيا مثلك (۱)
”کہ آپ سے بغض وہی رکھ سکتا ہے۔ جو کینہ اور حسد کی بیماری میں مبتلا ہو اور
میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جیسا دنیا میں کوئی نہیں“

یہ واقعہ امام حاکم نے تاریخ نسیا پور میں ایسے ہی بیان کیا ہے۔ اور امام بیہقی نے
مدخل میں حاکم سے بیان کیا ہے مگر اس کا سیاق اور ہے۔
یہ امام بخاری کے قوی حافظہ کی چند مثالیں تھیں جن کو دیکھ کر محدثین حیران
رہ جاتے تھے۔

وراق بخاری کا بیان ہے۔

قلت له مرة في خلوة هل من دواء للحفظ فقال لا أعلم ثم أقبل على
فقال لا أعلم شيئا أنفع للحفظ من نهمة الرجل ومد اومة النظر (۲)

(۱) تاریخ بغداد ص ۲۹ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۳۸۸ (۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۷

کہ لوگ آپ کے حافظہ کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔ اس لئے بعض یہ سمجھتے تھے۔ کہ امام بخاری حافظہ کے لئے کوئی دوائی پیتے ہیں۔

”تو وراق بخاری علیحدگی میں بالکل اکیلے امام بخاری سے پوچھتے ہیں کہ کیا حافظہ کے لئے کوئی دوائی ہے؟ تو امام بخاری نے جواب دیا کہ مجھے کوئی دوائی معلوم نہیں پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ میں حافظہ کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں جانتا۔ کہ آدمی باہمت اور باشوق ہو۔ اور اپنی نظر ہمیشہ کتابوں پر رکھے“

تویہ دونوں چیزیں حافظہ کو بہت قوی کر دیتی ہیں اس لئے دکتور عبدالمجید ہاشم فرماتے ہیں
و ظل البخاری یهتم نفسه ویدیم النظر حتی أصبح
فرید عصرہ (۱)

محمد بن ابی حاتم وراق بخاری فرماتے ہیں۔ میں نے امام بخاری سے سنا۔
يقول لو نشر بعض أستاذی هؤلاء لم يفهموا كيف صنفت
البخاری ولا عرفوه ثم قال صنفته ثلاث مرات (۲)
”آپ فرما رہے تھے اگر میرے بعض استاد اٹھادیئے جائیں تو لوگ نہیں سمجھ
سکتے کہ میں نے بخاری کو کیسے تصنیف کیا۔ اور نہ ہی وہ اس کو پہچان سکتے ہیں
پھر وہ خود فرمانے لگے کہ میں نے اس کو تین مرتبہ تصنیف کیا ہے“
احمد بن ابی جعفر والی بخاری کہتے ہیں:

قال لی محمد بن اسماعیل یومار ب حدیث سمعته بالبصرة
کتبته بالشام ورب حدیث سمعته بالشام کتبته بمصر فقلت
له یا ابا عبد الله بتمامه فسکت (۳)

(۱)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۷

(۳) تاریخ بغداد ص ۱۱ ج ۲، مقدمة فتح الباری ص ۳۸۷

”کہ امام بخاری مجھے ایک دن فرمانے لگے کتنی ہی حدیثیں میں نے بصرہ میں سنیں ان کو شام جا کر لکھا اور کتنی ہی حدیثیں شام میں سنیں تو ان کو مصر جا کر لکھا والی بخاری کہتے ہیں: کہ میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ کیا مکمل حدیثیں آپ اس طرح لکھتے رہے؟ تو امام بخاری خاموش رہے“

امام بخاری نے خاموشی سے اس کا جواب نعم میں دیا ہے۔ (۱) کیونکہ دوسرے واقعات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ امام بخاری کو ایک دفعہ سن لینے کے بعد وہ چیز اسی طرح ضبط ہو جاتی جس طرح انہوں نے سنی ہوتی۔ جیسا کہ مجلس بغداد میں محدثین کی موجودگی میں اسی طرح ان کی ایک سو مقلوبہ احادیث اسی ترتیب سے سنادیں تھیں اور جس طرح بصرہ میں سولہ دن کے بعد ساتھیوں کے اصرار پر پندرہ ہزار احادیث اپنے استاد سے سنی ہوئی اسی طرح دوستوں کو سنادیں تھیں۔

امام بخاری کی تصانیف

امام بخاری کی تصانیف بیس سے زیادہ ہیں۔ چنانچہ ان تصانیف سے مشہور اور مقبول ترین کتاب الجامع الصحیح ہے۔ (۲) اس کتاب کو امام بخاری سے نوے ہزار نفوس نے سنا ہے جن میں سے چار آدمیوں کی سند ہم تک متصل ہے۔

- ۱۔ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف فربری
- ۲۔ ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بزدوی
- ۳۔ ابراہیم بن معقل نسفی
- ۴۔ حماد بن شا کر نسوی

امام بخاری کی بقیہ تصانیف میں سے ایک کتاب الادب المفرد ہے۔ جو آداب اور معاشرتی مسائل کا مجموعہ ہے۔ (۳) اس کتاب کو احمد بن محمد بن جلیل الزرار

(۱) قال نبأنا محمد بن أبي حاتم قال قلت لأبي عبد الله محمد بن اسماعيل: تحفظ جميع

ما أدخلت في المصنف؟ قال: لا يخفى علي جميع ما فيه (تاريخ بغداد ص ۹ ج ۲)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۲۹۱

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۲۹۲

نے امام بخاری سے روایت کیا ہے۔ جزء رفع الیدین فی الصلوة اور جزء القراءۃ بھی امام بخاری کی دو تصانیف ہیں۔ (۱) ان دونوں کتابوں کو امام بخاری سے محمود بن اسحاق خزاعی بیان کرتے ہیں۔ کتاب الضعفاء بھی امام بخاری کی تصنیف ہے (۲) اس کو ابو بشر محمد بن احمد بن حماد دولاہی بھی امام بخاری سے روایت کرتے ہیں کتاب بر الوالدین بھی امام بخاری کی تصنیف ہے۔ اس کو محمد بن دلوہی الوراق امام بخاری سے روایت کرتے ہیں۔ ایک تصنیف التاریخ الکبیر ہے (۳) جس کو ابو احمد محمد بن سلیمان بن فارس اور ابو الحسن محمد بن سہل نسوی وغیرہ امام بخاری سے نقل کرتے ہیں امام بخاری کی ایک تصنیف التاریخ الأوسط ہے۔ (۴) اس کو عبد اللہ بن احمد بن عبد السلام الخفاف اور زنجویہ بن محمد اللہ باد امام بخاری سے روایت کرتے ہیں ایک تصنیف التاریخ الصغیر ہے۔ (۵) جس کو عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن اشقر امام بخاری سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے خلق أفعال العباد ہے (۶) جس کو امام بخاری سے یوسف بن ریحان اور فربری روایت کرتے ہیں۔

امام بخاری کی مذکورہ تصانیف دنیا میں موجود ہیں (۷) اور علماء کے ہاں متداول ہیں ان کے علاوہ امام بخاری کی کچھ مزید تصانیف ہیں جن کا ذکر علماء متقدمین کی کتابوں میں ملتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

الجامع الکبیر (۸) اس کا ذکر ابن طاہر نے کیا ہے۔ المسند الکبیر اور

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۵) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۶) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۷) هذه التصانیف موجودة مروية لنا بالسمع أو بالاجازة (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲)

(۸) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

التفسیر الكبير (۱) ان کا ذکر فربری نے کیا ہے کتاب الہبۃ (۲) اس کا ذکر وراق بخاری نے کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ امام بخاری سے قبل وکیع بن جراح نے ہبہ کے موضوع پر کتاب لکھی ہیں۔ جس میں صرف دو یا تین مسند حدیثیں درج کیں باقی قول واقوال ہیں۔ عبداللہ بن مبارک نے ہبہ کے موضوع پر کتاب لکھی۔ جس میں پانچ یا کم و بیش احادیث ہیں۔ جب امام بخاری نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔

قال وراقہ عمل کتابا فی الہبۃ فیہ نحو خمس مائۃ حدیث
”تو وراق بخاری کہتے ہیں کہ کتاب الہبۃ میں پانچ سو کے قریب احادیث
جمع کر دیں“

امام بخاری کی تصانیف میں سے (۳) کتاب الأشربہ ہے۔ اس کا ذکر دارقطنی نے کیا ہے۔ (۴) کتاب أسامی الصحابہ ہے۔ اس کا ذکر ابن مندہ نے کیا ہے (۵) کتاب الوجدان جس میں صرف وہ صحابہ درج کئے ہیں جن کی ایک ایک حدیث ہے (۶) کتاب المبسوط اس کا ذکر ظلیلی نے ارشاد میں کیا ہے (۷) کتاب العلل جس کا ذکر ابن مندہ نے کیا ہے (۸) کتاب الکنی جس کا ذکر ابو احمد حاکم نے کیا ہے۔ (۹) کتاب الفوائد جس کا ذکر امام ترمذی نے کیا ہے۔

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۲) قال وراقہ عمل کتابا فی الہبۃ فیہ نحو خمس مائۃ حدیث وقال لیس فی کتاب وکیع فی الہبۃ الا حدیثان مسندان او ثلاثۃ وفی کتاب ابن المبارک خمسۃ او نحوھا (مقدمة فتح الباری ص ۴۸۸)

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۵) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۶) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۷) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۸) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۹) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

وراق بخاری فرماتے ہیں:

قلت له تحفظ جميع ما أدخلت في مصنفاتك فقال لا يخفى

علي جميع ما فيها وصنفت جميع كتبي ثلاث مرات (۱)

”کہ میں نے امام بخاری سے عرض کیا کہ آپ نے اپنی تمام تصانیف میں جو

کچھ جمع کیا ہے وہ سب کچھ آپ کو یاد ہے؟ تو امام بخاری نے جواب دیا۔ ان

میں جو کچھ ہے کوئی چیز ان میں سے مجھ پر مخفی نہیں۔ اور میں نے اپنی تمام

کتابوں کو تین تین مرتبہ تصنیف کیا ہے“

اس بیان سے امام بخاری کے حافظہ کے ساتھ ساتھ ان کی دن رات کی محنت بھی

ظاہر ہوتی ہے۔ کہ وہ ترویج احادیث اور محافظت حدیث کے لئے کس قدر کوشش

کرتے رہے۔ (۲) امام بخاری خود اپنی تصانیف کے بارے میں فرماتے ہیں:

أنا أرجو أن يبارك الله تعالى في هذه المصنفات

للمسلمين (۳)

”کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے ان تصانیف میں

برکت کرے گا“

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بھی امام بخاری کو اتنی عظیم محنت کا اجر جزیل عطا فرمائے

(آمین یا رب العالمین)

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۲۸۷

(۲) قال نبأنا محمد بن أبي حاتم الوراق قال: كان أبو عبد الله إذا كنت معه في سفر يجمعنا

بيت واحد الا في القبط أحيانا فكنت أراه يقوم في ليلة واحدة خمس عشرة مرة الى عشرين

مرة في ذلك يأخذ القداحة فيورى ناراً بيده ويسرج ثم يخرج أحاديث فيعلم عليها ثم يضع

رأسه (تاریخ بغداد ص ۱۳ ج ۲) ونبأنا محمد بن يوسف الفربری قال كنت عند محمد بن

اسماعيل البخاری بمنزله ذات ليلة فأحصيت عليه أنه قام وأسرج يستذكر أشياء يعلقها في

ليلة ثمانی عشرة مرة (تاریخ بغداد ص ۱۴ ج ۲).

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۲۸۷

امام بخاری سے روایت لینے والوں کے اسماء گرامی

امام بخاری کے شاگرد کئی ہزار ہیں۔ حافظ دارقطنی نے ایک مستقل تصنیف میں امام بخاری کے شاگردوں کو شمار کیا ہے۔ یہاں ہم صرف چند ایک کے نام ذکر کریں گے امام بخاری سے روایت کرنے والوں کے تین طبقات ہیں۔

طبقہ اولیٰ:

پہلا طبقہ امام بخاری کے مشائخ کا ہے جو اساتذہ کرام امام بخاری سے حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ ان میں عبداللہ بن محمد مسندی، عبداللہ بن منیر، اسحاق بن احمد سرماری اور محمد بن خلف بن قتیبہ (۱) شامل ہیں۔

طبقہ ثانیہ:

دوسرا طبقہ اقراہ بخاری کا ہے یعنی امام بخاری کے ہم عصر محدثین جو امام بخاری سے حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ ان میں ابو زرہ رازی، ابو حاتم رازی ابراہیم حربی، ابو بکر بن ابی عاصم، موسیٰ بن ہارون جمال، محمد بن عبداللہ بن مطین، اسحاق بن احمد فارسی محمد بن قتیبہ بخاری اور ابو بکر اعین (۲) شامل ہیں۔

طبقہ ثالثہ:

تیسرے طبقہ میں امام بخاری کے تلامذہ شامل ہیں۔ امام بخاری سے روایت کرنے والوں میں کبار اور حفاظ شاگردوں میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ صالح بن محمد جزرہ، ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، ابوالفضل احمد بن سلمہ، ابوبکر بن اسحاق بن خزیمہ، محمد بن نصر مروزی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، ابو عیسیٰ ترمذی، حاشد بن اسماعیل، حسین بن محمد قبانی اور ابو حامد اعمش (۳) وغیرہم و کثیر ماہم۔

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۲

امام بخاری اور محمد بن یحییٰ ذہلی کے درمیان رقابت

اس سے پہلے یہ واقعہ گزر چکا ہے کہ حافظ احمد بن حمدون فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جنازہ میں امام بخاری کو دیکھا۔ اور محمد بن یحییٰ ذہلی امام بخاری سے اسما اور علل حدیث کے متعلق سوال کر رہے تھے۔ تو امام بخاری اتنی تیزی سے جواب دے رہے تھے جیسے تیرکمان سے گزر رہا ہو۔ گویا امام بخاری قل هو اللہ پڑھ رہے ہوں (۱)

امام حاکم ابو عبد اللہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے (۲) کہ امام بخاری ۲۵۰ھ میں نیشاپور میں تشریف لائے۔ نیشاپور کی مشہور علمی شخصیت محمد بن یحییٰ ذہلی تھے۔

حسن بن محمد بن جابر کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن یحییٰ ذہلی سے سنا۔ وہ فرما رہے تھے

اذہبوا الی هذا الرجل الصالح العالم فاسمعوا منه قال فلذهب

الناس الیہ فاقبلوا علی السماع منه (۳) حتی ظهر النخل فی

مجلس محمد بن یحییٰ قال فتکلم فیہ بعد ذلك (۴)

”کہ اس نیک عالم آدمی امام بخاری کی طرف جاؤ۔ اور ان سے احادیث کا

سماع کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگ امام بخاری کی طرف گئے۔ حدیث کی

سماعت ہونے لگی یہاں تک کہ محمد بن یحییٰ ذہلی کی علمی مجلس میں کمی واقع ہونے

لگی۔ کیونکہ لوگ امام بخاری کی طرف جا رہے تھے راوی کہتے ہیں کہ اس کے

بعد محمد بن یحییٰ ذہلی نے امام بخاری پر اعتراض کیا“

(۱) یقول سمعت ابا حامد الأعمش یقول: رأیت محمد بن اسماعیل البخاری فی جنازة أبی

عثمان سعید بن مروان و محمد بن یحییٰ یسأله عن الآسامی و الکنی و علل الحدیث و یمر

فیہ محمد بن اسماعیل مثل السهم كأنه یقرأ قل هو الله أحد (تاریخ بغداد ص ۳۱ ج ۲ و رواہ

فی مقدمة فتح الباری ص ۸۸ و اللفظ للتاریخ)

(۲) قال الحاکم أبو عبد الله فی تاریخہ قدم البخاری نیشاپور سنة خمسين و مائین (مقدمة

فتح الباری ص ۲۹۰)

(۳) حتی ظهر النخل فی مجلس محمد بن یحییٰ فحسله بعد ذلك و تکلم فیہ (تاریخ بغداد ص ۳۰ ج ۲)

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۲۹۰

حاتم بن احمد کہتے ہیں (۱) کہ جب امام بخاری نيساپور میں تشریف لائے تو کسی حاکم یا عالم کا اتنا عظیم استقبال نہیں کیا گیا جتنا استقبال امام بخاری کا کیا گیا شہر سے باہر دو تین مرحلہ مسافت کے فاصلہ پر لوگوں نے نکل کر استقبال کیا۔ محمد بن یحییٰ ذہلی نے اپنی مجلس میں اعلان کیا۔

من أراد أن يستقبل محمد بن اسماعيل غدا فليستقبله فاني أستقبله
”کہ جو آدمی کل امام بخاری کے استقبال کے لئے جانا چاہتا ہے اس کو چاہیے
کہ وہ امام بخاری کا استقبال کرے۔ میں خود ان کا استقبال کروں گا“

خلق قرآن کا مسئلہ

محمد بن یحییٰ ذہلی اور نيساپور شہر کے عام علماء کرام نے امام بخاری کا استقبال کیا امام بخاری نے دارالبخاری میں قیام فرمایا اس کے بعد محمد بن یحییٰ ذہلی نے ہمیں تاکید کی۔ کہ امام بخاری سے کلام کے متعلق کوئی سوال نہ کرنا اگر انہوں نے ہمارے نظریات کے خلاف جواب دے دیا۔ تو ہمارے اور امام بخاری کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اور خراسان کے مرجیہ، جہمیہ، رافضی اور ناصبی ہمارے اختلاف سے خوش ہوں گے۔ ابھی امام بخاری کی آمد کا دوسرا یا تیسرا دن تھا۔ لوگوں کی آمد سے گھر بھر چکا تھا کہ ایک آدمی کھڑا ہوا۔

فسأله عن اللفظ بالقرآن فقال أفعالنا مخلوقة والفاظنا

من أفعالنا (۲)

(۱) قال حاتم بن أحمد بن محمود: سمعت مسلم بن الحجاج يقول: لما قدم محمد بن اسماعيل نيسابور ما رأيت واليا ولا عالما فعل به أهل نيسابور ما فعلوا به استقبالوه من مرحلتين من البلد أو ثلاث وقال محمد بن يحيى الذهلي في مجلسه من أراد أن يستقبل محمد بن اسماعيل غدا فليستقبله فاني أستقبله فاستقبله محمد بن يحيى وعامة علماء نيسابور فدخّل البلد فنزل دار البخاريين فقال لنا محمد بن يحيى: لا تسئلوه عن شيء من الكلام فإنه إن أجاب بخلاف ما نحن عليه وقع بيننا وبينه وشمت بنا كل ناصبي ورافضی وجهمی ومرجنی بخراسان (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۰)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۰

”تو اس نے امام بخاری سے یہ سوال کیا کہ قرآن مجید پڑھتے ہوئے جو الفاظ ہوتے ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟ تو امام بخاری نے جواب دیا کہ ہمارے افعال مخلوق ہیں۔ اور ہمارے الفاظ بھی ہمارے افعال سے شمار ہوتے ہیں“

اس جواب سے لوگوں کے دو فریق بن گئے ایک فریق کہتا ہے کہ امام بخاری نے کہا ہے: ”لفظی بالقرآن مخلوق“ دوسرا فریق کہتا ہے کہ امام بخاری نے یہ نہیں کہا۔ لوگوں کا یہ اختلاف جھگڑے کی شکل اختیار کر گیا گھر والے جمع ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو یہاں سے نکال دیا (۱)

ابو احمد بن عدی بیان کرتے ہیں کہ مجھے مشائخ کی ایک جماعت نے بتایا کہ جب امام بخاری نیساپور میں تشریف لائے۔ لوگ آپ کے پاس آنے لگے۔

حسدہ بعض شیوخ الوقت فقال لأصحاب الحديث ان محمد بن اسماعيل يقول لفظي بالقرآن مخلوق (۲)

”تو شیوخ وقت میں سے بعض نے امام بخاری سے حسد کیا اور اپنے شاگردوں کو بتایا کہ امام بخاری کہتے ہیں لفظی بالقرآن مخلوق“ جب مجلس قائم ہوئی تو ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اس نے سوال کیا اے ابو عبد اللہ:

ما تقول في اللفظ بالقرآن مخلوق هو أو غير مخلوق؟
”امام بخاری: آپ قرآن مجید کے ساتھ لفظ کے بارے میں کیا کہتے ہیں کیا وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے؟“

امام بخاری نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ تین دفعہ امام بخاری نے اس سے اعراض کیا تو اس آدمی نے پھر اصرار کیا تو امام بخاری نے فرمایا۔

القرآن كلام الله غير مخلوق وأفعال العباد مخلوقة والامتحان بدعة

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۳۹۰

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۹۰

”تو اس آدمی نے شور برپا کر دیا کہ امام بخاری کہتے ہیں ”لفظی بالقرآن مخلوق“ (۱)

امام حاکم نے سند ذکر کر کے فرمایا کہ محمد بن اسماعیل کہتے ہیں ”افعال العباد مخلوقة“ پھر انہوں نے دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کی (۲)

حدثنا علي بن عبد الله حدثنا مروان بن معاوية حدثنا أبو مالك عن ربيعي بن حراش عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ ان الله يصنع كل صانع وصنعه (۳)

”حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر صانع اور اس کے کام کو پیدا کرتا ہے“

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے ابو قدامہ سرحسی سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ہم ہمیشہ اپنے اصحاب سے یہی سنتے چلے آ رہے ہیں کہ افعال العباد مخلوقہ ”بندوں کے افعال مخلوق ہیں“ پھر امام بخاری مزید فرماتے ہیں ان کی حرکات، ان کی اصوات ان کی کمائی اور ان کی کتابت سب مخلوق ہیں لیکن وہ قرآن میں جو مصاحف میں موجود ہے دلوں میں یاد کیا جاتا ہے وہ اللہ کا کلام ہے۔ وہ مخلوق نہیں قال اللہ تعالیٰ:

﴿بل هو آيات بينات في صدور الذين أوتوا العلم﴾

(سورة العنكبوت آية ۲۹)

امام حاکم کہتے ہیں (۴) کہ جب امام بخاری اور محمد بن یحییٰ ذہلی کے درمیان یہ تنازع پیدا ہوا تو تمام لوگ امام بخاری سے الگ ہو گئے۔ لیکن مسلم بن حجاج اور احمد بن سلمہ الگ نہ ہوئے۔ کیونکہ امام ذہلی نے اعلان کیا تھا۔

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۳۹۰

(۲) تاریخ بغداد ص ۳۱ ج ۲ و مقدمة فتح الباری ص ۳۹۰

(۳) مقدمة فتح الباری ص

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۳۹۱

الأمن قال باللفظ فلا يحل له أن يحضر مجلسنا
 ”جو آدمی یہ کہتا ہے کہ میرے لفظ قرآن پڑھنے میں مخلوق ہیں۔ اس کو حق نہیں
 کہ وہ ہماری اس مجلس میں آئے“
 جب امام مسلم نے یہ بات سنی۔

فأخذ المسلم ردائه فوق عمامته وقام على رؤس الناس
 فبعث الى الذهلي جميع ما كان كتبه عنه على ظهر جمال
 ”تو امام مسلم نے اپنے عمامہ کے اوپر چادر لی اور لوگوں کے بالکل سامنے
 کھڑے ہو گئے۔ جو کچھ امام محمد بن یحییٰ ذہلی سے لکھا تھا وہ جمع کر کے کچھ
 اونٹوں کی پیٹھ پر رکھ کر محمد بن یحییٰ ذہلی کی طرف بھیج دیا“

حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ (۱) کہ امام مسلم نے انصاف سے کام لیا اور اپنی کتاب
 میں محمد بن یحییٰ ذہلی سے کوئی حدیث ذکر نہیں کی اور نہ ہی بخاری سے۔

امام حاکم نے اپنی سند سے بیان کیا کہ احمد بن سلمہ نيسابوري کہتے ہیں (۲) کہ
 میں امام بخاری پر داخل ہوا تو میں نے عرض کیا اے ابو عبد اللہ: یہ آدمی خراسان اور
 خاص کر اس شہر میں بہت مقبول ہے۔ اس نے معاملہ کو بہت بڑھا دیا ہے۔ ہم میں
 سے کوئی بھی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ وہ اس سے اس معاملہ میں بات چیت کرے۔ اب
 آپ کا کیا ارادہ ہے؟ امام بخاری نے اپنی ڈاڑھی پکڑتے ہوئے کہا:

﴿و أفوض أمري الى الله ان الله بصير بالعباد﴾

اللهم انك تعلم اني لم أرد المقام بنيسابور أشرا ولا بطرا
 ولا طلبا للرياسة وانما أبت على نفسي الرجوع الى الوطن
 لغلبة المخالفين

”کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھنے والا

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۹۱

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۹۱

ہے۔ اے اللہ تو یقیناً جانتا ہے کہ میں نے اس شہر نیسا بور کا ارادہ شرارت، تکبر اور علاقے کی ریاست حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا۔ صرف میرے دل نے وطن میں مخالفین کے غلبہ کی وجہ سے اپنے وطن واپس لوٹنے سے انکار کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے عطاء کیا ہے اس فضیلت پر حسد کرتے ہوئے اس شخص نے مجھ سے یہ سب کچھ کیا ہے۔ پھر فرمانے لگے:

یا احمد انی خارج غدا لتخلصوا من حدیثہ لأجلی (۱)
 ”احمد میں صبح یہاں سے چلا جاؤ گا۔ تاکہ میری وجہ سے جو باتیں تم سنتے ہو ان سے تم بچ جاؤ“

امام بخاری رحمہ اللہ کا عقیدہ

غنجار تاریخ بخاری میں اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ احمد بن نصر خفاف کہتے ہیں۔ (۲) کہ ہم ایک دن ابواسحاق قرشی کے پاس تھے۔ اور ہمارے ساتھ محمد بن نصر مروزی بھی تھے۔ اتنے میں محمد بن اسماعیل بخاری کا ذکر شروع ہوا۔ محمد بن نصر کہنے لگے میں نے امام بخاری سے سنا۔ امام بخاری کہتے ہیں:

من زعم انی قلت لفظی بالقرآن مخلوق فهو کذاب فانی
 لم أقله فقلت له یا ابا عبد اللہ قد خاض الناس فی هذا
 فاکثروا فقال: لیس الا ما أقول لک

”کہ جو آدمی یہ کہتا ہے کہ میں نے لفظی بالقرآن مخلوق کہا ہے وہ کذاب ہے میں نے یہ بات نہیں کہی۔ پھر میں نے امام بخاری سے عرض کیا کہ لوگ تو اس میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ اور بہت ہی زیادہ باتیں کرتے ہیں۔ تو امام بخاری نے جواب دیا کہ بات صرف وہی ہے جو میں آپ سے کہتا ہوں“

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۳۹۱

(۲) تاریخ بغداد ص ۳۲ ج ۲ و مقدمة فتح الباری ص ۳۹۱

ابوعمر و خفاف کہتے ہیں کہ میں پھر امام بخاری محمد بن اسماعیل کے پاس آیا تو امام بخاری سے کچھ باتیں کیں۔ یہاں تک کہ آپ پرسکون ہو گئے۔ تو میں نے پوچھا: ابو عبد اللہ کچھ لوگ وہاں آپ کے متعلق یہ باتیں کرتے ہیں کہ آپ نے یہ بات کہی ہے۔ تو امام بخاری نے جواب دیا:

يا ابا عمرو احفظ عني من زعم من اهل نيسابور وسمي غيرها
من البلدان بلادا كثيرا انني قلت: لفظي بالقرآن مخلوق فهو
كذاب فاني لم اقله الا اني قلت افعال العباد مخلوقة (۱)

”کہ ابو عمرو: جو بات میں کہتا ہوں اس کو یاد رکھو: نيسابور۔ اور اس کے علاوہ دوسرے بہت سے شہروں کے نام بھی لئے۔ والوں میں سے جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں نے لفظی بالقرآن مخلوق کہا ہے۔ وہ آدمی کذاب ہے میں نے یہ بات نہیں کہی۔ میں نے تو صرف کہا ہے ”افعال العباد مخلوقة“

حاکم نے اپنی سند سے بیان کیا ہے محمد بن نعیم کہتے ہیں۔ (۲) کہ جب امام بخاری کے عقیدہ کے متعلق چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ تو میں نے ان سے ایمان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

قول وعمل ويزيد وينقص والقرآن كلام الله غير مخلوق
وأفضل أصحاب رسول الله ﷺ أبو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم
علي علي هذا حبيت وعليه أموت وعليه أبعث ان شاء الله تعالى
”کہ ایمان قول و عمل ہے اور بڑھتا گھٹتا ہے اور قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں اور

(۱) فقال: يا ابا عمرو احفظ ما أقول لك من زعم من اهل نيسابور وقومس والرى وهمذان وحلون وبغداد والكوفة والمدينة ومكة والبصرة اني قلت: لفظي بالقرآن مخلوق فهو كذاب فاني لم اقل هذه المقالة الا اني قلت افعال العباد مخلوقة (تاريخ بغداد ص ۳۲ ج ۲ و مقدمة فتح الباری ص ۳۹۱ واللفظ للتاريخ)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۹۱

رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ میں سے افضل ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی اسی پر میں زندہ رہا اور اسی پر مروں گا اور اسی پر اٹھایا جاؤں گا انشاء اللہ تعالیٰ“
تو ثابت ہوا کہ آخری وقت تک امام بخاری کا عقیدہ یہی تھا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے وہ مخلوق نہیں مصاحف میں قرآن مکتوب ہے۔ لوگوں کے دلوں میں قرآن محفوظ ہے
خالد بن احمد والی بخاری کی امام بخاری سے مخالفت کی وجہ

احمد بن منصور شیرازی کہتے ہیں (۱) کہ امام بخاری جب اپنے وطن بخاری واپس آئے تو لوگوں نے بڑے جوش اور شوق سے امام بخاری کا استقبال کیا۔ ان پر درہم اور دینار نچھاور کئے گئے۔ امام بخاری تھوڑا عرصہ یہاں ٹھہرے تھے۔ (۲) کہ حاکم بخاری خالد بن احمد ذہلی اور امام بخاری کے درمیان مخالفت پیدا ہو گئی۔ اس مخالفت کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ غنجانے اپنی تاریخ میں کہا ہے۔ (۳) بکر بن منیر کہتے ہیں والی بخاری خالد بن احمد ذہلی نے امام بخاری کی طرف یہ پیغام بھیجا۔

أن أحمل الي كتاب الجامع والتاريخ لأسمع منك
”کہ جامع بخاری اور تاریخ لے کر میرے پاس آ جاؤ تا کہ میں آپ سے سماعت کر سکوں“
تو امام بخاری نے قاصد کو یہ جواب دے کر واپس بھیج دیا۔

انی لا أذل العلم ولا أحمله الي أبواب السلاطين (۴)

(۱) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

(۲) ثم وقع بينه وبين الأمير فأمره بالخروج من بخاری فخرج الي بيكند (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳)

(۳) انى أحمل الي كتاب الجامع والتاريخ وغيرهما لأسمع منك فقال محمد بن اسماعيل لرسوله أن لا أذل العلم ولا أحمله الي أبواب الناس فان كانت لك الى شيء منه حاجة فاحضرنى فى مسجدى أو فى دارى وان لم يعجبك هذا فأنت سلطان فامنعنى من الجلوس ليكون لى عذر عند الله يوم القيمة لأنى لا أكرم العلم (تاريخ بغداد ص ۳۳ ج ۲)

(۴) فقال محمد بن اسماعيل لرسوله: قل له انى لا أذل العلم ولا أحمله الي أبواب السلاطين فان كان له حاجة ان شيء منه فليحضرنى فى مسجدى أو فى دارى فان لم يعجبك هذا فأنت سلطان فامنعنى من المجلس ليكون لى عذر عند الله. د. النسخة ص ۳۳. كتم العلم، مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

”کہ میں علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی حاکموں کے دروازوں پر اس کو اٹھا کر جاؤں گا“

اگر اس کو اس علم سے کسی چیز کی ضرورت ہے تو میری مسجد یا گھر میں آجائے اگر تجھے یہ بات پسند نہ آئے تو آپ حاکم ہیں اس مجلس کو بند کروادیں۔ تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس میرے لئے عذر بن جائے۔ میں علم کو چھپا نہیں سکتا۔

حاکم اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حافظ ابو بکر بن ابو عمرو بیان کرتے ہیں ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری اور خالد بن احمد ذہلی حاکم بخاری کے درمیان اختلاف کی وجہ یہ بنی۔ کہ والی بخاری نے امام بخاری کو پیغام بھیجا۔ (۱)

أن يحضر منزله فيقرأ الجامع والتاريخ على أولاده فامتع من ذلك
”کہ امام بخاری ان کے گھر تشریف لائیں اس کے بچوں کو جامع بخاری اور تاریخ پڑھائیں۔ امام بخاری اس کے پاس حاضر ہونے سے رک گئے“
اور امام بخاری نے جواب دیا۔

لا يسعني أن أخص بالسماع قوما دون قوم (۲)
”کہ میں یہ نہیں کر سکتا کہ ایک قوم کو محروم کر کے دوسری قوم کو سماع کے لئے خاص کر دوں“

آخر کار حاکم وقت نے بخاری کے علماء میں سے حریث بن ابی الوراق وغیرہ کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ انہوں نے امام بخاری کے مذہب و عقیدہ میں کلام کیا۔ تو والی بخاری نے امام بخاری کو بخاری سے نکال دیا۔ امام بخاری نے ان کے خلاف بددعا کی

اللهم أرهم ما قصدوني به في أنفسهم وأولادهم وأهاليهم (۳)
”کہ اے اللہ ان کو ان کے نفسوں، اولادوں اور اہلوں میں وہ چیز دکھا دے

(۱) تاریخ بغداد ص ۳۳ ج ۲ ومقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

(۲) تاریخ بغداد ص ۳۳ ج ۲ ومقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

جس کا انہوں نے میرے بارے میں ارادہ کیا“

اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کی دعا قبول کر لی۔ اور اللہ نے ان مذکورہ افراد کو تکالیف دکھائیں۔ بعض تکالیف تو بیان ہی نہیں کی جاسکتیں۔ (۱) اس طرح امام بخاری نے بخاری کو چھوڑ دیا۔

وفات امام بخاری

ابن عدی کہتے ہیں میں نے عبدالقدوس بن عبدالجبار سمرقندی سے سنا۔ وہ کہتے ہیں۔ (۲) کہ امام بخاری سمرقند کی بستوں میں سے ایک بستی خرتنگ میں آگئے یہاں امام بخاری کے رشتہ دار تھے۔ امام بخاری ان کے ہاں ٹھہرے۔ عبدالقدوس کہتے ہیں کہ میں نے سنا۔ (۳) کہ امام بخاری ایک رات تہجد پڑھنے کے بعد دعا کرتے ہیں۔

اللهم قد ضاقت علی الارض بمارحبت فاقبضنی الیک
”اے اللہ زمین فراخ ہونے کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔ اب مجھے اپنی
طرف اٹھائے“

راوی کہتے ہیں کہ ابھی ایک مہینہ بھی پورا نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فوت کر لیا ان کی قبر خرتنگ میں ہے۔

وراق بخاری کہتے ہیں کہ میں نے غالب بن جبریل سے سنا (۴) کہ امام بخاری جب خرتنگ میں تشریف لائے۔ تھوڑے ہی دن قیام فرمایا تھا کہ بیمار ہو گئے اور سمرقند والوں کی طرف سے قاصد آنے شروع ہو گئے۔ کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں امام بخاری نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ یہاں تک کہ امام بخاری سفر کے

(۱) أما حریث بن ابی الوراق فانہ ابتلی فی اہلہ فرأی فیہا ما یجل عن الوصف (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳)

(۲) تاریخ بغداد ص ۳۳ ج ۲ ومقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

(۳) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

(۴) غالب بن جبریل وهو الذی نزل علیہ البخاری بخرتنک (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳)

لئے تیار ہو گئے۔ موزے پہن لئے۔ عمامہ باندھ لیا سواری کے جانور پر سوار ہونے کے لئے تقریباً بیس قدم چلے ہوں گے۔ کہ امام بخاری فرمانے لگے مجھے چھوڑ دو۔ مجھے کمزوری ہو گئی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں امام بخاری کو سہارا دیئے ہوئے تھا۔ امام بخاری کے کہنے پر ہم نے امام بخاری کو چھوڑ دیا۔ امام بخاری نے کچھ دعائیں کیں پھر لیٹ گئے۔ اتنے میں امام بخاری کی روح پرواز کر گئی۔ امام بخاری کے جسم سے بہت زیادہ پسینہ جاری ہوا۔ امام بخاری نے ہمیں بتایا تھا کہ میرے کفن میں تین کپڑے ہوں جن میں قمیص اور عمامہ نہ ہو (۱) ہم نے ایسے ہی کفن میں ان کو کفنایا۔ ہم نے امام بخاری کا جنازہ پڑھا۔ جب ہم نے امام بخاری کو قبر میں رکھا تو مٹی سے کستوری کی طرح خوشبو پھیلنے لگی۔ یہ خوشبو کئی دن تک آتی رہی۔ لوگ امام بخاری کی قبر سے خوشبو والی مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ ہم نے قبر کے ارد گرد لکڑی کا جنگلہ لگا دیا۔ (۲) تاکہ قبر کی مٹی محفوظ رہے۔

ابوبکر احمد خطیب بغدادی نے اپنی سند سے بیان کیا کہ ابوالحسن مہیب بن سلیم بن مجاہد کہتے ہیں:

توفی أبو عبد الله محمد بن اسماعيل بن إبراهيم

ليلة السبت ليلة الفطر سنة ست وخمسين ومائتين (۳)

”کہ امام بخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل ہفتہ کی رات عید الفطر والی

رات ۲۵۶ھ کو فوت ہوئے“

حافظ بن حجر کہتے ہیں: (۴) حسن نے کہا ہے۔ کہ آپ کی عمر ۱۳ دن کم

۶۲ سال ہوئی۔

(۱) قال ففعلنا فلما أدرجناه في أكفانه وصلينا عليه (مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳)

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

(۳) تاریخ بغداد ص ۳۰۳ ج ۲ و مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

(۴) مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

خطیب بغدادی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ عبد الواحد بن آدم طواوسی کہتے ہیں

رأيت النبي ﷺ في النوم ومعه جماعة من أصحابه وهو واقف

في موضع فسلمت عليه فرد علي السلام فقلت ما وقوفك هنا يا

رسول الله ﷺ؟ فقال أنتظر محمد بن اسماعيل البخاري (۱)

”کہ میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ اپنے صحابہ میں سے ایک

جماعت کے ہمراہ ایک مقام پر کھڑے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کہا تو

انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا پھر میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ آپ یہاں کیسے

کھڑے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ محمد بن اسماعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں“

عبد الواحد کہتے ہیں کہ چند دن گزرے۔ مجھے امام بخاری کی وفات کی خبر ملی۔

میں نے دیکھا کہ ان کی وفات کا وہی وقت تھا۔ جس وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کا

خواب میں دیکھا تھا۔

اس طرح امام بخاری نے اپنی زندگی علم حدیث کے تعلم و تعلیم میں گزار دی

جیسا کہ امام بخاری کے استاد حسین بن حریش فرماتے ہیں: (۲)

لا أعلم أني رأيت مثل محمد بن اسماعيل كأنه لم يخلق الا للحدیث

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر اس عظیم احسان کا ان کو بہتر اجر عطا فرمائے۔ (۳) اور

ان کو ان لوگوں کی رفاقت نصیب فرمائے جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

﴿مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ

عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ

وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا﴾ سورة النساء آية ۶۹.

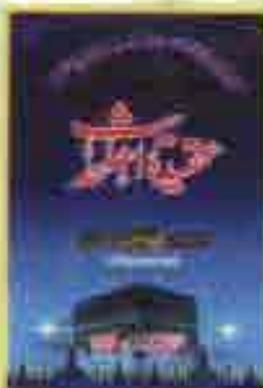
(۱) تاریخ بغداد ص ۳۳ ج ۲ و مقدمة فتح الباری ص ۴۹۳

(۲) مقدمة فتح الباری ص ۳۸۴

(۳) باب آخر ما تكلم النبي ﷺ: ان عائشة قالت و كانت آخر كلمة تكلم بها اللهم الرفيق

الأعلى (رواه البخاری ص ۶۴۱ جلد ۲)

هماری کتب



مشورہ کارخانہ الحنفیہ گورنمنٹ

قلمی و لکھائی کے شعبے، دارالعلوم، گورنمنٹ